قلم کا قرض

شوکت واسطی

قلم کا قرض

عروج و زوال انسانیت

[طبع زاد رزمیہ]

شوکت واسطی

دارالاشاعت
بزم علم و فن پاکستان

ادب برائے معاشرتی انقلاب

لاشئ غیر القول والقلم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

ناشر ..... دارالاشاعت بزم علم و فن پاکستان (مرکزی)

مطبع ..... ایریر پرنٹرز اسلام آباد

خط نگار ..... الخطاط ۔ ندیم احمد خان

ترتیب دار ..... ثنا اکبر

تقسیم کار ..... تسلیم اختر

سنہ ۱۹۹۹ء

رابطہ

بزم علم و فن پاکستان (انٹر نیشنل)

۱۱۔ شان پلازہ بلیو ایریا، اسلام آباد

فون : ۲۷۹۳۱۵۔ فیکس : ۲۹۷۲۱۰ پوسٹ بکس ۱۹۳۵

E-mail: Farzeed@hotmail.com

BAZM-E-ILMO-FANN INTERNATIONAL

27, St. Quentin Rise, Bradway, SHEFFIELD, S17 4PR - U.K.

Phone: 0114-2351239

E-mail: (i)Mehwar@aol.com (ii) Shaukat@msn.com

500 روپے۔ 8 پونڈ۔ 10 ڈالر (امریکی)

انتساب

والدہ مرحومہ بسم اللہ

کے نام

فہرست

مقدمہ	فوسوس الیہ الشیطان	۵
توجیہہ	مصنف	۶
پیش لفظ	ایوب محسن	۷
دفتر اول	نکلنا خلد سے آدم کا....	۹
دفتر دوم	کاربد تو خود کرے......	۱۱۴
دفتر سوئم	ہم جہاں بیٹھ کے پی لیں....	۱۸۸
دفتر چہارم	در ازل پر تو حسنت.....	۲۶۹
دفتر پنجم	وقت دعا ہے.....	۳۳۶
تتمہ	وطن آشوب	۳۵۱
تصریحات ۔ حوالہ جات		۳۶۲

مقدمہ

فوسوس الیہ الشیطٰن قال یا آدم
ھل ادلک علیٰ شجرۃ الخلد و ملکٍ لا یبلیٰ

○

یوں ہوا شیطان گویا.... "عزم و نیت چاہئے
جو سہی اس کی، تری بھی کچھ مشیت چاہئے
ہے بجا خواہش تو پھر بے جا نہیں تکمیل بھی
جس قدر ہے اختیار، اتنی حمیت چاہئے
دسترس میں بھی ہے بے شک اور وافر دستیاب
ایسی حالت میں نہ قدغن کی اذیت چاہئے
زندگی پائی ..... دماغ و دل پہ صاحب مستزاد
زندگی کے واسطے زندہ طبیعت چاہئے
علّم الاسماء کے بعد اس نخل سے ہو مستفید
اپنے بارے میں اگر کچھ واقفیت چاہئے"

○

موضوع

حملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا
(میرؔ)

توجیہہ

میرے ہونہار بیٹے صباحت عاصم کو پیہم اصرار ہے کہ "قلم کا قرض" دوبارہ خوش خط اور خوبصورت پیرایہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو.... یہ کتاب پاکستان میں تو خیر (حسب توقع) زیادہ پذیرائی نہ پاسکی' لیکن امریکہ اور انگلستان میں اہلِ دانش کے لئے اپنے نئے پن' ہیئتی فن' متنِ مستحن کے سبب خاص دلچسپی کا باعث بنی' زبان کا ابلاغ اور موضوع کا فراغ مزید موجبِ کشش ہوا....

اپنے ملک میں کیفیت ایسی ہے کہ "رزمیہ" تو بڑی دور کی بات ہے' دیگر متداول اصناف شاعری سے بھی ذوق کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ اس عالمِ مجہولیت میں آفاقی ادب عالیہ کے ترجمے' بالکل نئے ادبی تجربے' تازہ علمی نظریئے' رویئے' تجزیئے ذرات کو رائیگاں آفتاب آشامی کی دعوت کے مترادف ہے---

تاہم علم و دانش اور ادب و فن کو نافہم اور کورذوق لوگوں کی بے اعتنائی کی بھینٹ بھی نہ چڑھنا چاہئے۔ معاشرہ اگر قلم کے لئے ایک سیاست گاہ (پھانسی گھاٹ) بن رہا ہے تو اس کے تحفظ کو زیادہ احتیاط درکار ہے---- یہ معاملہ مزاحمت کا نہیں دفاع کا ہے۔

○

غالب کا ایک شعر یاد آگیا ہے:

اے تو کہ غنچۂ ترا بحثِ شگفتن از بر است
سروِ کرشمہ بار را درسِ خرامِ ناز دہ

لہٰذا "قلم کا قرض" بارِ دگر۔

شوکت واسطی

(اسلام آباد)

پیش لفظ

پروفیسر شوکت واسطی وہ قادر الکلام شاعر ہیں جن کے بارے میں بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ الفاظ ان کے سامنے نگینہ بننے کے شوق میں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شوکت واسطی کو لفظ استعمال کرنے کا سلیقہ اور قرینہ خوب آتا ہے۔ پھر ان کے پاس الفاظ کا اتنا وسیع ذخیرہ ہے کہ آج کے دور میں کسی شاعر یا ادیب کے ذہن اور یادداشت میں شاید ہی اتنے الفاظ سمائے ہوئے ہوں۔ اس خاص ودیعت سے انہوں نے فائدہ اس طرح اٹھایا کہ غیر زبانوں کے ادب عالیہ کے کئی تراجم کر ڈالے۔ ان تراجم کی اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ شوکت کے قلم نے زبان غیر کی مشکل سطور و تراکیب کو نہایت خوبصورتی اور بے ساختگی کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دیا یہاں تک کہ اکثر اوقات ترجمے پر تخلیق کا گمان ہونے لگتا ہے۔ شوکت کی اس عظیم کامیابی اور اس کی مہارت فن کا اعتراف کرنے کے باوجود بعض احباب کا خیال تھا کہ انگریزی کے رزمیے ادب کو از سر نو زندہ کرنے کی سعی لاحاصل کی بجائے اگر شوکت اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو اردو زبان میں کوئی طبع زاد رزمیہ لکھنے میں صرف کرے تو یہ ادب کی زیادہ بہتر خدمت قرار پائے گی۔ چنانچہ راقم الحروف اپنے گہرے اور قدیم تعلق کی بنا پر شوکت واسطی کو مسلسل یہ مشورہ دیتا رہا کہ اب وہ کسی ہومر کے "ایلیڈ" کے ترجمہ کا دھیان چھوڑ دے اور "گیسوئے اردو کو سنوارنے" اسے اور بھی تابناک کرنے کی طرف متوجہ ہو کیوں کہ ہماری اپنی زبان کو بھی طویل طبع زاد رزمیے کی شدید ضرورت ہے۔ میرا یقین تھا کہ طویل رزمیے کی وسیع کنوس کے لئے شوکت واسطی جیسی استعداد رکھنے والا قادر الکلام فنکار ہی موزوں ہو سکتا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ اردو زبان میں اس نئے تجربے اور پہلی کاوش کی تکمیل کے لئے شوکت واسطی نے احباب کے مطالبہ کو قابل قبول سمجھا اور ان کی خواہش کا احترام کیا۔ بعد میں اس کی مشکل پسند طبیعت نے معرا اسلوب اختیار کرنے کی بجائے ردیف و قافیہ کی پابندی کا

التزام بھی قائم کر لیا۔ اسے شوکت واسطی کی جودت طبع کی آزمائش کہیں یا شوخی بیان کی نمائش کہ یہ رزمیہ نظم شگفتگی و روانی کا شہکار بن کر سامنے آئی ہے۔ یہ امر تو مسلّم ہے کہ شوکت کا قلم کسی مضمون کے بیان میں کبھی مشکل یا رکاوٹ محسوس نہیں کرتا، الفاظ کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شوکت کے فن کا خاصہ ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس رزمیے کا ایک ایک مصرع قاری کے ذہن پر خوشگوار تاثر چھوڑتا چلا جاتا ہے اور اس نظم میں موسیقی و ترنم کی ایک نہایت واضح طور پر محسوس لہر رواں دواں ملتی ہے۔ شوکت کے تراجم میں جو اجنبی ماحول پایا جاتا تھا اس کی بجائے اب ہمیں مشرقی تہذیب کا مانوس پس منظر دکھائی دیتا ہے۔ اپنی روایات، اپنی تاریخ اور اپنی ثقافت میں ڈوبی ہوئی یہ طویل رزمیہ نظم آفرینشِ آدم سے تخلیق پاکستان تک کے مختلف اہم مرحلوں سے قاری کو گذارتی ہوئی اور ایک حیرت ناک طلسمی انداز کے زمان و مکان کی وسعتوں کی سیر کراتی ہوئی ہمارے ذہنوں کو انسانی تہذیب و ترقی کے اہم سنگ ہائے میل سے روشناس کراتی ہے۔ انسان کی یہ طویل تہذیبی سرگذشت پانچ دفتروں میں مکمل ہوئی ہے۔ شاعر جناب خضرؑ کی رہنمائی میں (ڈانٹے کے ورجل کی مانند) قدم بہ قدم حقیقت افروز عجائبات کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ اتنی بڑی کہانی اتنے تاثر انگیز پیرائے میں بیان کرنا شوکت واسطی کا زندہ کارنامہ ہے جو اردو شعروادب میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

ایوب محسن (راولپنڈی)

طبع نظرثانی شدہ کے لئے بھی میرا یہی پیش لفظ کفایت و کفالت کر سکتا تھا مگر میرے دوست کی اپج ملاحظہ ہو کہ اس میں ''وطن آشوب'' کا تتمہ بڑھا کر ملت اسلامیہ کی زبوں حالی کے ساتھ ساتھ پاکستان کی اقدار پامالی کا تاثیر انگیز مرثیہ قلم بند کر ڈالا --- وہ ساری باتیں جو درد اور افسوس کے ساتھ ہمارے ملاحظے میں آرہی ہیں، ختمِ صدی کو جواز بنا کر مؤثر پیرائے میں بیان ہوئی ہیں اور قابلِ مطالعہ و غور طلب ہیں۔ (ایوب محسن)

پہلا دفتر

❖

نکلنا خلد سے آدم کا.........

❖

❖ انسان کائنات صغیر

قیل و قال اس میں نہ بحث و تمحیص---
یہ مسلّم ہے کہ انساں ہے جہاں کی تلخیص'
کائنات ایک صغیر
جملہ ابعاد بخود' خوابِ ازل کی متنوع تعبیر'
خالقِ کون و مکاں کی تقدیر!
لابدی فرض کا جبر اس پہ کئی قسم کا عائد ہے مگر باتدبیر
شغل پر زور میسر ہے اسے بے زنجیر۔

❖ ادب کی ماہیت

ان مشاغل میں ہے منجملہ ادب' ایک طرب زارِ حسِ دید و شنید
مستند منفعت انگیز---مفید
خواہ تقلید سے روگرد ہے یا ہے یہ روادارِ طریقِ تقلید'
موشگافانہ ہمیشہ سے یہ فن' موردِ صدہا تنقید۔
متداول اسے تسلیم کریں برجستہ
بہ ہر انداز' بہ ہر زاویہ' انساں سے بہ ہر دور رہا وابستہ۔
مسئلہ یہ ہے---اسے کیا سمجھیں؟
ہو بہو زیست کا عکس آفریں پردا[٢] سمجھیں'
یا اسے جانئے تفریح---تماشا سمجھیں'
ہم برا یا اسے اچھا سمجھیں!

کیا حکایاتِ عجائب ہی پسندیدہ ہوں
جانتے بوجھتے مفروضہ ہیں یہ سب کردار ----
عمرو عیار (کہ اس میں نہیں ہے جن کا شمار)،
سندباد اور الہ دین کے گرویدہ ہوں،
سچ مچ انسانوں کے موضوع نہ سنجیدہ ہوں۔
شہرزادِ قلم افسانہ بہ خوشنودیٔ سلطاں لکھے
یا حقیقت بھی ز تحریکِ ستم سوختہ درباں لکھے،
ہو کے مرعوب اگر مدحِ سراپردۂ ایواں لکھے
کتھا کٹیا بھی نمایاں لکھے!
الف لیلیٰ کی نئی جلد پہ جلد اور بڑھے،
اصل انگشتریِ حق پہ تخیل کا غلط جھول چڑھے
یا ادب میں کوئی خود کو بھی بجا طور لکھے ---- اور پڑھے۔
کرے گلگونۂ ماضی سے بھی تزئینِ لب و عارضِ حال
سحرِ نو کا بھی ہو استقبال،
واقعہ ---- واقعی انساں کو جو در پیش آئے
بے کم و کاست نہ گر، اس میں کم و بیش آئے۔
روزمرہ کو نہ افسون و فسانہ کر دیں،
تار و پودِ ادب اس طرح نمونہ گرِ ادوارِ زمانہ کر دیں
ہم حقائق کی نمائش کا اسے آئینہ خانہ کر دیں۔

❖ ادب بنا بر تاریخ

متنازع بھی یہ نکتہ ہے، ادق بھی --- پہ نہیں لاینحل
شرط البتہ --- بہ توفیقِ عمل!
جھانکیئے کھول کے دریوزہ مقفل در میں،

حسنِ تخلیق سے' اندازِ ہنرپرور میں
ہو مرتب ادب آئینۂ تاریخ کے پس منظر میں
----سلسلہ گاہِ زماں
یہ مکاں لامتناہی امکاں
از سما تابہ سماک اور ثریا سے ثریٰ تک ہے محیط'
بے تکاں ایک بساط ایسی بسیط
ابلقِ وقت پہ مصروفِ سفر ہے انساں
در شب و روز و مہ و سال رواں
وادیٔ زندگی طے کی ہے بہت دور دراز
سہل دشوار' نشیب اور فراز:-
اور دورانِ سفر کیا نہیں کردار ملے .... ناقص و درخورِ معیار ملے
لائقِ حرمت و اعزاز' نگوں سار ملے .... خستہ آشفتہ زبوں خوار ملے
واجب القتل کہ ہر جان کا آزار ملے .... صاحبِ خلعت و دستار ملے
متفق فتنہ بپا معبد و دربار ملے .... سازشی شیخ و جہاندار ملے
خونِ ناحق پہ میاں بستہ و تیار ملے .... صاف تسبیح سے تلوار ملے
معرفت بین و حق آگاہ سرِدار ملے .... فاش بیں منکرِ اسرار ملے
خونچکاں انگلیاں تھیں ایسے قلمکار ملے .... پھر جنہیں موتیوں کے ہار ملے
راہ رہ گیرِ ادب کو نہیں ہموار ملے .... بلکہ اک وادیٔ پرخار ملے
-----ذوق کے شانہ بہ شانہ یہ بھی لازم ہے شعور
کہ بدقت نظری--- ظلمت و نور
شستہ شائستہ و ناشستہ و ناشائستہ
خوب و ناخوب' بد و خائستہ' ۳
حصہ اس چیز کا سب کو کردیں

ہم سفرنامۂ تاریخ ادب کو کردیں۔
زندگی ــ وقت ــ ادب کی تثلیث
کوئی اسلوب بھی راوی کا ہو لیکن یہ حدیث
ہے ثقہ کل ادب و فن ہے برائے توریث!

❖ قلم کا قرض

میں ہوں فنکار ـــــــ یہ آدرش' یہ فرض
قلمِ پاک کا قرض'
ہے مرے ذمہ وہی' خوب خوش اسلوبی سے
صدق پرورلدنی خوبی سے
مجھ سے ماقبل جسے وہبی ادیبوں نے سرانجام دیا'
حق نے وجدان جنہیں روکشِ الہام دیا۔
علم پرور قلم انعام دیا!

❖ آغاز رزمیہ

اسم سبحانہ' ـــ مابعد نبیؐ پر ہو درود اور سلام' اور تحیۂ ہردم'
ـــ یہ نظریہ' یہ بہت خاص رویہ ـــ ہردم
یوں کرے ہدہدِ تخیئل کو نو آمادہ
ـــ کہ یہ سیمرغ ساما فوق اڑانوں کا ہے گردلدادہ
باندھ کر ہو پرِ پروازِ ارادہ' پرّاں
آفرنیش سے بنے وحی رساں!
اس رمل بحرِ مثمن میں بہ پیرایۂ آزاد' مگر قافیہ پابند' بیاں
بنی آدم کی کہانی کیجیے'
جمع گنجینۂ الفاظ و معانی کیجیے ـــ
ادبِ عالیہ کا عمدہ دہ فن پارۂ انساں دانی

غیر اساطیری و اصل امکانی،
رزمیہ، سانچے میں تکنیک کے ڈھل جائے -- نہیں جس میں ہو آنی کانی-
شاہکار، آرٹ کا بے مثل نمونہ، نہ ہو جس کا ثانی
ئے -- جاودانی......
کہ مجھے بھی وہ کرے لافانی!

❖ آویزشِ خیر و شر

سرگذشتِ ابدی --
کس طرف جائیے، ماضی سے لہو رنگ ندی
حال کے سرخ سمندر میں بہا لائی ہے ----
سیلِ ہنگامۂ نیکی و بدی --
امن و فتنہ میں بہم غلغلہ آرائی ہے ---
آدمی مدعیِ حکمت و دانائی ہے،
متضاد اپنے عمل میں ہے، وہ سودائی ہے ---
افقِ فکر پہ یوٹوپیا [۵] کا جلوۂ زیبائی ہے
جارحانہ مگر اس کا متلاشی و تمنائی ہے-
سرمدی خیر بیک عالمِ پسپائی ہے،
قرن ہا قرن، صدی وار صدی
شر ہی کی فرماں روائی ہے...
کہ یہ جذب ہوا ہے بنی آدم کے دماغ و دل میں،
خون ہی خون نظر آتا ہے مستقبل میں-
عافیت نابلدی!
عاقبت کار --- وعید آئی، قیامت ہو گی،
زندگی اپنی جو اس شکل میں گذری ہے -- بجا وجہِ ملامت ہو گی،

اس اجل پر نئی شامت ہوگی
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے [٦]
مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے؟

○

میں کوئی قلزمِ تاریخ کا مشاق شناور تو نہیں،
پھر مجھے باعثِ باور تو نہیں
حافظہ ایسا ثقہ ہے کہ یہ برجستہ حوالے دے گا،
کرم خوردہ نہ جو یادوں کے قبالے دے گا،
آرکائیوز [٧] سے کیا لے دے گا۔
یادداشت ایسی قوی بھی نہیں موضوع بہ ترتیب لئے آئے گی،
برمحل خوب بہ ہر نوبت و تقریب لئے آئے گی،
کہتر و مہتر ہر ملک و زمانہ سے سلامت اثری کا وہ سلوک
ہوں نہ پیدا کوئی شبہات شکوک
بھول نہ چوک!
---معاً اک شعر مجھے یاد آیا
صاحبِ فکرِ رسا جس میں بڑی دور کی کوڑی لایا،
جس طرح باغ میں جانے سے مگس کے، ہوا پروانے کا خوں [٨]
سادہ تلمیح--- یہ پیچیدہ و طرفہ مضموں:
نرم خو تھا مرا محبوب، بنایا ہے ستم گر تو نے
کیا کیا، ہائے کیا کیا یہ سکندر تو نے!
آئی صنعت گریِ صنعتِ ابہام سے بے ساختہ یاد
صیقل آہن سے خط و خال نما چیز سکندر نے جو کی تھی ایجاد۔
جی نے چاہا، لئے آئینہ (وہ آہینہ [٩]) کوئی کاش آئے

برملا، عہد پس عہد، نظر فاش آئے۔
سایۂ طائرِ وقت اس میں اگر قید ملے،
پھر پدیدار زمانہ زدہ نظارۂ ناپید ملے،
جامِ جمشید ملے!
یہ کہ اسباب ہے خود بینی کا
کیا عجب ہو مجھے گر ایک ذریعہ چمنِ وقت سے گل چینی کا۔
جی نے چاہا، پریٔ وقت کو آئینہ کے آنگن میں اتارا جائے،
وہ نظر آئے، ملے، جس کو پکارا جائے۔
سیر بیں مستقل ایام و لیالی کا ملے
زندہ جاوید کوئی راہ نما ہر جہتِ غربی و شرقی و جنوبی و شمالی کا ملے،
برگزیدہ وہ بزرگ آج ملے، جس کی سکندر سے ملاقات ہوئی
تا سرِ چشمۂ ظلمات ہوئی،
ایک کی پوری تمنا ہوئی، دیگر کی نہ ہیہات ہوئی!
ایک خوش اور دگر بادلِ ناشاد آیا،
بامراد ایک — مگر دوسرا تقدیر کا سرگشتۂ بیداد آیا،
وائے حسرت زدگی کاش امر ہو جائے۔
آفرینش سے تمنا ہے کوئی زہر کا تریاق اگر ہو جائے
سفرِ زیست میں قزاقِ اجل سے کبھی مامون بشر ہو جائے۔

○

خیر جو کچھ بھی بزرگوں سے سنا میں نے زبانی — ہے یہ،
دیو مالائی پران اور رپئواڑا نہیں گو، پھر بھی کہانی ہے یہ،
آرزو ہے مری البتہ مہیا اگر آسانی ہو
عالمِ بے خبری میں کوئی امکانِ ہمہ دانی ہو،

کامیابی سے میسر ہو وسیلہ کوئی
خوبیِ فن بہ سلیقہ، ہنرِ علم بہ حیلہ کوئی،
صاحبِ طرز ان اہلِ ادب و فن کی طرح--
ہو مرو ور جل و ملٹن کی طرح
گو نہ رومی ہوں، نہ انگلیسی و یونانی ہوں،
یہ تمنا ہے کہ لافانی ہوں،
تابناکی سے مرا مبہم نام
ثبت ہو جائے زمانے کے جریدے پہ، میسر ہو دوام
اور اربابِ خرد ور میں امر ہو جاؤں،
معتبر ہو جاؤں۔
ایسے عالم میں مری آنکھ لگی-- خواب میں کیا دیکھتا ہوں
چہرہ پُر نور، مسن مردِ خدا دیکھتا ہوں،
ذات میں تجربہ و تجزیہ آمیختہ ہے،
جامِ جمشید سا حالات نما آئینہ اک ہاتھ میں آویختہ ہے،
سب بجا تاب و تواں رکھتے ہیں
حوصلہ عالمِ پیری میں جواں رکھتے ہیں،
چشمِ وا سے مترشح تھا زمانوں کا شعور!
آئی دیکھے سے وہ رونق کہ ہوا میری طبیعت کا تکدر کافور
میں نے دریافت کیا: "اگلے زمانے والے!
کون صاحب ہو؟" تو فرمایا "خضر، راہ دکھانے والے!"
عرض کی: "راہ نمائی مری فرمائیں گے
مہرباں! ذات کے گنبد سے نکالیں گے، مجھے بادیۂ وقت میں لے جائیں گے،
کہ مجھے ارض و سما کی ہوسِ سیر زمانے سے زمانے تک ہے،

آپ کی راہبری میں نہیں کوئی شک ہے؟"
ملتفت وہ بجواب: "اجنبیِ شوق زدہ کیا تجھے میں بار دِگر یاد آیا؟
پھر مجھے واقعۂ کشتی و دیوار و پسر یاد آیا:
ایک صاحب سے اسی طرح ملاقات ہوئی
وہ تعرض نہ کریں گے مرے افعال سے' یہ بات ہوئی
ان سے یہ قول نبھایا نہ گیا
مجھ سے بھی ساتھ لئے اور انہیں جایا نہ گیا۔
کیفیت کی وہی تکرار گوارا کیوں ہو
آپ ہی سوچ خدارا --- کیوں ہو؟
ہم تجھے ساتھ نہیں لے کے پھریں آوارہ---
دل شکستہ نہ ہو' کردیں گے فراہم یہیں ہم کوئی بساطِ نظر و نظارہ،
ہے یہ آئینۂ حالات نما' اس سے کریں گے تجھے بہرہ اندوز
ہو ہر اک عہد یہاں عکس افروز۔"
یہ کہا اور مری حسِ بصر میں کوئی بینائی فزا کحلِ صفا گھول دیا'
بعد ازاں دفترِ روزِ ازلی کھول دیا۔
جس طرح 'رجع بازنی' کی صدا آئی ہو
ایک دم وقت کی پسپائی ہو'
یک بیک حافظہ اک مطلعِ آثارِ صنادید ہوا
رقدم آراستۂ غازۂ تجدید ہوا'
حال یہ ہو گیا' کی جیسے معاً"
زیبِ تن بُعد نے تن زیبِ قریب احیاناً"
سو بہ سو' آئینۂ وقت نما مظہرِ انوار رہا
بیکراں عرش کا رمنا متجسس نظرِ خوش میں پدیدار رہا'

روبرو عہدِ عتیق اب ہوا منظر پسِ منظر وہ ہویدا...
کہ جب انسان ہوا واں پیدا'
منظرِ نور علیٰ نور ----- تجلی کا وفور
آئنہ ہو گیا افروغِ ضیا سے معمور'
ہفتمیں عرش پہ آراستہ اک عالمِ رونق' بھرپور
سرمدی غیبِ الوہی کا ظہور!
اوجِ سدرہ پہ ہے کرسی کا معلّٰی پایہ
نخلِ طوبیٰ- کے مظلّہ سے پرافشاں سایہ'
سلسبیل -- ایک رواں قافلۂ نرمہ و سنجاب و حریر'
کرے ماحول کو سیرابِ اثیر'
چشمۂ کوثر و تسنیم سے صہبائے طہورہ کے نشے بھر بھر اوک
ہر طرف کرتی ہیں چھڑکاؤ صبائیں بے ٹوک۔
خیرہ کن ہے جبلِ قدس پہ آرائشِ یک نظارہ
جلّہ' --- حضرت یزداں ہے مسند آرا'
شش جہت حمد و ثنا میں ہیں ملائک مصروف'
کشف' وجدان' وقوف- المعروف
صنعتِ جملہ صفاتِ موصوف'
وردِ سبحانہٗ 'یاھو کے مناجاتی ہیں
سورہ و آیہ کہ مخصوصِ سماواتی ہیں۔
حمد 'لبیک لکَ' نعبُد ایاکَ و نستعینَ'
مالکِ یوم الدینَ!
جذب و محویت و مستی و حضوری و نیاز'
متواتر ہے نماز'

سوز، ساز اور گداز --- ورع، خضوع اور خشوع،
سربہ سجدہ ہے سراپا بہ رکوع۔
واہ وا کیفیتِ استغراق
متفرق نہیں اب وصل و فراق
سربسر وجہِ حقیقت ہوا ملبوسِ مجاز
عشوہ و ناز نیاز
عجزِ دریوزہ گر آوردۂ شانِ اعجاز۔
کل فضا گونج سے تھراتی ہے،
۔ ایک ہاتف کی اچانک یہ ندا آتی ہے:
درجات اور طبق
باادب گوش بر آواز، توجہ برحق!
حی و قیوم --- رہے نام تو اللہ کا بس
اور باقی، سو ہوس!
کرسئ قدس سے پاکیزہ نفس
ندرتی نطق سے آمادۂ آسودہ خرامی ہو گا،
جلِّ اجلال کا ارشادِ گرامی ہو گا!
ہر طرف چشم زدن میں ہوا طاری وہ سکوت
کہ فقط زیر و بمِ دل سے بہم تھا دمِ ہستی کا ثبوت،
جملہ کروبیاں۔ حیرت زدہ، ششدر، مبہوت
بلکہ گھبرائے ہوئے صورتِ نوعِ ناسوت ---
ان وجودانِ اثیری پہ عیاں رنگ کئی آئے گئے،
یوں نہ تھے دامِ شنیدن میں کبھی لائے گئے!
یہ عجب واقعہ تھا۔ ساعتِ تخلیق سے تہلیل میں مصروفِ سروش

یوں نہیں اذن سے فرمائے گئے تھے خاموش۔
اضطراب ان کا ہے یہ قابلِ دید'
دیدنی --- بیم و امید۔
لبِ قدوس پہ اب حرفِ خطاب آئے گا کیا'
انقلاب آئے گا کیا'
رونما کون سا ہونا ہے تغیر سرِ حولِ گردوں
کنہِ کُن سے فیکوں؟
تھی کسی کو بھی نہ بالکل ہی خبر' کیا ہو گا
ہر کوئی ہے متحیر' نیا سامانِ نظر کیا ہو گا'
منتظر' آج مگر کیا ہو گا!

❖ عزم تخلیق انساں

خضر نے زاویۂ خاص سے اب ہاتھ میں حالات نما شیشۂ فرجام لیا'
منظرِ قدسِ ضیا تاب ہوا تیز تو مضبوط اسے تھام لیا'
آپ تو آنکھ پہ ہم رنگِ زمرد کوئی بلور کیا
نیم مستور کیا'
کی یہ تلقین مجھے کلیتہً "گوشِ سماعت ہو تم'
بے بضاعت ہو تم
تابِ دیدار نہ لاؤ گے' سنو جو یہاں ہوتا ہے وقوع۔
تب یہ فرمان سنا: میرے ملائک وہ طلوع
آب و گِل سے افقِ ہست پہ تارا ہو گا .... عالم آرا ہو گا
نفخ من روحی رواں سانس کا دھارا ہو گا ... کہ ہمارا ہو گا
وہ خلیفہ مرا' ممدوح تمہارا ہو گا .... ہمیں پیارا ہو گا
سجدہ کرنا اسے' جس وقت اشارا ہو گا .... یہ گوارا ہو گا

عوضِ جرمِ ابا، ہم سے کنارا ہو گا .... سخت خسارا ہو گا
دیدنی نورِ صفت خاک کا پارا ہو گا .... وہ نظارا ہو گا
عکسِ فی احسنِ تقویم اُتارا ہو گا .... حسن نکھارا ہو گا

❖ ردِ عمل

کوئی دم مار نہیں سکتا ہے، جب فیصلہ ربانی ہو
ہوا محسوس مگر ہو گیا ماحول وہ ہیجانی ہو،
خود کلامی میں وہ کیفیتِ مرموز ڈھلی جاتی تھی
دانش و دل میں کوئی بحث چلی جاتی تھی ،
مسئلہ پیشِ نظر با ہمہ پہلو ہے خدایا نظرِ ثانی کا
شاخسانہ ہے عجب یہ توہمہ دانی کا،
نقص پروردہ یہ شہکارِ عظیم
جس کے بارے میں ہے اصرار بجالائیں ملائک تسلیم،
ہو کر اسرارِ طبیعات کا اک روز علیم
تیری دنیا کو کرے گا دو نیم
افقی اور عمودی [۱۰] تقسیم--
متبسم ہیں فرشتے سرِ اوجِ افلاک
مہر نم، سرد تپاک،
دیکھ کر یہ ترا بازیچۂ ریح و نم و خاک
اعتراض اپنے انہیں یاد آئے،
منطقی تھے کہ نہیں تو نے دلائل سے نہ رد فرمائے
مَن یُرِاد-- اور ارادے کا مکمل اظہار
مَن یَشا-- ہو گیا مرضی کے مطابق تیار
پیکرِ آتش و آب و گِل و باد،

وہ کہ مجبور بھی تھا اور بیک وقت آزاد--
وہ خلیفہ ہوا تخلیق-- جسد خلخالی'
اس میں پھر روحِ مبارک ڈالی
اس قدر احسنِ تقویم کیا--
الملائک کے لئے لائقِ تعظیم کیا!
متبسم ہیں فرشتے' نئی مخلوق پہ جو بھی تھا گمانِ یزداں'
ان کا وہ وسوسۂ سود و زیاں
کچھ غلط بھی نہیں نکلا-- یہ خلیفہ انساں'
الاماں' قہر بجاں--
سرمدیت کا سکوں اس سے تہ و بالا ہے-
بھک بھرا سانپ یہ کوڑیالا ہے'
آستیں میں اسے یزداں نے برا پالا ہے
کہ بیک وقت کہو خاک' ہوا' پانی' کا!
مسئلہ ہے یہ خدایا نظرِ ثانی کا-
فتنہ ہے' واقعی آفت کا وہ پر کالہ ہے'
جھانک کر دیکھ زمیں شعلۂ جوالہ ہے
جسم تو جسم' کہ روح و نظر اس سے ہمہ تبخالہ ہے-
آسماں سے نہیں تارا ٹوٹا
آتش افشاں کسی پربت کا دہانہ پھوٹا'
وہ نکلتا ہے ابلتا ہوا لاوا اس سے
کرۂ ارض بنا ایک دہکتا ہوا آوا اس سے'
مدھم اس سخت الاؤ سے جہنم کی سعیر آگ پڑے'
کم اس انسان سے فتنہ میں وہی ناگ پڑے

جس کے دھوکے میں کبھی آیا تھا
جس نے فردوس کے گلشن سے نکلوایا تھا'
اس سے ہم زاد بھی رم خوردہ غزالاں کی طرح بھاگ پڑے'
کوئی عفریت کہو جاگ پڑے!

❖ ہیئت ولوازمات رزمیہ

میری 'خود گمشدگی' دیکھا کئے وہ چندے'
خضر نے آئنہ پھر ایک طرف رکھ کے کہا: "اے بندے!
ہم ذرا دیر کو ستائیں گے -- تو بھی یہاں حاضر نہیں ہو تا معلوم"۔
میں ابھی بولنے پایا بھی نہ تھا جھٹ وہ گئے بادلوں کے موڑ سے گھوم!
سرِ افلاک یہ سیر
بسکہ ممکن نہیں میرے لئے رہبر کے بغیر۔
یہ جو مہلت ملی' موضوع پہ بحث اور کروں
ہیئت و ماہیتِ رزمیہ پر غور کروں۔
تبصرہ اس پہ ہے درکار کہ اردو میں نہیں یہ معروف
صنف یہ اپنی ہی کچھ نوع کی ہے۔ اس سے ضروری ہے وقوف'
طبع زاد اپنی زباں میں ہے یہ بالکل معدوم
اولیں ہے یہ مری سعی -- مقفّیٰ' منظوم!
بالعموم.... اس میں نہیں جو معلوم'
آیئے کیجئے باتیں وہ شمار
اس بسیط اور رادق صنفِ ادب کے لئے جو ہیں درکار:
طبع سنجیدہ -- روانی بھی ہو جولانی بھی'
حافظہ تیز -- دقیقہ رسِ الفاظ و معانی بھی' کمال آورِ لسانی بھی'
استقامت رہے' پتہ ہو اگر پانی بھی'

چاہئے اس میں ہمہ نوع زباں دانی بھی
پراکرت، ٹھیٹھ، کھڑی بولی، برج بھاشا- کہ ہر بھانت کی ہو
پاس اس دیس کی ہو، دور کسی پرانت کی ہو،
کئی فرہنگ ولغت--
سجع اور ضلع جگت،
استعارہ و کنایہ وعلامت سے نہ ملحوظ ہو پردہ داری،
پھر صنائع وبدائع سے مرصع کاری،
گنجلک ہے کوئی بندش تو کوئی چست وسلیس،
حسنِ تعلیل کبھی تو کبھی ترصیع، کبھی ہر تجنیس "
حسبِ حال آئے حوالہ تو محل پر تلمیح ،
پھر محاکات کہ تصویر اتر آئے صحیح ،
روزمرہ یہاں برجستہ، کہاوت کوئی واں حسبِ حال،
اصطلاحات، نظائر، امثال
بید [2]پا کی سبق آموز حکایات تو لقمان کے زریں اقوال،
بھانت بھانت اپنے پرائے لہجے،
تیز طرار کہیں پر کہیں ہچے ہچے-
التزام اس سفرِ فن میں رہے گام بہ گام
جستہ برجستہ، نمودار ہوں یا شعبدہ بازیٔ کلام
وقت--- کردار--- مقام!
گفتگو سادہ وصاف اور جامع
برمحل، جذب وتوجہ کی سزاوار برائے سامع-
--- رزمیہ، طرزِ ادب، اجنبیٔ محض وگراں
ہے وہ گھمبیر بمشکل متحمل ہوں زباں،

خاص اردو میں یہ تصنیف نہیں ہو آساں
ارتقا چاہئے۔ مقصود بایں صنف مکمل اگر اظہار کا ہے
حسنِ معیار کا ہے۔
عہد بر عہد یہ ممنونِ زماں ہوتا ہے
کئی کیفیتوں کا سلسلہ وار ایک سماں ہوتا ہے'
مختلف قسم کا مربوط بیاں ہوتا ہے'
لامکاں یا کبھی اسٹیج مکاں ہوتا ہے
فکر براق [۱۳] ساپرواز کناں ہوتا ہے'
---ناگزیر اس میں شرو خیر در آویز ملیں۔
بے محابا کبھی لیکن یہ ہم آمیز ملیں'
حیرت انگیز ملیں:
عام معمول کے عشق اور جمال
روزمرہ کے غمِ ہجر و تقاضائے وصال
زندگی کے یہی معمول کے نقص اور کمال'
بے مساعی یہ ترقی' وہ مساعی سے زوال'
دیوداسی کے سبھاؤ تو کبھی روپ چھنال'
غیرتیں چھینٹ کڑاہی میں' پھر ایسی پامال
جس طرح باسی کڑھی کھائے ابال'
بات میں بات نکلتی ہی چلی آتی ہے'
بوئے شعر میں ڈھلتی ہی چلی آتی ہے
اور چلتی ہی چلی آتی ہے۔

❖ **مراثی و شاہ نامہ اسلام حماسہ نہیں**

مدعی ہیں کئی نقاد--- مراثی میں بڑی معرکہ آرائی ہے

اس لئے نظم کی یہ صنف حماسائی ہے
اسی عنصر کے سبب۔
انس، انیس اور دبیر، اور دگر مرثیہ گو قابلِ تکریم ہیں سب،
باہمہ حفظ مراتب...
یہ کہوں، ایک سے اک مرثیہ ہے مظہرِ اعجازِ ادب،
رزمیاتی رمق ان میں ہے ضرور،
یہ سخن پارے نہیں رزمیہ لیکن بجواز دستور۔
یہی شہ نامۂ اسلام پہ بھی حکم لگاتا ہے شعور
گرچہ غزوات بہ تفصیل ہیں اس میں مذکور،
رقم رزمیہ ممکن نہیں دربینِ سطور
کہ قلم بند کریں واقعے دو اک مشہور
شعرِ مشرق میں ثقہ رزمیہ شہنامہ ہے فردوسی کا،
رشی بلمیک [14] کا رامائنا ہے یا ہے مہابھارتا وایوسی [15] کا،
دیو بھاشا کے پراچین میں، اور فارسی کے نسبتاً اندازِ نوی میں یہ حماسے عمدہ،
سکہ بند ایسے۔ کلاسک ادبِ مغربی میں جیسے ہیں مرقوم اس ادا سے عمدہ۔

❖ اردو کے منظوم رزمیہ تراجم

دیکھنے کے لئے امکانِ حماسہ بندی
زلفِ اردو میں لگائی مہندی۔۔
ملٹن و دانتے کے مشہورِ زمانہ ایپک [16]
بھر کے بیتائیں ادھک
ترجمہ خاص کلاسک کی طرح نظم معرا میں کئے،
ادبِ عالیہ کے اس بتِ پُرفن، کے لئے
سی قبا اردوئے منظوم کی چست،

گو تنک صرفی و نحوی ہیں قواعد ' یہ ہوا تجربہ ثابت یہ درست۔
چند احباب کو پیہم تھا مگر یہ اصرار
متواتر یہی ضد ' یہ تکرار
نئی تالیف پہ حجت ہر بار
ہم نہیں کرتے ہیں یہ ترجمہ بازی تسلیم
چربہ سازی ' نری تضمین طرازی تسلیم '
یارِ فن کار! ہے گر بوئے فن ' اور زباں میں ہے تجھے دسترس و یارا
طبع زاد ایک ہو تصنیف حماسہ سارا '
محسن ایوب مرا نصف صدی کا ہم باز
ناگوار اس پہ زیادہ ہی تھا کچھ میرا یہ ذوفن انداز '
صاحبِ ذوق ' ادب آگاہ ' رسیدہ بہ سخن
منہمک پڑھ گیا سب پانسو صفحات کا اردو ملٹن [17]
بلکہ فسطاس بھی منظوم و مقفّٰی بہ نگاہِ غائر
کرسٹو فر مارلو کا فاسٹس [18] اردو میں تمام و سائر '
زیورِ طبع سے جب ہو گئی آراستہ پھر---
کر یہ --- ترجمۂ طربیۂ [19] ' زبانی '
کی بصد شوق ورق گردانی '
مجھ سے یہ کہنے لگا با دلِ ناخواستہ پھر----
اے بسا محنتِ شاقہ یہ تمہاری شوکت---
آزمائش بھی....
سزاوارِ ستائش بھی....
ہوئی ہے ادب و علم میں اس سعی سے افزائش بھی '
اور تسلیم کچھ اردو کی بھی ہے یہ خدمت---

تنگنائے لغتِ لفظ میں کیا کیا نہیں پیوند' اضافہ' ترمیم
پھر بھی اے یارِ قدیم!
کارنامہ کوئی تخلیق اریجنل [20] ادبِ عالی کا
کام اچھا نہیں لگتا ہے جگالی کا...
یہ نقالی کا!
پھول اوروں کے چنے صرف پسندیدہ نہیں کام تو یہ مالی کا۔

❖ ایک مرحوم دوست کی فرمائش

صورتِ حال مرے واسطے کاہش کی تھی'
دوست مرحوم کریم اللہ [21] نے خواہش کی تھی:
ایلیڈ [22] ---- ہومرِ یوناں کا حماسہ اعلیٰ
ادبِ عالیہ کے سارے صرافہ میں وہ پاسہ اعلیٰ'
سعی فرمائے کچھ اس میں خامہ
یہ بھی تو اردوئے منظوم کا پہنے جامہ!
لازم آیا یہ ادق کام کروں
ہدیۂ خاص یہ خاصہ ہے' اسے عام کروں۔
اس کے چوبیس دفاتر ہیں -- گراں اور طویل
باستاں اجنبی تہذیب بیاں بالتفصیل
ہجری' کانسوی' اسپاتی بھی
جو بیک وقت زمینی بھی' خلائی بھی' سماواتی بھی'
اختلاف آدمی زادوں کے بہم ذاتی بھی'
سوچے سمجھے ہوئے بھی -- اور یہ جذباتی بھی
راقیاتی بھی ہیں' دیواتی بھی --
دیومالائی روایات کی مفرط بھرمار'

چند اداکار حقیقی ہیں -- بکثرت کردار
مرئی اور نہ واضح محسوس،
عام جغرافیہ کے گرچہ کوائف ہیں، مگر قاریِ اردو کے لئے نامانوس
شہر و دریا و دمن، قلزم و دشت و کہسار،
نام مغلق ہیں، رواں حصرِ تلفظ دشوار،
بسکہ دشوار تھا اس کام کا آساں ہونا،
ریشمِ تارِ رگِ گل سے رفو چاک گریباں ہونا!
دور از کار مگر یہ قصہ
یکیکی، لام کا چھ دفتروں پر مشتمل اول حصہ،
نام آشوبیہ، دو سال میں تکمیل ہوا
معذرت نامہ بھی دیباچہ میں محسن کے لئے درج بہ تفصیل ہوا۔
گرچہ وہ بات پتہ کی بھی مرے جی کو بڑی بھائی تھی
جو کہ اس دوست نے فرمائی تھی:
"کر سخن ساز رفیق
اپنے ماحول سے ہی ایک حماسہ تخلیق!"
اس نظریے کی برابر تائید
اس طرح اور بھی کرتے رہے نکتہ فہمید:
مانتے ہیں کہ نہیں اہلِ تراجم کوئی چور
گول سوراخ میں یہ میخ نہ ٹھونکیں چوکور،
ہاں مگر پھر بھی ہمیشہ نہیں مرغوب ہے خوشہ چینی
آرٹ کا عیب نہیں خود بینی!
--- قاریو! میرے حماسہ کا یہ پس منظر ہے،
اس پہ یہ صاف عیاں ہوگا جو دیدہ ور ہے

داستاں میں مرا موضوع مرے لوگ ہیں' میرا گھر ہے'
اپنے ماضی کے دریچے سے، ہوا آتی ہے
گونج کر اپنی ہی تاریخ کے گنبد سے صدا آتی ہے'
شکل آئینہ میں اپنی ہی سوا آتی ہے'
بسکہ اپنی ہی وہ تصویر بنی ہے کہ بنا آتی ہے۔
حل ہے وجدانِ طبیعی ہی سے مشکل اس میں'
دیوتا دیویوں کا کوئی تعاون نہیں حاصل اس میں'
راقیائیں [۲۳] نہیں داخل اس میں۔
تھیم [۲۴] ---- مافوق طبیعات سے ماخوذ نہیں
اس لئے اس پہ قل اعوذ نہیں'
دیوبانی نہیں' ہے آدمی نامہ اپنا
ہاں صریر اس میں سنو اپنی ہے' خامہ اپنا
قابلِ دید ڈرامہ اپنا۔

❖ ناقدریٔ زمانہ کا بیان

چھوڑ کے نیچے اتر آئے تھے وہ قوسِ قزح کا جھولا
خضر فرما چکے جب قیلولہ۔
آئنہ میں سے نکل آیا ہیولیٰ ان کا'
دیدبیں [۲۵] کر کے درست اب یدِ طولیٰ ان کا'
ٹھیک منظر کے لئے دیتا ہے آلے کو ذرا اچکولا'
تب انہوں نے مرے پاس آ کے دہن بہرِ سخن یوں کھولا:
"غوطہ زن بحرِ معانی میں یہ کس لولوئے لالا کے لئے تھا بھلا غواص کہ تھا'
انہماک ایسا تمہیں خاص کہ تھا؟"
عرض کی میں نے: "مری عمرِ گراں مایہ سب

ہو گئی نذرِ ادب'
لیکن اے وائے مرا پاک وطن
ثقہ و غیر ثقہ' بے غرض و پیشہ ور اربابِ فن'
یاں اگر شہ کا مصاحب ہے کوئی تو وہ پھرے اتراتا [26]
عرض کرتے ہیں دگر' شان سے اظہار ہے یہ فرماتا'
کھوٹا سکہ بھی کھرا ہے اس کا'
ذکر از کار ادبی غیر ادبی سارے جرائد میں بھرا ہے اس کا'
ریڈیو ٹیلی ویژن نے سدا شڈیول پروگرام کرا ہے اس کا'
آپ نادار ہے زردار سے لیکن کھاتا
یا پھر اربابِ صحافت سے ہے رشتہ [27] ناتا!
مخلصانہ ہے جنہیں ورنہ ادب سے یاں مس
آبرو ان کی نہیں' خوار وہ پھرتے ہیں کہ بس [28]

بوالہوس.....
حسن پرستی کا شعار اپنائیں'
جی میں آتا ہے کہ سودا کی طرح چلائیں
لاتو غنچہ [29] وہ قلمدان مرا'
آئے قابو تو بمشکل کہیں وہ ہجو کا ہیجان مرا۔
بے شک انکار نہیں' چاہئے تخصیص' مگر
اہلِ ذوق' اہلِ خرد' اہلِ نظر' اہلِ ہنر
شہ و دربار' کے منشا سے ہوئے ہیں دو نیم
درجاتِ کہ دمہ میں تقسیم!
اہلِ و قران میں' جنہیں جاہ ہے۔ کیا ٹھاٹھ [30] میں ہیں
اہلِ فقران میں' جنہیں چاہ ہے۔ کس کاٹھ میں ہیں'

ایک طبقہ کہ پذیرائی و انعام کا ہے
مصلحت کیش، حکومت کے لئے کام کا ہے،
اور وہ دوسرا طبقہ کہ بہ توفیقِ انا
یا کہا جائے "زہے استغنا"
نے ستائش کی تمنا نہ ہے پروائے صلہ!
ہوں جو اربابِ ادب آداب کے ان سے ہو گلہ
یا ہو مقدور تو ماحول سے پوچھوں کہ لئیم
قیمتاً "کب تلک اس طرح نفیس اور سقیم؟
خیر اس مسئلہ کو چھوڑیئے 'فی الوقت تو یہ ہے مقصود
آپ فرمائیں تعاون تو حماسہ میں کروں نظم بجا واقعۂ ہست و بود'
ابتدا جو چمنِ خلد سے انساں کے نکالے سے ہو
اخذ اس خاص مقالے سے ہو
دستِ قسام نے محفوظ بہ خطِ تقدیر
القلم سے جو کیا لوحِ ازل پر تحریر'
المدد مرشد و پیر!"
خضر بولے: "یہ زمانے کی ہے افتاد، عبث ہاتھ ملو'
بھول بھی جاؤ --- چلو
اس تکدر کو کرو دور کہ ہم دوبارہ
کریں آئینۂ حالات نما میں وہ حسیں نظارہ
آفریدہ بصد اعزاز و مدارات ہوئے جب آدم
بلکہ یہ جانیئے ------ ہم!
دیکھئے بات کہاں تک پہنچی
آدمی اور کروبی کی ملاقات کہاں تک پہنچی۔"

کہہ کے یہ آئینۂ وقت نما راست کیا
سامنے جو تھا، نہ کچھ اس میں کم و کاست کیا۔
دیکھتے کیا ہیں عزازیل کھڑا ہے اس جا
سامنے حضرتِ یزداں کے ڈھٹائی سے اڑا ہے اس جا
معترض ہے وہ کرے کس لئے اس درجہ نگونسار اسے
ہے بجا آوریِ حکم سے انکار اسے،
متکبر کو ابا یوں ہے کہ وہ جوہری و نوری و افلاکی ہے،
سجدہ اس چیز کو کیوں کیجئے ---- جو خاکی ہے۔
نازل اس پر یہ عتاب ---- آشتی و خیر سے ماحول بدر
خیرہ چشم ایسا ہوا کور نظر،
تا ابد اس کے لئے اب مستور
سرمدی نور ظہور!
راہ گم کردہ و نا معترفِ لغزش و بے راہ روی
فتنہ و شر میں قوی،
دائم النار، زبوں، سوختہ ہستی، مردود
احسن اصل اس کی رہی اور نہ اثیرائی وجود ---
اس کی تقدیر بنی تا بہ قیامت نہ ہو وہ صلح نہاد و نکو اطوار و سلامت رو و شائستہ سرشت،
اس لئے اب چمنستانِ بہشت
اس فرو ماندہ و راندہ پہ ہمیشہ کے لئے بند ہوا،
مرجعِ نورِ اتم خاک کے پتلے ہی سے خورسند ہوا۔
--- خاک زادہ یہ ان اربابِ تجلی سے زیادہ جو خردمند ہوا!
علّم الآدم الاسما --- اسے ہر ماہیتِ شے سے ملی آگاہی
الملائک نے بصد عجز کہا --- علم عطا جو ہوا بس --- حمد فقط للہی!

خضر نے کج کیا کچھ آئنہ کا زاویہ اب
سامنے آیا نظر بادیۂ ہاویہ اب'
دیو و عفریت کا تھا جمع وہاں جمِ غفیر
غول آسیب کثیر
حاملِ اثم اثر قلب' پراگندہ ضمیر
فتنہ انگیز شریر۔
خالیِ خیر' سراسر تھے وہ معمورِ گناہ و تقصیر
ہو کے فردوس بدر ہو گئے تھے کتنے ذلیل اور حقیر
گردن افراز عزازیل مخاطب انہیں یہ جھاڑ رہا تھا تقریر
لب پہ شکوہ نہ ذرا بھی تھا مگر ہرزہ سرائی یہ تھی
بات جو دی تھی ہمیں صاف سنائی' یہ تھی:
"تھا یہ مقصود سرِ عرش کہ ہو ذات کی تنہائی کم
ہم سے جیسے تھی وہاں انجمن آرائی کم'
اضطراب ایسا' کہوں میں تو کوئی سخت ہی ہو گا عالم
کہ بنایا بھی تو کیا خاک ----- مسمّی آدم!
خاکیاں [31] آئینہ -- پرداختہ بے خاکستر
آں گرفتہ' ولے آوردہ بہ مثلِ محشر'
کون صائب یہ بھلا مانے گا
ہے اسے وہم اس آئینہ میں وہ آپ کو پہچانے گا۔
خیر جیسا بھی تھا یہ فعل مگر ذاتی تھا
آپ جب تک تھا وہ اور اس کا ملاقاتی تھا'
ہو پھر اس خاک کے پتلے کو ہبہ جنتِ فردوس --- چہ ایں بوالعجبی۔
الغضب' اس کے لئے نوریوں سے جبریہ سجدہ طلبی'

تلملائی تھی بجا اس پہ ہماری غیرت۔
مستزاد اس پہ یہ افسوس و ملال و حیرت
اجنبی فرد بنایا گیا اقلیمِ سماوات میں واحد نائب'
جمع غائب.....
ہوئے ہم لوگ ازل سے وہاں رہنے والے'
کیا کہیں اب اسے کہنے والے!
ہم ہوئے نائرہ و دود کے سیلاب میں بہنے والے'
غیر کو کون عزیز اس برے انداز سے کرتا ہو گا
ڈال کر نسبتِ دیرینہ پسِ پشت 'یگانوں سے بچھڑتا ہو گا
اس طرح اپنے کے ہاتھوں کوئی مرتا ہو گا۔
کاش وہ جانے جگر پھر بھی جگر ہوتا [۳۲] ہے'
دگر 'افسوس 'بہرحال دگر ہوتا ہے۔
جمع خاطر رہے 'سن لے کوئی ہم اس کے چہیتے کو نہیں مانیں گے'
کسی خاطر میں نہ لائیں گے 'اسے ہم کبھی ہمسر نہیں گردانیں گے'
ہیچ کو ہیچ سدا جانیں گے'
اصل اوقات میں ہم ٹوہ لگائیں گے 'پرکھ کر اسے پہچانیں گے'
ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے یہ شخص فسادی ہو گا
زہر و بارود کا عادی ہو گا۔
یوں تو کیا کچھ نہیں بخشا اسے---دل 'ذہن 'ضمیر
حسد و کینہ سے اٹھے گا مگر اس کی طبیعت کا خمیر'
اک ستمگار و سفاح و شریر و خوں گیر
ہوس و خواہش و رغبت کا اسیر
بے مہار اشترِ برگشتہ 'ژیاں فیلِ دواں بے زنجیر'

یہ بنڈورا ' یہ اہیر
نفسِ امّارہ کا مارا نظر آتا ہے مجھے '
پارا پارا نظر آتا ہے مجھے
دستِ بد مست میں دامانِ شرف '
تیر انداز یہ آپ ' آپ یہ تیر ' آپ ہدف
کوئی خوش فہم اسے مہر کرے اشرفِ مخلوق ' چہ خوش
تھو یہ خود کیش ' یہ خود کوش -- یہ اخ تھو خود کُش !
آگ پانی کا ' ہوا خاک کا یہ ملغوبہ
الاماں - حیف ' دہائی --- توبہ !
یہ بنا ہے تو بگڑنے کے لئے '
بات بے بات جھگڑنے کے لئے '
شہر بے شک یہ بسائے گا اجڑنے کے لئے '
پھول اگائے گا مگر کیفیتِ تازگیِ رنگ میں جھڑنے کے لئے '
کوئی تعمیر اٹھائے گا تو ڈھانے کے لئے -
--- بسکہ ہو گا بڑی آفت یہ زمانے کے لئے
برقِ خودساز نشیمن پہ گرانے کے لئے -
اَن سنی کر کے سنی '
من تیشا کا وہ دھنی ' اوٹ پٹانگ اس نے چنی
ایک دو مشت گلی اور سڑی کیچڑی یاں سے ' واں سے '
گھڑ کے ان گھڑ وہ عجب ڈول کا پتلا اسے زندہ کیا خدعِ [۳۳] جاں سے
نفخ فرمائی گئی روح بدولت پھر خاص
کہ نفوذ اس میں کرے صدق و صفا و اخلاص '
حیف لیکن یہ تمنا نہیں بر آئے گی

بندہ پرور وہ طبیعت [۳۴] نہ ادھر آئے گی۔
بات یہ بھی نہیں ہے خانہ خراب
طاعت و زہد کا کچھ جانتا ہو گا نہ ثواب
کھیئے پیمانہ کشی شہرہ شدہ روزِ الست
مطلبِ طاعت و پیمان و صلاح از منِ مست [۳۵] !
مسئلہ خیر یہ اس کا ہے، مگر نشر جو اعلان ہوا
مضحکہ خیز ہمارے لئے فرمان ہوا
طرفہ طامات، اپج
دیکھتے بھالتے اس خاک بر آوردہ کی ساری وہ بناوٹ سج دھج
درجات و طبقاتِ سیرِ راست ہوں کج
نوری الاصل بتِ خاکیِ بد اصل کے منحوس قدم لیں جھک کر
ہو گیا راکھ کلیجہ پھک کر۔
حیف، صد حیف ملائک پہ بصد عجز وہ جھٹ خم سرِ تسلیم کیا۔
میں نے لیکن نہیں یہ سجدۂ تعظیم کیا،
یہ فضیحت ہی سہی، امر کی تعمیل سے انکار کیا
کبر تھا گر تو اسی کبر پہ اصرار کیا
برملا، برمحل اظہار کیا،
یہ وہ جرات، وہ جسارت ہے، کسی نے کب کی
بندگی سے ہوا آزاد میں اس صاحب کی
ہے جسے زعم کہ فردوس بدر کر کے مجھے خوار کیا
اور فی النار کیا۔۔
کوئی بتلائے اسے رِجم یہ منظور گوارا رسن و طوق نہیں
بندگی اور غلامی کا مجھے ذوق نہیں

اور مٹی کہ ہے مٹی یہ کبھی آگ سے مافوق نہیں!"
یہ عزازیل کی سن کر ہفوات
ہو گئے خضر کے چہرے پہ نمودار منغض اثرات'
پڑھ کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ
جس طرح کھینچ کے دم بھر میں طویل اور موثر چلہ'
پڑھ کے کچھ پھونکا کہ وہ زہر بنے نوشینہ
کر دیا زاویۂ کج سے بہ انداز درست آئینہ
وردِ استغفر و اعوذ سے جب ان کی طبیعت ہوئی ٹھیک
تو کہا مجھ سے: "عزازیل کی یہ قابلِ نفرت تحریک
شاخسانۂ فراق و حسدِ وصل نہیں'
غور گر کیجئے تو بات یہ دراصل نہیں
کہ وہ یزداں سے ہوا دور 'ہیں آدم نزدیک
بلکہ اس واسطے اب اس کی نگاہوں میں ہے دنیا تاریک
دربدر وہ ہوا' ہے خانۂ فردوس میں آباد حریف'
اس کے آرام سے اس کو ہے زیادہ تکلیف'
وہ اسے امن میں یوں دیکھ نہیں سکتا ہے
بکتا جھکتا ہے.....
کہ مجہول کو معلوم نہیں راحتِ خاطر کا سماں
صرف ماحولِ بہاریں سے بھی پیدا ہے کہاں!
کم تر از بوریۂ خار نہیں بسترِ سنجاب برائے آدم
ایسا تنہائی کا غم
مستقل کرب و اذیت میں انہیں رکھتا ہے'
زہر یہ تلخ ہے کتنا' وہی جانے جو اسے چکھتا ہے۔"

میں جواباً"؛ "ہمیں میراث میں آدم سے ملا ہے غمِ تنہائیِ ذات'

دل کا بیان

یہ شعوری ہے--- مگر اصل میں بات
دل سے چلتی ہے کہ انساں کے تنِ زار میں ہے'
یہ ہے یزداں کا شہکار، مگر نقص اسی شہکار میں ہے
دل، عجب چیز ہے' یہ ایک نمونہ نادر--
محض مجبور بھی رکھے، یہی بالنفسہٖ کردے قادر'
آدمی اس کی بدولت ابھی تا اوجِ قمر جاتا ہے
قعرِ دریا میں یہی لے کے اتر جاتا ہے' .
بعض اوقات رہِ روشن و ہموار پہ بے زادِ سفر جاتا ہے
اور دشوار گذر کوہ بیاباں سے کبھی سہل گذر جاتا ہے'
سخت آندھی ہو کہ طوفان یہ بے خوف و خطر جاتا ہے۔
یہ کبھی شیرِ ژیاں سے بھی بپھر جاتا ہے'
پھر کبھی اپنی ہی پرچھائیں سے ڈر جاتا ہے'
بے نیازانہ جیۓ موت کے منہ میں بھی، نہ پروا ہو کہ سر جاتا ہے'
جیتے جی ورنہ یہ بے موت بھی مر جاتا ہے!
پھول ایسا کہ بہاراں میں نہیں جس کا پتہ ملتا ہے'
پھر کبھی دشت میں دورانِ خزاں کھلتا ہے'
زلزلے میں یہ نڈر، خوف سے لرزے کہیں پتہ بھی اگر ہلتا ہے'
ہو نہ دشنہ سے یہ مجروح، مگر برگِ گلِ تر سے یہی چھلتا ہے'
بخیہ سوزنِ تدبیر رفو کر نہ سکے تارِ نظر سے وہی زخم اس کا مگر سلتا ہے'
او قیانوس سے گہرا ہے، ہمالہ سے بلند'
شہ پہ دل کی سرِ افلاک زقند

بلکہ یزداں بہ کمند'
دو رپاتال کے اندر بھی یہ لے جائے تو آئے نہ گزند
اور بے وجہ کبھی آپ ہی بند!
خدشہ و وسوسہ ویاس اسے لے ڈوبے'
دو رمنجدھار سے تیر آئے' کنارے پہ بہت پاس اسے لے ڈوبے'
جب سہے' ضربتِ کاری ملک الموت کی سہہ جاتا ہے'
بچ کے مقتل سے نکلتا ہے' سرِ دار بھی زندہ کبھی رہ جاتا ہے۔
اور جس وقت یہ جذبات میں بہہ جاتا ہے
تو ہلاک اس کو بڑی سادہ نظر کر جائے'
بے اثر ذات' اثر کر جائے!
دل کا آنا۔۔۔ یہ کہو جان کا جانا ٹھہرے
گر ملے تو نہ رکے' ہو نہ ٹھکانہ' ٹھہرے'
خواہشیں' آرزوئیں اور تمنائیں ہیں
سو طرح کی یہ بلائیں ہیں....
مگر کہیئے دل۔۔۔۔
یہ نہیں' یا نہیں انسان ہی اس کے قابل'
سرنگوں' بہرِ چکیدن [۳۶] ہے یہ اک قطرۂ خوں
اور بارے۔۔۔ یہ ٹپک جائے تو ممکن ہے سکوں'
ورنہ لبریز [۳۷] غم و حشت و مملوئے جنوں
ہائے اس کا مرضِ روز افزوں!
دل کی مرضی تھی کہ آدم کو نہ آرام آئے
وائے۔۔۔ بیچارے تہِ دام آئے!!"
خضر کہنے لگے "ہم مستقل اس دل کا مزہ چکھتے ہیں

کیسا اندوختہ اندوہ زمانوں کا یہاں رکھتے ہیں!
آؤ وااں دل کا کرشمہ دیکھیں
اپنی تخلیق --- جنم کھیل --- کا جنت میں تتمہ دیکھیں"

❖ جنت کا بیاں

---اور کیا منظرِ صد رنگ سرِ آئینہ ہم دیکھتے ہیں
سب خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں'
روپ حوریں ہے
فضا انجم نما نوریں ہے
تہ بہ تہ حسن فزا وسعتِ بلوریں ہے۔
پھول تو پھول' مہکتے ہیں رگ و ریشۂ شفتل کیسے'
گھاس۔ بن سائیں [38] پلم پلوا گھمائی' بنے مرغولوں کی افراط سے سنبل کیسے
صورتِ گیسوو کاکل کیسے---
سبز ہیں دوب سے پنی'! لُوا' موٹھرا' ببل کیسے
کس طرح کے وہ زمرد ہیں' وہ مخمل کیسے---
بلبل و قمری ہی کیا' کان میں رس گھولتے ہیں عام براندازِ نوا بھی کیا کیا
گوریا' گرگیا' بر گیل' [39] بیا بھی کیا کیا'
عام چشموں سے اچھلتے ہوئے بو' باس' مہک' عطر کے فوارے ہیں'
دودھ' مدھ' شہد کے رس دھارے ہیں۔
شرطہ مہکاتی ہوئی جاں کا حریم آتی ہے'
سانس سے بوئے ندیم آتی ہے۔
حور و غلماں کے سبب رنگ پر آئی ہوئی کیا محفل ہے---
وہی اک چیز مگر جو دل ہے
اسے اک پل نہیں چین آتا ہے

بے ضرر اور بے آزار فضاؤں [40] میں بھی بکھراتا ہے'
جس طرح بے طرب و لطف یہ سب عالمِ رعنائی ہو
بے سبب انجمن آرائی ہو'
اثر انداز طبیعت پہ عجب طور یہ ہنگامۂ تنہائی ہو
درد اٹھے دل میں' لگے آنکھ بھی بھر آئی ہو،
کوئی نادیدۂ تخییل و نظر یاد آئے
دل جگر تشنۂ [41] فریاد آئے---
جگرِ اندوہ گزیدہ' دلِ آدم حزن افگار ملا'
عام کو بلدۂ جنت میں انہیں بار ملا
دیدہ پُر ور ملا' جو عکس و نظارہ پہ دیدار ملا
مرغزار و چمنستان--- خزاں نادیدہ'
پھول پھل وافر و چیدہ چیدہ--
عنب انجیر تمر فالسہ زیتون انار'
کیتکی' موتیا' سکھ درشن' اڑھل' مولسری' تل' کچنار
لالہ و سنبل و نرگس--- نہ مگر خوں شدہ' ژولیدہ' پریشاں بیمار
بیدِ مجنوں میں سرایت بے قرار'
مشک نافہ سے غزال آپ بکھیریں مہکار'
زعفراں زار ہے ماحول' فضا کارگہِ کیف و خمار'
ہیں رواں کوثر و تسنیم بط و قلقلِ صہبائے طہورہ بکنار'
سوم [42] رس' آبِ حیات' امرت' الکسر [43]' نکتار
سلسبیل...
آبِ مقطر کی سبیل' اک گہر و لولو و الماس کی جھیل'
دود ہے صرف بخورات سے خیزیدہ' ستاروں کے برادے سے غبار'

چنبری چرخ کے فانوس میں سب شیش محل سے انوار'
مشک بو رنگ تجلی کا مشامِ جاں تھا'
بیکراں تا بحدِ امکاں تھا
نگراں سلسلہ بینائی کا'
کثرت آرائی و رعنائی و زیبائی کا---
لامکاں اور مکاں' وقت زماں اور سماں
قوتِ ماسکہ میں بند آساں!
دمبدم زمزمہ خواں' نغمہ کناں' خوش الحاں
طوطیاں شہد شکن-- کان میں رس گھولتی ہیں'
قمریاں ٹھمریاں گاتی ہیں کہ حوروں کی زباں بولتی ہیں'
لائی ہے بہرِ مدارات سوا
عنبر و غالیہ و عود کی سوغات سوا
شرطہ-- آسودہ خرام'
وہ جو مے نوش تھے سب ہو گئے خوشبو آشام-
دم بہ دم اور قدم وار قدم
با فراوانیِ مقدار بہم
باصرہ' سامعہ' شامہ کو لطافت کیا کیا'
ذائقہ کے لئے بھی خوانِ ضیافت کیا کیا'
سب ہے پاکیزہ نظافت کیا کیا'
تھی مگر ایک حسِ لامسہ تکلیف میں زنگ آلودہ
اس کے معیار کی جنت میں نہیں کوئی شئے موجودہ'
کاش یہ بھی ہو کسی نعمتِ ہم طربیہ سے آسودہ!
ایسے سنسان اکیلے پن میں

یوں لگے ورنہ کہ سنیاس لیا ہو بن میں۔
حسنِ بے حس کے تسلی نے وہ دھوکے کھائے
اور پھر سینہ میں اٹکی ہوئی اک پھانس سی نکلی جائے

❖ دعائے آدم

مدعا بن کے زباں پر آئے'
قلب نے روح کے الہام کو یوں دوہرایا:
"یہ ترا بندۂ ناچیز زباں پر لایا
اے دیاونت 'خدایا---
یہ دعا---صاحبِ اکرام و سخا
بیش از بیش تری لطف و عطا
نو بہ نو 'تازہ بہ تازہ سروسامانِ غنا'
نوع در نوع--پیاپے--یہ فراوانیِ من و سلویٰ.......
کیا مہیا نہیں آسائش ہے'
وہ میسر 'نہیں اس ضمن میں کچھ اور کی گنجائش ہے'
تیری سو بار ثنا اور ستائش کہ وہ سامانِ صد آرائش ہے۔
وہم ہر دم مجھے کیوں یہ ہے کسی شے کی کمی جس کے لئے جسم کی فرمائش ہے'
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مگر جی کو عجب ہے خلجان'
معذرت خواہ ترا بندۂ حیراں---یہ زبان
تیرے دربار میں جو کھولتا ہے
اس کے اندر سے کوئی بولتا ہے!
آدمی میں ہے اضافے کی ضرورت کوئی
ہے کہ پیدا نہیں صورت کوئی۔
اے خدا! اس تری مخلوق سے حاشا ہو اگر دل میں کدورت کوئی۔

مری مشکل بڑی فطری ہے -- کچھ اظہارِ خیال ان سے کروں
بول چال ان سے کروں
کہ سمجھ بوجھ میں ہیں خام زبانیں ' یہ جو یوں بولتے ہیں ' کیا کوئی سمجھے جانے
یہ اشارات و کنایات کے تانے بانے '
میں یہ تسلیم کروں جی مرا بہلاتے ہیں
کچھ نہ کچھ بات سمجھ جاتے ہیں '
تاہم اس امر کا احساس سدا ہوتا ہے
ان کے ساتھ اپنا کسی سطح پہ ممکن نہیں سمجھوتا ہے -
تو نہیں جان شکایت ہے یہ '
تیری سرکار سے اک شخص طلب گارِ رعایت ہے یہ '
ناقص العقل سے اک صاحبِ ادراک کی وحشت یہ ہے '
بے تکلف جو کروں عرض تو ناجنس کی صحبت یہ ہے -
ہے ترے حور و ملائک کی جداگانہ ساخت '
کوئی باہم نہیں امکانِ شناخت '
ان سے آہنگِ طبیعت نہیں مل سکتا ہے -
غنچۂ دل نفسِ ہم نفسِ خویش سے کھل سکتا ہے!
کوئی ہم زادۂ مانوس ملے '
شمعِ صد نجم بکف در خورِ فانوس ملے '
حسن کی کوئی حقیقت ہے اگر ٹھوس ' ملے
کوئی شائستۂ آدابِ ہم آغوشی و لب بوس ملے '
کوئی حد بندِ تمنا ' کوئی بے بندِ قبائے جذبات
کوئی ہم ذات ' کوئی ہم سفرِ راہِ حیات '
کوئی -- ہم اصلِ قبیلہ کوئی '

بدن و جان کی راحت کا وسیلہ کوئی'
گذرِ وقتِ گراں کے لئے دلچسپ و روا حیلہ -- جمیلہ کوئی!
سانس ہموار جو کر دے وہ نسیم آ جائے'
کارسازا' مراہم جنس ندیم آ جائے'
مژدہ' بارے' یہ خوشا
یاالٰہی مرا ایں غنچۂ امید کشا! -- "

❖ عورت

خواہشِ تامِ رجولیت کی
ضدِ معصوم کھلونے کے لئے جیسے طفولیت کی'
ساعت آئی ہوئی تھی خاص قبولیت کی
غنچہ زا' لالہ و گل خیز بہارِ طرب آگیں بہ چمن آتی ہے
درِ ناسفتہ در آغوشِ صدف سوئے عدن آتی ہے
حرّت [۴۴] و حور -- حراری و حریری ہمہ تن -- آتی ہے'
لاکھ تصویر بنا آئے' مکمل نہیں بن آتی ہے --
یوں بہ خوش خطیِ آرائشِ فن آتی ہے
مرد کی انجمنِ زیست میں زن آتی ہے'
وہ بیک معجزہ در چشم زدن آتی ہے!

❖ سراپا

نقطہ و قوس و خط و زاویہ را او کند اعضائے ترا
سازد از رنگ و بو و نور سراپائے ترا'
پیکر آرائے ازل طلعتِ زیبائے ترا
نقش می بست و ہم از شوق تماشا می [۴۵] کرد'
سامنے آس نئے جلوے کے ہر اک جلوۂ دیگر ہوا گرد۔

آمد آمد ہے یہ جس کی، کوئی کردار ہے فرد-
طرفہ اس سلسلے میں دیکھئے تیاری ہے
اونگھ بے تخلخہ آدم پہ بہ اندازِ عجب طاری ہے،
اب کے ہے اک نئی ترکیب سے تخلیق کا قصد
اب کے کھولی گئی پہلو میں قریبِ دل فصد،
تیرھویں (فالتو) پسلی کو نکالا، وہ تراشی، گھسی چھیلی ایسی
مورتی بن گئی اک چھیل چھبیلی ایسی
شوخ چنچل بھی وہ، البیلی بھی، رنگیلی بھی
لاجونتی بھی ہے، شرمیلی بھی--
پدمنی، کامنی، من موہنی، بانکی، کومل
نرم اور گرم ستوں، طاقچوں، قبوں کا حسیں تاج محل،
اک لچکدار دھنک، ایک ہرن چال کنول،
ایک اجالا جل تھل--
حسنِ تعبیر سے معمورِ حقیقت اک خواب
خالص ایجاد کیا صنعتِ فطرت نے شباب،
پھول سب بر سرِ یک سروِ سہی، خوب نما و خوش آب
لف و نشر اس کی یہ تصویر مرتب ہو کبھی غیر مرتب بہ حساب...
سنبل و نرگس و داؤدی و لالہ و گل و شب بو و نسرین و سمن
گیسو و سینہ و پیشانی و چشم و لب و رخسارہ و دندان و ذقن،
انگ انگ اس کا مزیدار بدن
چھب انوپ انت سجل، تیز ہے تیزابی روپ
معتدل مارچ کی مانند-- مگر جون کی دھوپ،
بال بال اس کے پروئی ہوئی چھایا شیتل

تہ بہ تہ چندنی ماتھے پہ ملائم صندل'
مانگ میں رنگِ شفق گھول کے سیندور بھرا
کونج، کنجشک، کبوتر دہن و لحن میں نغمات سرا'
کرۂ میکدۂ چشم خراباتی ہے
سارا ماحول یہ مخمور ہے' مدھ ماتی ہے'
کیا جھلک دار سیہ کرنوں کی جھالر مژگاں
ابلقِ وقت کا نعل ابروئے خوش بخت نشاں'
ناک باریک' کٹاری سا' کھڑا اور ستواں'
منہ صدف' دانت دُرر' کان سنگھاڑے' گل گال
ہونٹ لعلین ہلال'
گر سرِ فاختہ ٹھوڑی تو گلا گردنِ بط
آفتابی [46] خطِ تحریر سا سینہ ہے' بہ سر مشکیں [47] خط'
شانوں میں سندسی محراب کے خم'
پشت گرم ابرِ کتاں کی جاجم'
شکمِ صاف' غزالہ کا شکم --
قطنج' قطمیر' قراقل' قاقم'
بید کی ٹہنیاں باہیں' تو ستی انگلیاں شمعِ کافورئے
بر کفِ دست صف آراستہ گلگونۂ نور'
ہیں سرین اور میاں -- کوہ معلق سرِ نوک [48] کا ہے'
صورتِ نیچۂ -- نیم بریدہ ماہے
دو لتے ہست کہ یابی سرِ راہے -- گاہے!
مگدری ٹانگیں تو رانیں مخروط
ہیں سڈول -- اور گداز و مضبوط

ساقِ آہو کی طرح پنڈلیاں، یا مرغ کی کلغی ایسے
اور پپّیے [49]، دُمِ طاؤس پہ ٹھپہ پیسے-
پیکرِ غمزہ و ناز--
سایۂ صبح کی تمثیل قدِ راست دراز
قامتِ سرو مقابل میں کہ پستہ نکلے
حسن کے سامنے گل رنگ شکستہ نکلے،
ریشمیں ذات کا پر تو ہو ملائم محسوس
عضو بر عضو اثرِ خاص سے ہوتا ہوا قائم محسوس،
یہ سراپا- نشہ، رس، رنگ، مہک، ذائقہ، لذت رکھے،
حسن کو سونگھے کوئی، شوخی و انداز و ادا کو چکھے!
-- آنکھ کی نرم کماں پر وہ بڑا سخت چڑھائے نظرِ تیر-- بڑھی،
لیلٰی و ہیلن و شیرین و دمنتی و قلوپطرہ و درخانئی و بٹیرس و ہیر بڑھی،
لے کر انگڑائی اٹھی، باہمہ رعنائی اٹھی،
ہوش میں آئی حسینہ، بڑی گھبرائی اٹھی
آدم آئے نظر، ان کی ہی طرف خفتہ و بیدار چلی،
کبک رفتار چلی،
مثلِ دراج و حمامہ [50] و تدرو و قطا و ابلقہ و سار چلی،
سوئے دلدادہ ادا ناز سے دلدار چلی،
بانکے گبھرو کی طرف منچلی مٹیار چلی--
اک عجب، ایک غضب جلوۂ محبوبی تھا
ایک مجموعۂ صد خوبی تھا،
مے دمے، سرو قدے، ضو نگہے
وہ اسے دیکھ رہے تھے کہ نہیں دیکھ رہے-

کون آیا ہے یہ مستحسنِ تقدیر -- زہے!
وسوسہ گذرا یہ وسواس آیا
میرے اللہ ہیولیٰ ہے کہ یہ واقعتاً "اصل کوئی پاس آیا ---
مستِ صہبائے طہوری، نوری
شکل - نک سک سے درست اک ملکوتی حوری
نہ مگر ویسی ہی، پوری پوری!
وہ قریب آئی تو جیسے یہ ہوئے آپ سے دور،
اب شکیبائی نہ ضبط اور تحمل نہ صبور
بے خود و سحر زدہ، جیسے کسی اور کے بس میں آئے
وہ عجب بے درو دیوار قفس میں آئے!
ہوش قائم ہے مگر عالمِ بے ہوشی ہے،
خون میں بادۂ دوشینہ کی سرجوشی ہے -
جب حواس ان کے ٹھکانے آئے
مدھم افسون، خرد زارِ حقیقت میں فسانے آئے
کتنے ہی اس میں گئے اور رزمانے آئے -
پھر کسے ہے یہ خبر، کون یہ جانے آئے
ساعتِ سعد قرینہ باایں عنوان کبھی دوبارہ،
کاش دائم رہے یہ نظارہ!
خلط ملط اب جو بہ شدت ہوئے عقل و جذبات
ایک دم ہو گئی تکمیلِ حیات!
بدن و جاں کے لئے لعبتِ سطوت آیا
رونقِ خلوت و جلوت آیا -
ذہن بینا، نظر آگاہ - خرد دانا ہے،

عشق نے آئینۂ حسن میں اب ذات کو پہچانا ہے'
روح کو روح کی ہمسائیگی میں جانا ہے۔
دل بہ دل' شوق زدہ آنا ہے
کہ بدن کے لیئے بچھنا ہے بدن' اور سراپردہ بدن کا سرِبالائے بدن چھانا ہے۔
دلستانی ہے' دلآرائی ہے
اصل خواہش نے بہ اسلوبِ سزاوار نموپائی ہے۔

گرچہ اس منظرِ تخلیق نے محظوظ کیا
خضر نے آئنہ تہ کر کے معاً" جیب میں محفوظ کیا'
اور فرمانے لگے "بس بھئی ملحوظ کیا
جس قدر چاہیئے تھا یہ تراسودائے زماں آگاہی'
ہم چلے--- رہ لگے اپنی راہی!
باغِ فردوس میں دونوں ہیں مزے سے آباد'
بدن و روح کشادہ ہیں' دماغ و دل شاد'
ہر طرح غم سے طبیعت آزاد۔
ہے مناسب رکھیں ہم راحت و تسکیں کا یہی منظریاد'
دل بہ دل رہ ہوئی ہموار تو اب درپئے دل ہم کیوں ہوں
تن بہ تن گر ہیں ملاقی تو مخل ہم کیوں ہوں؟
سن مری آدم وحوا کا یہ ہنگامِ وصال اچھا ہے'
بات اچھی ہے وہی جس کا مآل اچھا ہے--
باندھ لے تو جو گرہ میں یہ خیال--- اچھا ہے
ابتدا ہو گئی ہے خوش فرجام
مرحبا طائرِ فرخ پئے فرخندہ پیام' [51]

کیا ضروری ہے تماشا اسے کیجے بہ تمام'
ممکن ایسے بھی ہے' ویسے بھی ہے صاحب انجام'
چین سے وہ بھی رہیں' ہم بھی کریں اب آرام'
صبح کے بعد ہے شام!
رائے چل یہ مری مبنی سوئے ظن پر ہی ہو'
صحبتِ چشم تو تا دیر رہی' زود کہانی یہ مگر ختم سخن پر ہی ہو۔"
---میں جوابا: "وہاں سب کام نہیں ٹھیک نبیڑا ہو گا'
نغمۂ درد اگر سازِ دلِ زار نے چھیڑا ہو گا

❖ خواہش کا بیان

تو یہ خواہش کا بکھیڑا ہو گا!
خواہش---اے مہرباں اس کے کئی تیور' بڑے تیکھے بھی' بڑے سادہ بھی
آدمی اس کے سبب ہے ابھی اک چیز سے بیزار' ابھی اس ہی کا دلدادہ ہے'
شوق سے جینے پر آمادہ بھی
اپنی منشا سے لگائے ہے یہی موت گلے'
قصہ کوتاہ کہ خواہش سے چلے
کارواں زیست کا آسودہ و نا آسودہ'
بسکہ دامن ابھی پاکیزہ' ابھی آلودہ'
ایک سے ایک وہ خواہش ہے کہ بس [۵۲] دم نکلے
نکلے ارمان بہت بھی تو بہت کم نکلے'
جگر و دل کا احاطہ کئے ہے اور محیطِ سر ہے'
گرمئی خون اسی سے ہے' یہی جذبہ عرق آور ہے
ہر بد و نیک کا کاری گر ہے'
آدمی کی ہے سواری' سرِ گرداں لئے جاتی ہے اسے

پر پرواز نہیں رکھتا ہے لیکن یہ اڑاتی ہے اسے'
گاہ یہ کوہ پہ لا پھینکتی ہے' گاہ سمندر میں بہاتی ہے اسے'
خود طلب کوش و خود اندیش و خود آگاہ بناتی ہے اسے'
خواہش اک جہدِ مسلسل کے لئے تازہ افق دیتی ہے
متواتر یہ سبق دیتی ہے:
مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود!
---- خوبصورت ہے وہ خواہش کسی انساں کی جو انسان کو ہو'
کلیت چپ رہے' والب نہیں بہتان کو ہو'
داغدار اس سے شرف' خطرہ نہ ایمان کو ہو'
وصلِ جاناں کی طلب جان کو ہو'
یا ہوائے گلِ آراستگی گلدان کو ہو۔
واہ وا خواہشِ ایں بارِ دگر -- ایں دگرے
آدمی ہوش میں دیوانہ کہ اس طرح وہ محسوس کرے'
سوز اور ساز کی کیفیتِ دلچسپ -- جئے اور نہ مرے!
-- اور وہ شخص کہ بے خواہش ہے
ہے سزاوارِ نکوہش کہ حیات اس کے لئے کاہش ہے'
جو نہ احساس برشتہ ہو گا
وہ کوئی عرش نشیں قدسی و غلمان و فرشتہ ہو گا'
یا کہو حور کوئی
صنمِ مرمر و بلور کوئی'
ہستیِ خود پہ گراں -- بے بس و مجبور کوئی۔
اک کھلونا ہے جسے پھینک دے یا جی کرے کھیلے کوئی

ڈھور ڈنگر جسے جس سمت بھی لے جائے، دھکیلے کوئی
ایک تنکا جسے ٹھہرائے کہ ریلے کوئی!
وہ جو اک فلسفۂ جبر ہے' اس کا شہکار
لازماً "صبر شعار'
شیوۂ زندگی یکسر جسے جاں کا آزار۔
پابجولاں ہی رکھے وقت کی زنجیر اسے
کہیے ناکارہ و زندانیِ تقدیر اسے
قفسِ ضبط میں بند اور قضا۔ سجنِ قضا میں محبوس'
ارتقائی سفر از راہ گذارِ معکوس۔
سنگساری کے لئے عضو گڑے ہوں جیسے
جسم کی قبر میں مدفون حواس اور عناصر۔۔ نظرانداز پڑے ہوں جیسے۔
۔۔خواہش اب قصۂ آدم کا بنی سرنامہ'
ہو گیا اس کے سبب عرصۂ ہستی میں بپا ہنگامہ'
جیسے دروازۂ دل پر تھا ابھی تک پڑا قفلِ ابجد
حاؤ واؤ الف [۵۳] اکنون کلیدش آمد'
جسم میں آئی اسی رہ سے ہوائے حوا
اب تو آدم کو نظر کچھ بھی نہ آتا تھا سوائے حوا۔
عہد بر عہد بدستور بناتِ حوا
ذات در ذات وراثت شدہ ذاتِ حوا
جو ملی ہے تو بصد ناز وہ انجام دیئے جاتی ہیں
اذن پابند نہیں نطق کا نظروں سے بیاں مدعا فرماتی ہیں'
گاہ کرتی ہیں خیالوں میں سرایت' گہے اعصاب پہ بھرپور طرح چھاتی ہیں'
مرد کی آرزوئیں ان سے نمو پاتی ہیں

غایتِ حس کو سمجھتی ہیں -- یہ سمجھاتی ہیں!
صنف نازک کا حجابانہ کنایہ سے خفی شہ دینا
کسمسا کر کبھی اعضائے بدن کو یہ صفی کہہ دینا'
مرد کی اہلیتِ خفتہ و خفیہ کو جگا دیتی ہے
اشہبِ شوق کو مہمیز لگا دیتی ہے'
گھیر لے خوف قوی کو تو یہ کمزورا سے دل سے بھگا دیتی ہے!
--- [54] ہاو ہو کا انہیں کچھ درک نہیں تھا' پیہم
شغل یک گونہ یہ فرماتے رہے تھے آدم
سایۂ سدرہ و طوبیٰ میں قعود اور قیام
شب و روز و سحر و شام...
لبوں پر تھا وظیفہ -- ھو ھو
باوضو...
ختم و شروع'
ایک کیفیتِ رقّت میں گرفتار -- خضوع اور خشوع
ذکر و تہلیل میں مشغول -- کہ پھر ہائے کی منزل پہنچی'
خواہش آخر بہ سرِ دل پہنچی۔"
خضر قائل ہوئے کہنے لگے "یہ بات تمھاری بڑی جی لگتی ہے
بعض کہتے ہیں کہ مکتی [55] ہے یہی' بلکہ یہی بھگتی [56] ہے
ترکِ خواہش کریں۔ گھوڑے کی نہیں چھوڑ دیں ڈھیلی باگیں
تپسی اور [57] ترشنا تیاگیں
تن تجیں۔ خود شکنی سعی ہو -- من سے بھاگیں
دہر بیزار بلاشک ہو جائیں'
بن نہیں پائیں جو بھکشو [58] تو اپاشک [59] ہو جائیں'

مٹھ گپھاؤں میں کریں دھیان گیان
یوگ [٦٠] چنتن کریں انگ انگ بنائیں ہلکان'
کلپنائیں ادھک اس آتمار کھشا کے لئے بھوک کی اور پیاس کی لیں
برہمچار [٦٠] آشرمی چھوڑ کے سنیاس [٦١] کی لیں'
راہب و راہبہ ہوں ذات کو تائب کر کے'
دیکھتے بھالتے ہر منظرِ موجود کو غائب کر کے
مستحب مان کے مکروہ' محاسن کئی منجملہ معائب کر کے۔
بحث و تمحیص کو کس واسطے یہ رخ کج دیں
کیوں روا چیز کو صاحب تج دیں'
دل سلامت تو بدن میں کوئی خواہش کو جکڑ سکتا ہے
بھائی مٹھی میں ہوا کون پکڑ سکتا ہے؟
گرم سب خون کی رو اس سے ہے
زندگانی کی تو ساری تگ و دو اس سے ہے۔
مانئے' بلکہ اسی چیز سے ہارے ہم ہیں
خواہشِ زندگی دائم ہے' نہیں موت کے مارے ہم ہیں'
آرزومند اسی امر کے سارے ہم ہیں
سب کو اس کا نہیں یارا ممکن
ہے کسے موت سے چارا ممکن
قابلِ غور ہے اس ضمن میں گو نکتہ کوئی۔ لے جو قرینے کا مزہ
گر نہ مرنا ہو تو کیا خاک ہے جینے کا مزہ [٦٢]
یہ جہاں ایک رباط--
پھر بھی کیا کیا نہیں جی کو ہوسِ کارِ نشاط [٦٣]
نہ لپیٹے گی کبھی موت مکمل یہ بساط

زندگی یوں ہے مسلسل جاری
جب سے نکلی ہے، روانہ فرسِ وقت پہ ہے اس کی سواری...
یہ رواں --اور دواں --اور جواں --
جاوداں، بے اثرِ زنگِ زمانہ و زماں!
سب یہ خواہش کا کرشمہ ہے-- تماشا اس کا،
کھل ہی کھیلی ہے یہ جنت میں، نہیں عیب کوئی دیکھنا حاشا اُس کا--"
-- کہہ کے یہ جیب سے بیرون کیا
پھر نظارے کے لئے آئینۂ وقت نما۔
دیکھتے کیا ہیں عزازیل بھرا بیٹھا ہے
عرش پر ہٹ کے فرشتوں سے ذرا، بیٹھا ہے۔
وہی مغرور --وہی غرّہ و غرازی [۶۴] و غرفش [۶۵] کا اٹھائے ہوئے اندوختہ ہے،
کوفتہ سوختہ ہے، سخت برافروختہ ہے،
متکبر، روئے ملعون پہ تاؤ جھاؤ
چاٹتا جائے مسلسل گھاؤ۔
اپنی ہستی پہ بزعم اس نے لگایا تھا مناسب داؤ
وہ مگر خوار رہا،
خفقانی و خفیف و خفا-- اب کیفیتِ ہزم سے دوچار رہا،
مرتبے سے وہ سبکدوش سبک سار رہا،
حکمِ یزداں سے بہ ابرام اسے انکار رہا
وہ گنہ گار مجسم، وہ سراپائے خطاوار رہا،
الرجیم و لعین، الداخل فی النار رہا--
وہ سمجھتا تھا صعوبت نہیں اس پہ ہے یہ سرتابی کی،
وجہ دراصل ہے اس سا ی خرابی کی...

کہ برتی گئی آدم سے رعایت بے جا'
کر گئی اس میں کسی ذات کی تقدیس سرایت بے جا
تھی نہیں خاک کے پتلے کے خلاف اس کی شکایت بے جا۔
پس صف آرا نہیں یزداں کے خلاف
برملا اس کا تو آدم سے ہے اعلانِ مصاف
نہ کرے پر نہ کرے روسیہ بیری کو معاف--
انتقام اور رقابت کی سعیر آگ میں انگار ہوا'
لڑنے مرنے پہ کمربستہ و تیار ہوا
دل بڑا قابلِ یورش نظر آیا--وہیں اک وار ہوا'
خواہش اس دشمنِ خناس کا ہتھیار ہوا
آدمی ایک حسیں جال میں ترکیب سے آسان گرفتار ہوا'
کرنی بھرنی ہوئی' عبرت کا سزاوار وہ نا کیفرِ کردار ہوا'
کھیل وہ بعد کا'---فی الوقت کوئی پردہ اٹھا دیتا ہے
وہ تناظر کہ سماں لطف سوا دیتا ہے'
خود بخود گھٹتا نظر سایۂ آسیب آیا
بلکہ اِو جھل ہوا بد زیب-نیا منظرِ خوش زیب آیا'
خرم و شاد ہیں آدم--- تھی کلی دل کی بہت خوب کھلی
خواہشِ خاص کا حوا انہیں انعام ملی--
دلستاں' دلبر و دلدار' دلآرا' دلخواہ
دلکشا اور دلآرام کہ واہ---اور دل آشوب کہ آہ!
ناب' پاکیزہ و معصوم--مگر دلکش و دلچسپ عجب درسِ گناہ
اس کی تحریک پہ آدم نے پڑھا'
زن بڑھی ++ مرد بڑھا--

سہل آموختہ --- اربابِ جناں کے لئے شاید ہوا دق
گریہ سیکھیں تو فرشتوں کے اثیری قویِ اعصاب ہوں شق
یاد رہ جائے تو حوروں کے رخِ نور نما کا امٹ انداز ہو فق
جس کا عنوان تھا --- ترغیب و تقاضا --- وہ سبق'
ہاں وہی زیست کی قابوس کا ہر ایک ورق
کیسا ارژنگ ہوا آج' یہ کل کورا تھا'
اولیں قلزمِ جذبات میں ہلکورا تھا ---
جسم کی جھیل میں یہ کنکری پہلا 'کہ لہو میں کئی گرداب پڑے' دائرے پیہم پھیلے'
ورنہ تو صرف ہوا کے تھیلے
اجنبی لذتِ خواہش سے تھے جنت میں فروکش آدم
غش کیا تھا' نہ کسی سے ہوئے تھے غش آدم!
جان ہو جان سے انجان' تو پھر کون کسی کا محرم
محرمِ اجنبی و ہم نفسِ نامحرم ---
اس طرح نابلدِ بلدیۂ ذاتی ہوں
جیسے دربان پہ ممنوع سب اسرارِ محلاتی ہوں!
اور وہ ایک تھے --- اب دو جو ملے' خواہشِ خوش کھل کھیلی'
تاک میں ان کی عزازیل ہے' اللہ بیلی ---!
یوٹوپیا
منظر آراستہ پیراستہ آگے دیکھو ---
اب زن و مرد یہ دو
شاد خور سند مقیم'
سرِ فردوسِ نعیم۔
معتدل آب و ہوا' غیر مخل حول و فضا' زندگی دشوار نہیں

اک کو دیگر سے غرض مند سرو کار نہیں،
بے سبب درپئے آزار نہیں،
نہ بلاوجہ عدو کوئی تو بالوجہ کوئی یار نہیں---
وہ عزازیل کے مذموم ارادے سے خبردار نہیں
چاہئے تھا رہیں چوکس---- مگر اس وقت تو بالکل بھی وہ ہشیار نہیں
ہائے زنہار نہیں---
کیا فراغت سے شب و روز بسر کرتے ہیں
آگہی ساز سے کم، اس لئے بے سوز بسر کرتے ہیں،
مرفہ الحال-- تہی دست، قناعت ایسی
کہ تجارت ابھی، صنعت نہ زراعت ایسی،
مزد و محنت کا تصور نہ منافع کا خیال
زندگی اس لئے آساں فی الحال،
قرضہ و فدیہ و تاوان و قصاص و دیت و نخرہ و عوضانہ سب
ڈالیاں، ہدیہ و نذرانہ سب
سود، تعلیق، [٦٦] جرمانہ سب
حاصل و یافت و ہرجانہ سب
دور کی بات ابھی---
حکم حاکم بھی نہ تھا مرگِ مفاجات ابھی-
احتیاج (آفتِ جاں) کیفیتِ نامعلوم
کوئی محروم وہاں پر نہ کوئی نامحروم
بلکہ بے ساختہ بن کر مقسوم
ہر مراد اور طلب بر آئے،
آپ ہی ہاتھ میں مقصود کا گوہر آئے-

ہوس و حرص ہیں قید
قلت و قحط کے عفریت لہٰذا ناپید'
آدمی آدمی کے واسطے صیاد نہ صید۔
نفع، نقصان، نہ مہنگائی نہ ارزانی ہے'
خاص کی عام فراوانی ہے۔
بو، کثافت نہ جراثیم۔۔ ہوا ہی [٦٧] ہے رمیم اور نہ پانی ہی سقیم'
بلغم و صفرا و سودا ہے، نہ کھنکار نہ کف' راد نہ ریم' [٦٨]
شہر بے شہر پناہ'
کوئی دربار نہ کوئی درگاہ'
نہ رعیت نہ وڈیرہ نہ رعایا نہ ابھی عالی جاہ
مدعی اور نہ منصف، نہ گواہ۔۔
گدیاں تھیں نہ کہیں ڈیرے تھے'
مرشد و میر ابھی تک نہ ترے میرے تھے۔
خانۂ بے در و دیوار، حویلی نہ سرائے، ہی ابھی
پگڑیاں اور نہ کرائے، ہی ابھی'
تھی بلا شرکتِ غیرے کوئی جاگیر۔۔۔ کہ تھی'
منحصر اس پہ نہ حیثیت و توقیر، کہ تھی
ہبہ و رہن و تمسک، نہ قبالے کوئی
تھا نہ جو قاعدے قانون نکالے کوئی،
فرض، اخلاص سے بے لوث محبت کرنا
قرض، انساں پہ تھا انسان کی خدمت کرنا'
زر تھا ناپید، زمیں دور تھی، صرف اک زن تھی
ناشناسائے فتن تھی۔۔ سو نہیں کوئی بہم ان بن تھی،

مرد بھی ایک ہی تھا' اس لئے دنگا نہ فساد
بغض' کینہ نہ عناد'
کوئی بیگار نہیں تھی' کوئی بیکار نہیں
تندرست اس لئے دل' ذہن بھی اس واسطے بیمار نہیں!
کیسے آرام سے دونوں کی گذرتی ہے وہاں--
سرگراں' شکوہ کناں اور نالاں
ہے اگر کوئی عزازیل ہے-- فردوس بدر وہ ازلی نافرماں'
دشمنِ آدم و حوا-- وہ عدوئے انساں'
پیہم اس ٹوہ میں جنت سے اکھاڑے ان کو
یوں فضیتا کرے اس طرح بگاڑے ان کو
کہ بچا ہی نہ سکے کوئی بھی پھر آن کر آڑے-- ان کو!
ہوئی تذلیل اکڑفوں جو دکھائی اس نے
کھائی منہ کی' بڑی خفت سرِ فردوس اٹھائی اس نے---
خاک سی چیز میں جس وقت نفوذِ شررِ جان ہوا
گل کھلا کیسا کہ گلخن یہ گلستان ہوا۔
باغِ جنت پہ فرشتوں کا اجارا نہ رہا'
اب کہیں اس کا ٹھکانہ نہ رہا' کوئی دوارا نہ رہا
ملک یہ اس کا وطن تھا' یہی گھر تھا کل تک
مالک اب جو بنا بیٹھا ہے' کہاں پر یہ بشر تھا کل تک۔
وائے ناپید [٦٩] کا پیدا ہونا
اپنے معشوق کا اک غیر پہ شیدا ہونا!
ٹھیس پہنچی ہے--- بھرے گا وہ انا کا گھاؤ'
خوار ہو کیسے رقیب' اب وہ یہی سوچ رہا ہے داؤ

ہے خطرناک یہ تاؤ بھاؤ۔
زن یہ اک اور یہ اک مرد تھے فردوس میں شاداں آباد
مطمئن--- فکر و تردد سے سراسر آزاد'
خوب محفوظ تھے وہ--- ارفع و بنیان المرصوص
چار سو ان کے فصیلیں تھیں' وہاں پر مخصوص
گرزبردار فرشتوں کے تھے پہرے بھی سخت'
آہنی باب' کلس' برج' کٹہرے بھی سخت
کہ پرندہ بھی نہ پر مار سکے
دیو' جن' بھوت' بلا--- کوئی نہ کر پار سکے۔
دیدباں نفطہ کا برسائیں وہ مینہ' حارس اگن بان کی بوچھار کریں
طرفۃ العین میں خاکستر وفی النار کریں
رخ ادھر کا کرے مردود و خوارج جو بھی
امنِ گردون میں حارج جو بھی'
مستقل چھوٹتے رہتے ہیں شہاب'
وہ چکاچوند ہے سولے کے لبادہ و نقاب
آئے بھی گر' تو عزازیل کا ممکن ہی نہیں تھا چلے حیلہ کوئی'
متلاشی تھا کہ مل جائے وسیلہ کوئی:
عرش پر کیسے چڑھے'
جانبِ آدم و حوا وہ بڑھے۔ کیسے بڑھے؟
کہ دھکیلے انہیں' کر کے وہاں تیار تباہی کے گڑھے!

---الغرض' دونوں طرف آئینۂ وقت میں عالم یہ تھا---
ان کا معمول گجردم یہ تھا

وہ عبادت سے زن و مرد، اٹھا کے سرِ خم
بہرِ گلگشتِ خیابانِ ارم
دور نزدیک نکل جائیں --- مگر یہ ہنگام
سب بہ دورانِ خرام
اک عبادت ہی کا تھا حسنِ قرینہ -- کہ جو تھا،
ہر طرف سامنے نیرنگیِ قدرت کا خزینہ کہ جو تھا!
دیکھتے جب تو زباں حمد سرا، زمزمہ پرداختہ ایسے ہونا
لفظ ادا روح سے بے ساختہ ایسے ہونا:
"مرحبا -- خالقِ یکتا! ہیں فقط آنکھیں دو،
کیسے ان سے یہ بھلا ممکن ہو
کہ سمیٹیں نظر افروز نظارے سارے
تتلیاں، پھول، پکھیرو -- تارے!
اور پھر ایک زباں ہے -- یہ ادا
شکر کر پائے تو کس طرح کہ انبار ہے وہ نعمتوں کا
بے طلب نوع پس نوع جو فرمائیں عطا،
مانگنے پر بھی اگر آئیں سوا مانگنے کیا
یہ ہیں اقسام کی مفرط، عددا "لا احصا،
جا بجا سلسلہ لامتناہی
ہے وہ جس سے نہ مکمل ہو کبھی آگاہی،
منہ سے بے ساختہ نکلے --- اے واہ،
ربِّ بحمدِکَ، سبحانکَ -- اللہ اللہ!
زندگانی ہے - شعور اس کا مہیا بہ فراوانی ہے
مہربانی ہے، خدایا کرم ارزانی ہے --"

❖ شجرۃ الممنوعہ

اتفاقاً اسی تفریح کے دوران -- اک بار
تریاہٹ کرکے بہ شدت اصرار،
جیسے رہوارِ تجسّس پہ سوار،
باغِ پائین میں اک تختۂ سرسبز پہ حوا آئیں
ترکِ ہمراہیِ آدم کئے -- تنہا آئیں۔
دیدنی منظرِ رعنائی یہاں اور ہی تھا
گل بداماں سماں اور ہی تھا'
یک بیک اوٹ میں کچھ دور انہیں آیا نظر
اک عجب وضع کا بیگانہ شجر
لہلہاوٹ وہ عجب تھی اس پر
کرکے مسحور نگاہوں کو 'گئی دل میں اتر'
اس پہ تھے یشب و زمرد کی طرح برگ و بر
خوشہ ہر شاخ تو ہر خوشہ ثمر'
بہرِ ہر حس تھی مہک، زود اثر
اشتہا خیز --- بہت'
خواہش انگیز بہت'
وہ دلآویز بہت --- دل میں لہٰذا ہوئی محسوس طلب
اس قدر تیز شدید ایسی' ہوا خواہِ طرب
بے خودانہ وہ بڑھیں --- وائے مگر یہ میوہ
اس پہ قدغن تھی خدیوہ....
رہے ملحوظ وہ راضی برضا کا شیوہ!
لیکن اے وائے کہ تھی ٹھیک جو نیت 'الٹی

قدغن، آمادہ کئے جائے طبیعت الٹی،
سرسرائی حسِ مس انگلیوں میں اور نظر للچائی،
موئی گھلتی سی حسِ ذائقہ منہ کو آئی،
آزمائش میں پڑے کام و دہن۔
چاہے کوئی جتن!
یہ مگر کیا کہ ہوا ذہن خراب،
تولنے بیٹھ گیا آنک کے پلڑوں میں عذاب اور ثواب،
دھرم کانٹے سے لگا کر میزان
گوشوارے میں دکھائے، تو دکھائے ہر آن
خاص کچھ نفع نہیں ۔۔۔ سب نقصان!
دل میں آبیٹھا ہے یہ کیسا چور
اوئی اللہ یہ طلب، نوج یہ خواہش منہ زور،
طبع یوں صیدِ کشاکش کبھی پہلے تو نہ تھی
اہلے گہلے تو نہ تھی،
ہاتھ میوے پہ لپکتا تھا اتارے بڑھ کر
پھر پلٹ آتا تھا وہ، خوف کے مارے، بڑھ کر
یہ ہے ممنوع اسے چکھنا نہیں اچھا ہو گا،
یوں نہ ہو جائے کہیں، یوں جو ہوا، کیا ہو گا؟
یہ نیا تجربہ خواہش کا، عذابِ دل و جاں کیسا ہے،
اتحادِ شکم و کام و زباں کیسا ہے،
یہ بپا معرکۂ سود و زیاں کیسا ہے،
وسوسہ اور گماں کیسا ہے،
امتحاں کیسا ہے!

حیص بیص اور کنم یا نہ کنم کا بحران
یہ تذبذب کیے جائے ہلکان'
پھر جو وہ خاصۂ نسوانی ہے
کہ ابھی بادۂ سرجوش' ابھی پانی ہے'
آگیا طبع میں جیسے مانع'
اور وہ ہو گئیں یک دم قانع!
کم ہوئے پر بھی طلب اور زیادہ ہونا
نہ مگر خوف سے خواہش کا ارادہ ہونا'
پس مڑی' عزم سے جو ایک لخت
اور پھر دور رہوا۔۔۔دور وہ ممنوع درخت'
بال بال ایسی بچی وہ خوش بخت'
اب قدم جم کے پڑے' تیز وہ چلتی ہوئی چال
جا کر آدم کو سنائیں گی یہ سارا احوال۔

اس طرف ایسے ہی موقع کی عدو تاک میں تھا
داغ رسوائی کا جس کے دلِ صد چاک میں تھا
اور ماتھے پہ کلنک'
روح میں زہر کی تکلیف تھی' محسوس لگا تھا وہ ڈنک '
پھر وہی اس کی طبیعت میں ابال آتا تھا
ہائے رہ رہ کے خیال آتا تھا
الملائک کا معلم تھا وہ اس عہدہ سے معزول ہوا
صاحبِ علم تھا مجہول ہوا
غیر مقبول ہوا'

ہاویہ زاویہ ہے، مستقر اس کا ہے سقر
نور کنار میں گھر۔
علق و ریم سے پیدا انساں
پوچ۔ پھٹ۔ پنچ جنم، ہیچ مداں،
اس زبونی کے سبب، اور وہ یوں شعلہ بجاں
آتشیں تا بہ ابد اس کے مکاں اور زماں،
قرب سے دور ہوا، راندۂ درگاہ بنا
کوہ تھا --- کاہ بنا!
کیا غضب، دربدری شومئی حالات سے اس کی قسمت،
اک بتِ خاک کے قبضے میں رہے وہ جنت
جو ملائک کی تھی جاگیر بلا شرکتِ غیرے کل تک۔
پس اسے -- اس کے مربی کو خبر ہو بے شک
وہ کہ غاصب ہے اسے عرش سے جانا ہو گا
مثلِ دوزخ ہے کہیں ایک کرہ -- اس پہ ٹھکانہ ہو گا،
مجھ پہ ٹھونسی گئی ہے ایک مہم -- اب یہ چلانی ہو گی
جان پر آن پڑی ہے تو نبھانی ہو گی،
آبرو جا ہی چکی، کوئی حرج اب نہیں سر جاتا ہے
مار کر اپنے عدو کو نہیں مرتا ہے جری جاں سے بھی گر جاتا ہے۔
میں تو برباد ہوں، درکار ہے آدم کو بھی برباد کروں،
اس مہم کے لئے تازہ ستم ایجاد کروں،
چاہئے زیرکی سے کوئی نکالوں ترکیب
اور آگے جو نصیب!
مرد ہے کائیاں بھرّے میں نہ آئے شاید

وہ بلاواسطہ دھوکا نہیں کھائے شاید۔
زن کہیں کاش ملے‘ اس کے ذریعے سے بڑی بات نہیں‘ بات اگر بن جائے
سامنا ہو جو اکیلے کسی چکمہ سے اسے پھسلائے‘
سبز باغ اصل کے مصداق جو وہ دکھلائے
ایسے شیشے میں اتارے کہ بنے ہم رائے۔۔
خیلہ [۷۰] خود بیں ہے‘ خوشامد ہی سے ڈھب پر آئے‘
کارگر نسخہ ہے یہ کام میں اس کو لائے‘
ڈیرہ فردوس سے چلتا کرے‘ یاں سے عملہ [۷۱] فعلہ اگر لدوائے‘
تپ زدہ دل میں پڑے ٹھنڈ۔۔وہ تسکیں پائے

خوب تھیں جنتِ فردوس کی محفوظ ثغور‘
گرزبردار‘ تنومند فرشتے‘ بڑے چوکس تھے ہر اک جا مامور
برج‘ کنگورے‘ کلس‘ گمتیاں‘ گرگج‘ مینار
تھے ہر اک ناکے پہ نگراں متعین ہشیار۔
پھر بھی سیندھ ان کی نگاہوں سے لگائی کہیں دور‘
شرپسندِ مقہور
وہ عزازیل‘ پلٹ کر آیا
کائیاں‘ کینچلی میں سانپ کی اندر آیا۔۔
عین اس وقت کہ آدم کی طرف لوٹ رہی تھیں حوا
فرطِ جذبات میں کچھ دیر بھی تھیں حوا
گرم لوہا تھا پڑے چوٹ تو مڑ سکتا تھا‘
دام ڈالو‘ تو پرندہ نہیں اڑ سکتا تھا‘
ٹھیک موقع پہ وہیں سلسلہ جڑ سکتا تھا

جس جگہ پر یہ ابھی تھا ٹوٹا'
خوش ہوا دیکھ کے یہ صورتِ احوال وہ عیار' فریبی' جھوٹا
ظاہری' رسمی لبق [۷۲] اور طبق سے چھوٹا۔
کامیابی کا بالآخر خشے امکان ہوا
سوئے تدبیر کا سامان ہوا
کام آسان ہوا۔۔
لوٹا پوٹا وہ راہ میں آ کر ٹھہرا'
ان کے قدموں کو سر آنکھوں پہ لگا کر' ٹھہرا
پھر خوشامد سے لگا یوں کہنے:
"خانمِ من! گل وا نجم رتن الماس کی مانند بصد شوق ہوں تیرے گہنے'
فخر ہے عقدِ ثریا ہو ترا پنچ لڑا'
چاند ہو ساعدِ سیمیں میں کڑا'
ابر کالہریا کھل جائے دوپٹے کی بنے گر سنجاف'
حور کے دل میں گرہ ڈال دے تیری موباف'
خدّ و خال اور یہ قامت' یہ شبیہہ
ہیں بدیع ایسے ۔۔۔ بدیہہ
صاحبِ ذوق قصیدہ لکھے
ہو کے گرویدہ لکھے'
نرگس و لالہ و گل ماند پڑیں ایسی وہ کیفیتِ رخسار و لب و دیدہ لکھے
۔۔۔ اور تشبیب میں ممدوحہ کے اوصافِ حمیدہ لکھے'
غزل ایجاد کرے تیرے حوالے سے' ہر اک شعر فریدہ لکھے
۔۔۔ پھر یہ سب کچھ وہ شنیدہ لکھے۔۔
ہو جو دیدار ترا' ہونٹ پہ عش عش آئے'

گنگ ہو جائے اسے غش آئے!
ہر بلا دور تری پھول سی نازک جاں سے
ایسی عجلت میں نہ جا زود پشیماں -- یاں سے'
ٹھہر اے حسن دلآرا -- رک جا!
ایک ناچیز پہ اے چشمِ فلک رس جھک جا'
اک پرستار تری چھاؤں میں آ بیٹھا ہے
دھول کی طرح ترے پاؤں میں آ بیٹھا ہے،
حسن و خوبی سے تو ہر ایک کو محبوب ہوئی
شستگی تیرا قرینہ ہوا' شائستگی اسلوب ہوئی'
یہ تری سادگی و سادہ دلی شیوۂ مرغوب ہوئی
خیر خواہی مجھے اس واسطے مطلوب ہوئی'
-- یہ بھی اک بات بڑی خوب ہوئی
تو یہاں نعمتِ نایاب کو ٹھکرا کے چلی،
چشمۂ آبحیات -- اس پہ تو آئی بھی تو بے نیل و مرام آ کے چلی'
اے مری خانمِ صد دل آرام!
سوچ مستحسن و معقول نہیں یہ اقدام'
مان میری' مری مانند یہ میوہ چکھ لے
احتیاط ایسے مواقع پہ ہے نادان کا شیوہ -- چکھ لے،
توڑ کر تو اسے منہ میں رکھ تو'
بے تکلف یہ ذرا سا ہی سہی لے' چکھ تو
ذائقہ کیا' تجھے تاثیر کا اندازہ ہو
ساری جنت میں تری ذات کا آوازہ ہو'
ایک دم اس کے اثر سے تری زیبائی و رعنائی میں

غمزہ و ناز و دلآرائی میں
چار چاند اور لگیں،
مہ جبینانِ ارم سامنے ماند اور لگیں!
اک ذرا کھایا جو میں نے تو مجھے مل گئی ہے گویائی
زود اثر فیض سے کیسی یہ سعادت پائی
ہمکلامی کا شرف ہے تجھ سے،
بے زبانی کے سبب کرمِ حقیر اب نہیں یہ ایک طرف ہے تجھ سے،
ہاں مجھے رتبۂ عالی یہ ملا ہے اس سے
دیکھ کیا غنچۂ گفتار کھلا ہے اس سے،
میرا مقدور مقدر نہ تھا ہرگز یہ لبِ نطق سرا
دلبرا گوش نیوش آج ذرا !
استطاعت مجھے قسامِ ازل نے یہ کہاں بخشی ہے
بے زباں کو اسی میوے نے زباں بخشی ہے،
ہیچ پوچ ایسا یہ میں مجھ پہ ہو تاثیر ایسی
تیرے حق میں تو بنے اور بھی اکسیر ایسی
کیا سے کیا تجھ کو بنا دے --- ترا ارفع ہے خمیر !
بس مری بانوئے باہوش نہ کر اب تاخیر
دہن و لب کی تواضع کے لئے ہو تدبیر،
خانمِ من! متفکر نہ ہو، مت ہو دل گیر
یہ وہ حرکت نہیں، جو باعثِ شامت ہوگی،
کس لئے اس پہ ندامت ہوگی
کوئی ہوگی بھی تو بیکار ملامت ہوگی
بلکہ اس پھل کی تری ذات پر افزود کرامت ہوگی،

آپ فرمائے اگر اندازہ
حسن پر کیسا نکھار آتا ہے جب اس پہ چھڑک دیں غازہ!
پس جسے اور ہر اک خوبیِ حس حاصل ہو
اس کے اندامِ چمن فام سے یہ چیز بھی گر واصل ہو
کیا نہ ہو جائے گی وہ '
اندروں ذات میں بیروں سے سمو جائے گی وہ '
میں کہوں کیفیت اس سے وہ ودیعت ہو گی
ذات کی نشو و نما حسبِ طبیعت ہو گی!"
چاپلوسی اثر انداز ہوئی جاتی تھی
لگ رہا تھا طلب و آز ہوئی جاتی تھی ،
سعی در کار ذرا اور کہ آمادہ کرے '
استفادہ کرے...
اب اس ثمرِ ہوش ربا سے حوا '
دام کے واسطے دم اور دلاسے حوا
چند در کار تھے ' برجستہ گرہ دی یہ لگا
تیل جلتی پہ پڑا:
"عین ممکن ہے تجھے ذات کا وجدان ملے '
عقل سے رشتۂ احساسِ دل و جان ملے '
ماسوا بلکہ وہ گنجینۂ عرفان ملے
پردۂ کن فیکوں پر علی الاعلان ملے
ارتقاء کا نیا امکان ملے!"
چشمِ بے خواب میں آراستہ یوں کر دیا خوابِ رخشاں
خوشنما منظرِ نادیدہ عیاں

ذہن سے وسوسۂ سود و زیاں دور کیا
قائل و مجبور کیا۔۔
"۔۔۔اے بد انجامیِ انساں کے بہ حیلہ جویا
سن سکے گر تو یہ سن ٗبیج شرارت کا دلِ سادہ زمیں میں بویا
زیرِ لب خود سے ہے حوا گویا۔"
صورتِ حال کا شاید ہوا منظور لحاظ
یہ لبِ خضر پہ بے ساختہ آئے الفاظ'
پھر وہ چپ ہو گئے۔۔۔ حوا کا ذہن لفظ چکاں ایسا تھا
خود کلامی تھی ٗ بیاں ایسا تھا:
"وہم سے عزم نہ محصور کریں
محتسب کا نہیں اندیشہ تو کیوں رند نہ شغلِ مئے انگور کریں'
بسکہ خواہش کو نہ ارمان بنایا جائے
شوقِ سادہ کو نہ ہیجان بنایا جائے'
تن بدن میں یہ سلگتی ہوئی سی آگ فرو
اب اگر کیجئے۔۔۔ تو
ایک بار اور فقط ایک ہی بار
دیکھئے چکھ کے ٗ ملے دانۂ گندم سے خمار
زندگانی کا مزہ آجائے
جو نہیں آیا کبھی پہلے ٗ نشہ آجائے'
وجہِ قدغن پہ ہو گر غور ٗ سمجھ میں یہ ضرور آجائے:
آدمی کو نہ کہیں اصل شعور آجائے،
ذات کو ذات کے اندر سے سرور آجائے،
خاک میں جوہرِ نور آجائے،

چل کے خود پاس نہ طور آجائے!
تو ہوئی جاتی ہے امکانِ خورش ہی سے بڑی رمزشناس '
سوچ مت 'ہاتھ بڑھا' کون ہے پاس
بازپرس اور مذمت کا غلط ہے احساس
سب گماں ' وہم ' قیاس ---
سازگار ایک گھڑی سامنے سے ایسی گذرتی ہے کبھی
قلزمِ وقت میں اک لہر ابھرتی ہے کبھی
جو سوار اس پہ ہوا ' پار اسے لے جاتی ہے
اور جو رہ گیا -- تا عمر خراباتی ہے!
کون جانے کہ وہی ساعتِ سعد آئی ہو '
بے شک آئی ہے --- نہ کچھ وسوسہ آرائی ہو -
تو اگر کھائے گی نعمت یہ ابھی کھائے گی
ورنہ تا عمر گئے وقت کو پچھتائے گی '
منہ میں رکھ ' چکھ اسے تو --- اور لبھا کر دینا '
دیکھنے والوں کی نظروں سے بچا کر دینا '
تحفۂ خاص یہ آدم کو بھی تو پیار کے ساتھ
خوب گذرے گی حیات ایک سے معیار کے ساتھ '
میرے اوصافِ حمیدہ میں یہ پھل اور کرے گا ترمیم
شخصیت میری تو ہو جائے گی اصل اور صمیم
پھر جو آدم متجانس نہ ہوئے -- کرنا پڑے گا تسلیم
کس طرح دونوں کی ہموار بھلا گذرے گی
زندگی ایسے تفاوت میں گرفتارِ بلا گذرے گی!"

چپ تھا وہ لاسہ لگا کر کے، بچھا کے پھندے
یوں رہی محوِ کلام آپ سے حوا چندے،
دل ہی دل میں رہی تھی منطق و حجت بازی
ساری منصوبہ طرازی بھی حکمت سازی
کہ یقین آیا-- نہیں آئی ہے وہ اور کے بہکاوے میں
کسی ناجنس کے بہلاوے میں،
بلکہ خود ہو گئی ہر بات سمجھ کر قائل
وائے مفروضہ دلائل...
کہ وہ اب اپنی ہی نیت سے ہوئی
یوں رہا آپ پس و پیش کی دلدوزاذیت سے ہوئی،
خود وہ اقدام پر آمادہ طبیعت سے ہوئی--

کچھ دکھائے گئے، کچھ دیکھ کے خود خوابِ طربناک مڑیں،
جیسے پر لگ گئے حوا کو، اڑیں
انقلاب آئے گا جوذات میں وہ در خورِ منشا ہو گا
لو، شئے راز ہی سے راز اب افشا ہو گا!
شوق نے اشہبِ خواہش کو لگائی مہمیز
دو پہر ہونے کو آئی تھی، ہوئی بھوک بھی تیز--
ہاتھ اٹھایا تھا ادھر، شاخ ادھر آپ جھکی،
غیب کا تھا یہ اشارہ- یہی سمجھی اسے-- حوا نہ رکی-
یہ عزازیل ہی کے ہاتھ کی ہر چند صفائی ہوگی
جعل سے جو اسی نٹ کھٹ نے دکھائی ہوگی،
احتیاطاً" کہ ہے کمزور ارادہ خاتون

چاہئے اور فسون'
تاکہ آڑے نہ ضمیر آئے' یہ مشکل کڑی درپیش نہ ہو
دوراندیش نہ ہو!
وہ کرے ضعفِ عقیدہ کے حوالے اس کو
فیصلہ کن یہی لمحہ ہے سنبھالے اس کو'
کوئی اندیشہ نہ روکے یہ قدم لغزیدہ
دیکھنے پھر نہ لگے سحر کے پردے کو اٹھا کر حسِ دیدودیدہ!
نیت اب کر ہی چکی ہے تو بس اقدام کرے
سیر اس میوۂ ممنوع سے بارے دہن و کام کرے۔
اور۔۔۔ حوا نے وہ پھل توڑ لیا' ذائقہ ممنون کیا'
وائے پرہیز شکن۔ ذات کا خود ہاتھ سے یوں خون کیا'
پھر مزہ واقعی اس میں آیا
تو فقط پیٹ نہیں' بھر کے وہ نیت کھایا!
تب دلیرانہ اتارے اس سے
چند پکھراجیہ پیلے ٹُپے'
جن میں دانے ہی نہیں تھے' جڑے دردانے تھے'
کیونکہ آدم کے لئے بھی تو یہ لے جانے تھے!
کوئی احساس نہ تھا حرکتِ مذبوحی کا
اس زیانِ تنی و روحی کا
بلکہ اک کیفیتِ خاص سے چور'
عالمِ ہوش میں مستانہ' پئے بن مخمور
اب چلی لوٹ کے اک خاص عمل سے مسحور
شاداں۔ خرم و شاداں۔ مسرور۔۔۔۔

دل کا ٹھہراؤ گیا، جسم میں ہلکورے تھے
لال لال آنکھوں میں سرشار کناں ڈورے تھے،
جیسے سینہ میں اٹکتی ہو نکل کر کوئی پھانس،
حلق سوکھا ہوا، بھیگا ہوا لیکن ہر سانس،
جو قرینے سے گندھا تھا وہ ہر اک بال کھلا،
تمتماتے ہوئے گالوں میں گھلا
رنگ گلگونہ -- گلال،
لڑکھڑاتی ہوئی مستانہ چال،
غیر حال اور زخود رفتہ -- پراگندہ جمال،
تیز سے تیز تراب خون کا دوران ہوا
شوق ہیجان ہوا،
ہو گئے بیسیوں پیدا نئے، پورا جو اک ارمان ہوا،
اک پہیلی بھی اگر سوجھتی تھی
عقلِ سنجیدہ بھی سو طرح اسے بوجھتی تھی!--
-- حالتِ غیر جو یہ آئی نظر --- تو آدم
رہ گئے دھک سے، خدا خیر کرے یہ عالم --
اور ہی کوئی ستارہ تھا جبیں پر اب تو
پاؤں ٹکتے نہ تھے فردوسِ بریں پر اب تو،
ہے یہ خانم وہی بانوئے حریم خانہ
بے حجابانہ، روانہ ہے یوں آزادانہ،
اک ادا ہی نہیں جانانہ ہے،
ہر قدم لغزشِ مستانہ ہے،
صاف کہئے کوئی دیوانہ ہے!

ہائے اللہ ---ہوا رنگ یہ کیا'
شانت حوا نہیں بے چین ہے انگ انگ یہ کیا
ڈھب یہ کیا ہو گیا ہے ڈھنگ یہ کیا'
کر گیا دنگ یہ کیا---؟
یہ تو مخلوق کوئی اور ہے چیزے دگرے
لیکن اللہ نہ کرے!
ہے عزازیل کی کارستانی'
یا کہ سرزد ہے بشر ہی سے کوئی نادانی
وائے لاہوت سے ناسوت کی جانب سفرِ انسانی ،
تھا عدو کا یہ تہیہ--ہمیں برباد کرے
ستم ایجاد کرے'
مثلِ دست و دہنِ خود-کوئی حیلہ مرا جلاد کرے'
آدمی طیبِ دلی سے اگر آپ اپنے پہ بیداد کرے
عقل فریاد کرے--
حلقۂ حلقہ بگوشانِ قریبی سے خداوند اسے آزاد کرے ،
اتقیا داور اطاعت سے یہ روگرد--- ثمود اور انہیں عاد کرے ،
نامرادانہ قیامت تلک افگندہ و ناشاد کرے--

○

سوئے سرتاج بڑھیں ناز کے ساتھ ،
گھونگرو بج اٹھے---حوا نے کہا ان سے اس آواز کے ساتھ
جس میں جذبات فزا شدت ہو:
"خون کی تیز نہ یوں حدت ہو--
حیرت انگیز بظاہر یہ مری حالت ہو

متغیر بھی نہ یوں چاہیے---- ششدر مت ہو'
سب کرشمہ یہ اسی نخلِ ثمربار کا ہے
حکم پرہیز کا جس ضمن میں بیکار کا ہے۔
اس میں کوئی بھی خرابی نہیں پائی میں نے
بلکہ اوہام سے پالی ہے رہائی میں نے'
ذہن اب صاف ہوا' فکر رسا ہے میری
شخصیت مان کہ پہلے سے بسا ہے میری'
وہ بہار آئی ہے مجھ پر' وہ مرا جوبن ہے
سامنے پھول نہیں ہے' ترے اک گلشن ہے،
شمع یک شعلہ نہیں' انجمنِ انجم و مہتاب ضیا افگن ہے!
بات سن' تجھ سے الگ جو ہوئی پایاں پہنچی
خود ارادے سے نہیں خاص' کشاں واں پہنچی'
واہ وا کیا چمنستاں پہنچی--
اک جداگانہ بہارِ گل و سبزہ تھی نظارہ افروز،
منتشر خوشبو و الوان اندوز'
دم بہ دم لحظہ بہ لحظہ -- اثرِ ساز بہ سوز!
اک طرف اوٹ میں روئیدہ تھا خوش رنگ نہال
پھل عجب اس پہ کہ رہ جائے نہ بن ٹپکے رال'
مختلف میرا بھی صاحب نہ رہا تھا کچھ حال'
جی یہ چاہا کہ اسے نوش کروں
جو وعید اس کے لئے ہے وہ فراموش کروں،
کیوں عبث محوِ غم دوش رہوں
اور کم ہوش رہوں--

سچ تو یہ ہے کہ اگر نقص ذرا بھر پاتی
نصِ "لا تقربا" سہل آپ سمجھ آجاتی ،
برملا، میں کہوں ناحق کی مناہی ہے یہ
عقل پر دل کی گواہی ہے یہ
بات معلوم ہو منطق سے تہی ،
دیدہ ور آپ یہ دیکھے، اسے پرکھے تو سہی
خطِ تنسیخ وہ خود پھیر دے بر امرِ نہی،
واہ وا اصاف و مصفیٰ وہ ثمر--- آنکھ ہٹائے نہ بنے ،
ہائے بھوک ایسی چمک جائے، دبائے نہ بنے
پھر تو کچھ بات بنائے نہ بنے۔
خیر، تھا جو، اسے کیوں کھانے لگی تھی پھر بھی
وحشت اس بات سے کچھ آنے لگی تھی پھر بھی،
دھیان آیا یہی کیسی بھی سہی حرکتِ نیک و بد ہو ،
خواہ پھر یہ کسی صورت بھی کبھی سرزد ہو
کسی عنوان بنے گی، ہی مری نادانی
اک طرح، خاص کسی طرح کی نافرمانی!
لاکھ سر تیز طلب، مار کر اپنے جی کو
گرچہ بوجھل تھے قدم، لوٹ رہی تھی میں تو ،
یک بیک کیا ہوا، آدم کروں کیسے وہ بیاں
رہ گئی دیکھ کے میں طرفہ تماشا حیراں
کھئے انگشت بدنداں...
نہیں تو مانے گا،
من گھڑت بات اسے جانے گا،

گپ [۴۳] الا تو نی سمجھ لے گا' کہانی نری گردانے گا--
بخدا ہے یہ حقیقت' اک سانپ--
میں جسے دیکھ کے پہلے اوئی اللہ گئی کانپ
گفتگو کرنے لگا صاف زباں میں' وہ شعور
ہو سکے کیا مگر اس کالندکور'
مجھ سے گویا ہوا' ہرچند کہ تھا بے مقدور
مقدرت یہ اسے اس پھل نے عطا فرمائی
کہ ملی گویائی'
پھر مری ذات کے بارے میں دلیل
صاف وہ دی کہ نہ حجت کو ملے کچھ تاویل'
بیّن وبالتفصیل---
بات ٹھیک ایسی' وہ نکتہ کہ ہوئی میں قائل'
قصہ کوتاہ' ہوئی تب مائل
بے توقف وہ پر اسرار ثمر نوش کروں
خود کو منجملۂ ارباب سمی ہوش کروں'
اور پھر اے مرے پیارے شوہر
صیقل اک دم ہوا آئینۂ ہستی بہ تمامی جوہر!
فاش وجدان پر اسرار ہوئے سب' جنہیں بے فائدہ' یوں
ازلی طاقتوں نے ہم سے رکھا تھا مکنوں--
اب تو پہلے سے وہ اعصاب رہے اور نہ خوں'
از سرِ نو ہوئے دریافت دل و چشم و دماغ
مل گیا اپنا سراغ---
مقدرت مل گئی یہ ڈھالئے مٹی سے ایاغ

تیرگی کے لئے کرڈالئے تیار چراغ'
دشت میں کشت اگائیں تو بیابان میں باغ۔
چیر کر سینہ سرابوں کا رواں آب کریں
تشنہ خواہش کو فرو کر کے' علاجِ دلِ بے تاب کریں!
اور سچ مچ وہ کہا مان کے' یہ مان ہوا
کہ در آمد -- مری ہستی میں سر آمد [47] کوئی انسان ہوا--
کئی دلچسپ و حسیں راز سمجھ آئے ہیں'
جسم و جاں کے نئے انداز سمجھ آئے ہیں،
کیفیت یہ نہ بتانے کی' نہ سمجھانے کی
ہاں کرے سعی کوئی آپ اسے پانے کی'
فاش ہو جائے حقیقت ہے نہاں تہ میں جو افسانے کی۔
مخمصے میں نہ پڑ اب تو حق و ناحق پہ نہ جا
لائی ہوں تیرے لئے پیش بڑے پیار سے کرتی ہوں یہ -- آ
لے مرے ہاتھ سے کھا!"
ہو کے برہم کہا آدم نے: "بہت بک چکی' خاموش زنِ ناہنجار!
تیری باتوں میں کسی اور کی ہے یہ گنجار---
جو گئی تھی وہی حوا تو نہیں آئی ہے'
کوئی سودائی ہے
خبط میں دل نیا پانے کے تو
گن گنوا آئی ہے اس اصل پرانے کے تو'
ذہن ماؤف ہوا' تیری نظر کور ہوئی
ذات کمزور ہوئی،
خود کو اس سانپ نے پایا ہو گا

واقعہ تو جو بتاتی ہے یونہی پیش بھی آیا ہوگا'
تو مگر آپ کو کھو آئی--- فنا کر آئی
تو غلط آپ کو مرہونِ اَنا کر آئی'
ظلم یہ جاں پہ' بدن پر یہ ستم رانی بھی
اور اس پر نہیں ابلہ کو پریشانی بھی
یوں نہ دانائی کی ہم زلف ہو نادانی بھی!
خود فریبی کی بھی حد ہوتی ہے
خیر خواہی کرے دشمن تو یہ سخت اور بھی زد ہوتی ہے
۱۷۰۰ کہ اسے بغض و حسد ہوتا ہے' کد ہوتی ہے'
نابلد ہوتی ہے
جو نہ سمجھے یہ سمجھ -- بات اگر بد ہے تو بد ہوتی ہے ،
بات سچ -- صحبتِ بد بد بکند -- ہوتی ہے'
زشت ہونے پہ سرشت اب جو مصر آپ اشد ہوتی ہے ،
رائیگاں اس کے لئے سعیِ مدد ہوتی ہے ،
تب نصیحت بھی فضیحت کی سند ہوتی ہے۔
برملا جب ہو برائی معلوم
جو عیاں ہو مذموم'
کوئی اچھائی کا اس طرح اسے دے مفہوم
۱۷۱۰ وائے ہو بادِ صبا جس کے لئے بادِ سموم'
جس کے نزدیک گل و لالہ ہوں بھر بھنڈ زقوم
یہ جہول اور ظلوم---
خیرہ چشمی یہ -- دہائی -- یہ ڈھٹائی -- توبہ
تو کہاں جا کے یہ کیا چیز بن آئی توبہ!

بسکہ لازم ہے تجھے تائب و شرمندہ ہو
جو ہوا' پھر نہیں آئندہ ہو--
کوئی بھرپور یہ کردارِ نسائی دیکھے'
چور بھی چتر بھی--کیا منہ مرے آئی---دیکھے'
ورغلاتی ہے مجھے زہریہ کھاؤں میں بھی'
خود تو مردار کہیں کی نہ رہی' آپ سے جاؤں میں بھی ،
ناز سے کیوں نہ یہ فرمادیں گے:
'ہم تو ڈوبے ہیں صنم' تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے'
سرزنش چاہیے' نشہ ترا کافور ہو یہ
ماسخورہ تو نہ دل کا ترے ناسور ہو یہ'
چاہنے والا ترا تجھ سے بھلے دور رہے
تاکہ اندازۂ لغزش تجھے بھرپور رہے--
یہ ہی موزوں ہے کہ میں قطعِ تعلق کرلوں
تیری حالت ہو دگرگوں بہ ایں سوداو جنوں ،
ہیچ ہو جائے کہ خود اپنی نگاہوں سے گرے
ڈھونڈتی آپ کو تا عمر پھرے'
نہ پڑے کل تجھے آئے' نہ ملے بیٹھے چین
گیلی لکڑی کے طرح سلگا کرے تو دن رین-
دور ہو جا مری نظروں سے' پرے دفع' دفان
کھو خلا میں کہیں' پاتال میں ہو جا غلطان-
--میں نے تنہائی کی کیوں وائے دہائی دی تھی'
وہ ترے واسطے ہی کیوں مرے مولا کو سنائی دی تھی
ہائے کیا ساعتِ شنوائی تھی!

گرد و پیش اور بہت کچھ تھا، کچھ ایسی بھی نہ تنہائی تھی،
یہ طبیعت کہ تھی بے چین، ٹھہر ہی جاتی
زندگی یوں بھی گذر ہی جاتی --
یونہی میں بیٹھے بٹھائے ہوا رنجیدہ کیوں
آگیا یاد کوئی ہمدمِ نادیدہ کیوں؟
باعثِ گرمئ پہلو کا خیال آیا تھا،
دل میں دشنہ کی طرح اترا ہے، جو مثلِ ہلال آیا تھا۔
حرمِ جاں میں بتِ زشت خصال آیا تھا
بن کے شامت وہ دعاؤں کا مآل آیا تھا،
آرزو کی تھی کہ ہم جنس ندیم آجائے
نہ کہ دمساز کے پردے میں غنیم آجائے،
زہر آلود نسیم آجائے!"

○

اب تو یہ بن گئی تھی صورتِ حال، ایسا ہوا تھا عالم
جسم میں زلزلہ محسوس لگا جاں پہ گرا کوہِ الم
زغہ کر آیا ہجومِ حزن و مجمعِ غم،
ساکھ جاتی رہی، سب راکھ ہوا بھاؤ بھرم،
-- دور آئینہ میں ایسے نظر آئے آدم
تیوڑی ماتھے پہ، تیور بے ڈھب
ایک تصویرِ غضب!
خد و خال ان کے ملائم تھے مبدل بہ غضب
اور حوا کی یہ صورت ہوئی اب
ٹوٹ کر رہ گئی ہوں جس طرح اندر سے، نہ وہ روپ نہ چھب،

عارض افسردہ، جبیں سوختہ، برچیدہ لب
سہم کر ایسی کھڑی تھی کہ ہو بر غالہ قریبِ ضیغم
کیفیت اک-- نکشیدم دم و ٹک ٹک دیدم!
بس وہی منظرِ ویراں تھا کہ جیسے سن سے
جاں نکل جائے کسی کی تن سے،
دم بخودیوں--نہ لہو بوند بدن گر کاٹو،
کرب کی اٹھ گئی دیوار اسے ناخن سے کریدو کہ زباں سے چاٹو
نہ یہ ماجوج نہ یاجوج کی مانند ابد تک بھی گرا پاؤ گی،
بوجھ وہ آن پڑا ہے نہ اٹھا پاؤ گی
یہ ہے وہ المیہ حوا--نہ سہارا جائے،
ہائے بے موت کوئی یوں بھی نہ مارا جائے!
کس نے یوں، خوابِ محبت سے دیا یوں چونکا
سانس آنے لگا بن کر ہونکا،
دم کا یہ حال کہ سینے سے اٹک کر نکلے،
ایک کانٹے کی طرح جو نہ کھٹک کر نکلے،
دامنِ دل کوئی محبوبِ ستم کوش نہ اس طور جھٹک کر نکلے،
یک بیک ہائے کہ صحراؤں میں گلشن سے بھٹک کر نکلے۔
مردنی چہرے پہ وہ چھائی تھی
پڑ گئے ہونٹ سفید، آنکھوں میں پیلک سی اتڈ آئی تھی،
اس طرح پھوٹ گئی منہ پہ سراسر ہلدی
نبض چھٹنے لگی تھی--کوئی خبر لے جلدی،
دل کا یوں کوئی نہیں کرتا مگر قیمہ بھی
کیسی ہلکان تھی وہ--اور سراسیمہ بھی،

جس طرح موم کا بت
جھیلنی پڑ گئی ہو جس کو سلگتی ہوئی اک ہجر کی رت ‘
کوئی پتھریلی نظر سے تکے -- رہ جائے مسلسل تکتا ،
-- دیر تک ان پہ رہا یہ سکتہ !
ہوئے اوسان بحال آخرِ کار
جیسے معمول پر آنے لگی ہو وقت کی بے ڈھب رفتار ‘
برقرار ان کا وہ چہرے کا اڑا رنگ ہوا ‘
تب دماغ اس پہ بڑا دنگ ہوا
سوچ کر اب کہ یہ اس شخص کا کیا ڈھنگ ہوا ،
بے طرح ان کی طبیعت کو ملال آیا ‘ وہ جھلّائی بہت ‘
حیرت اس صورتِ احوال پر اب آئی بہت ۔
یہ وہی شخص ہے - ابتک تھا بڑا گرم آغوش
بلکہ اک حلقہ بگوش ‘
باہمہ دعویٔ ہشیاری و ہوش
عہد و پیمانِ وفا جس نے ہمیشہ باندھا
اب تو جیسے نہ جنازے کو بھی دے یہ کاندھا ‘
حلفیہ کیا یہی کہتا تھا نہیں چین اسے مجھ بن ہے
میں اگر ہوں تو سحر ممکن ہے
ورنہ تورات کی مانند اندھیرا دن ہے ۔
روشنی میرے ہی باعث ہے کہ میں اسکی ہوں چشمِ بینا ‘
میں نہیں ہوں تو اجیرن جینا ‘
خون یہ آگ بگولہ ‘ تپِ دورانِ شباب
میرے پہلو سے پرے تھے اسے ناقابلِ برداشت عذاب ،

رائیگاں اور خراب'
پاس وہ اپنے نہیں رہتا ہے میں دور اگر اک پل ہوں
خود کو کھو دیتا ہے میں اس کی نگاہوں سے ذرا او جھل ہوں'
میں نے بھی کیا اسے جانا تھا-- بڑی پاگل ہوں!
کس قدر مجھ پہ مرا کرتا تھا
دم محبت کا شب و روز بھرا کرتا تھا
آنکھ کا نور تھی میں' دل کا قرار اس کو تھی'
زندگانی کا مدار اس کو تھی'
میں بہار اس کو تھی-
اور اب پیار تو کیا' حسنِ سلوک اس کے لئے ہے روشِ بیگانہ'
کارِ خویش اف--- بڑا ہشیار تھا یہ دیوانہ'
معاً "اب ساری حقیقت وہ ہوئی افسانہ
وائے کیا باندھ کے اب بیر-- بنا بیٹھا ہے'
دفعتاً" دیکھئے کیا غیر بنا بیٹھا ہے!
---الغرض ایک گیا اور اک ارمان آیا'
سوچتے سوچتے حوا کو پھر اس بات کا بجلی کی طرح دھیان آیا
اس نے گر چھوڑ دیا' ہائے تو پھر کیا ہو گا
اس ستم پر جو رہا ہی وہ مصر-- کیا ہو گا'
دن پہاڑ-- اور یہ جوں توں جو کٹے بھی تو ہے پھر رات اک او گھٹ سا پہاڑ!
مرد کے ہاتھ سے پہلی دلِ عورت میں دراڑ
جیسے طوفان ہر اک سمت-- بچاؤ ہے نہ آڑ!
یہ عجب خوف مسلط رہا تا دیر--- وہ گم سم' چپ چاپ
کہتی سنتی رہی کچھ آپ ہی آپ

اور پھر ٹوٹ پڑے جیسے کوئی ونڈلی [75] دَل کوئی تتاری انبوہ
روح پامال ہوئی، قلب فشردِ اندوہ،
آبگینہ پہ دھڑام آن گرا تودۂ کوہ۔
سینہ سے آہ اٹھی، درد سے جی بھر آیا
سرمگیں آنکھ میں لے کر آیا
اب بہ اندازِ دگرگوں، وہ جو تھا اس کا فقط سرمایہ
ایک قطرہ -- کہ ہے پاکیزہ لقب عرف میں جس کا -- آنسو
قطرۂ آب مگر آتشیں خو،
اشکِ تر یہ سرِ مژگاں پہلا
مظہرِ کربِ دماغ و دلِ انساں پہلا۔
پھر تو جھلملیوں سے جیسے اُمڈ آئے جھرنے
آئیں حوریں بنی پنہاریاں یہ گرم نمک ریختہ پانی بھرنے،
اپسرائیں سرِ کیلاش سے چڑھ آئیں ہر اک گود میں دابے چھاگل۔
چند بوندوں نے کیا وہ جل تھل
آب گرداب ہوا،
سیلِ گریہ سے فلک کنجۂ سیلاب ہوا۔
کیا لگی کو یہ بجھانے کے لئے دل نے پروسا [76] پانی،
پھونک ڈالے نہ اسے اب یہی کوسا [77] پانی۔
اک حسینہ کی حسیں آنکھ میں یہ قطرۂ اشکِ پرسوز
ایک منظر تھا کہ جاں کاہ، جگرپاش، دم افگن، دل دوز!
تاب آدم نہیں لا سکتے تھے،
کیفیت اب ہوئی کچھ کہہ نہ سنا سکتے تھے،
دل ہوا جیسے کہ لبریزِ زلال ایک سبو،

روبرو--- آنکھ میں عورت کی اُمڈتا ہوا پہلا آنسو!
یہ تو وہ اوس کہ پتھر پہ گرے، شق کردے
یہ وہ چھینٹا ہے، ژیاں شیر کے منہ پر جو پڑے فق کردے۔
آدمی کی تو ہراک حس ہی فنا ہو جائے
گرد ہو جائے خودی، خاک انا ہو جائے،
دل تو پھر دل ہے، بہر حال پسیجے اس سے
بے وقوفی ہے اگر سامنا لیجے اس سے۔
موم آدم بھی ہوئے، بلکہ پشیمان بہت
ہو نہ سکتے تھے مقابل کہ اٹھا تند یہ طوفان بہت،
ہو گئے کان بہت!
دل کوئی ہو گا کہ برگشتہ دل آرام سے ہو،
یہ پرندہ نہ رہا آپ کبھی دام سے ہو،
(ہائے غافل کوئی اس کے سبب انجام سے ہو!)
نرم لہجے میں خوشامد سے وہ بولے: ''حوا
دل میں جو پڑ گئی ہے ایک گرہ سی، اسے کھولے حوا
چھوڑ اب، بھول بھی جا بات پہ یوں دھیان نہ دے
ہو نہ رنجیدہ۔ یہ تکلیف مری جان، نہ دے!
آشکارا ہوا سب کربِ نہانی، بس کر
پھونک دے گا تری آنکھوں کا یہ پانی، بس کر،
گلِ رخسار سے اڑ طائرِ شبنم جائے
مسکرا دے مرا دل تھم جائے،
چند بوندیں یہ بہت تھیں۔ مرا دل ڈوب گیا
تھام اسے، یہ مری محبوب گیا!

اب گیا، بس وہ مرے ذہن سے اندیشۂ ناخوب گیا
وہمِ معیوب گیا'
کبَ بھلا جسم سے کرتا ہے جدا جان کوئی
گھر سے رخصت کروں میں، تو نہیں مہمان کوئی'
تیرے ہی عکس سے تابندہ مرے دل کا یہ آئینہ ہے
معدنِ سیمِ محبت ترے دم ہی سے مرا سینہ ہے'
زندگانی میں اگر ہے تو قرینہ تجھ سے
لبِ ساحل ہے سفینہ تجھ سے'
فصلِ گل ہی نہ ہو -- کس کام کا پھر دیدۂ بینا ہو گا
جان اے جان کہ تجھ بن مرا جینا کوئی جینا ہو گا'
تلخ کہہ بیٹھا تھا کچھ تجھ سے غلط جوش میں آ'
دیکھ یوں مجھ سے نہ کھنچ' آ مری آغوش میں آ
بس کہ اب آ گیا ہوں' ہوش میں آ!
ہوں شریک اس تری تدبیرِ طرب کوش میں - آ!!"

○

ایک دم مسندِ آغوشِ حسیں بہرِ مدارات بڑھی'
ساحلِ عقل سے شوریدگیِ خوں کی طرف کشتیِ جذبات بڑھی ،
نورِ ماحول سے ظلمات بڑھی'
غیر سنجیدہ تمنا پہ تقاضائے ثقہ وار دیئے ،
مرد نے مصلحتِ دل کے لئے مقتدر آدابِ دگر ہار دیئے!
بدَنے بر بدَنے کردہ درِ الفت باز
منعقد ہو گئی پھر صحبتِ صد ناز و نیاز
ایک پھر بندہ بنا اور پھر اک بندہ نواز ،

پھر بجالائے گئے عشق کے باہم آداب'
کی پھر انگڑائی نے تعمیر ملایم محراب
شوق نے بازوؤں کو کردیا آغوش مآب'
بے حجابانہ شتاب
شادحوا بصد انداز وادا اس میں سمٹ آئیں پھر،
سائباں بن گئی تفتہ بدن وجاں کے لئے زلف کی پرچھائیں پھر'
دھونکنی سرد ہوئی سانس کی' وارستہ تشنج سے ہوئے کل اعضا
گرم مرطوب ہوئی مملکتِ زندگی کی آب وہوا'
اس قدر سرخوش و سرمست ہوئے آدم اب
کہ دراز آپ کیا دستِ طلب،
پھل وہ اب کھائیں گے ہو کر خوشنود
کچھ زیاں کی نہیں پروا' ہے وہ سودائے سود
ہو کے سرزد بھی نہ ہو جیسے گناہ---
غائبانہ وہی اب ان کا حریفِ بدخواہ
خیراندیش ہوا!
لیجئے پیار سے پھل پیش ہوا
اور بطیبِ خاطر
دستِ نازک سے تناول کیا اس کو آخر!
---یہ تماشائے ازل کا تھا عروج اور زوال
کردیا حیف عزازیل نے یزداں کا منشا پامال'
کیسا بے وقعت و کم حیثیت انسان ہوا
جان ہر چند بدن میں تھی--- مجازاً" کہو بے جان ہوا۔
ہے وہی احسنِ تقویم' وہ تخلیق اتم

پر نہ اب کوئی سبھاؤ، نہ بھرم ---
لوح پر کر کے رقم
زشت و بے قاعدہ تقدیرِ قلم
یک بیک جیسے گیا تھا اب تھم۔
مچ گیا غلغلہ جنت میں بہر سو یک دم
قامتِ سدرہ و طوبیٰ میں نمایاں ہوئے خم،
سیلِ سیل بنے کوثر و تسنیم کے رقصیدہ قدم،
لو کا لطمہ ہوئے سازِ گلِ صد پردہ کے ماخوذِ صبا زیر و بم
ہو گیا زمزمہ سنجانِ سحر خیز کے نغمات کا پنچم مدھم
متبدل بہ خروش و نالہ،
چنبری چرخ کا لرزاں تھا کبودی ہالہ،
عقدِ پروین گستہ تھی، برہنہ تھیں [۸] بناتِ گردوں،
تھا گریبانِ شفق یک سرش آلودۂ خوں،
خاک اڑتی تھی سرِ رہگذرِ کاہکشاں،
جیسے بجھ جائیں گی سب روشنیاں
مہ و انجم کے فتیلے کانپے۔
منہ فرشتوں نے پروں میں ڈھانپے،
اڑ گئے ایک سے بعد ایک، سب الوانِ بہار
چادرِ دشت میں ملفوف ہوئے سبزہ زار،
بھر گئیں حوروں کی آنکھوں میں اٹڈ کر جھیلیں
بجھ گئیں چہروں کی انوار فشاں قندیلیں،
زنگ آلود ہوئے رنگ اجالے گدلے ---
سارے اندازِ حقیقی بدلے،

حسنِ منظر تھا دمِ تیغِ نگاہی سے قتیل،
تتلیاں دور فضاؤں میں ہوئیں سب تحلیل ،
سب فرو ہو گئے ذرات، شعاعیں، جگنو،
پھول بکھے، گئی سوکھ اوس، ہوا ہو گئی بو--
کوئی ویرانی سی ویرانی تھی--وہ ہو کا سماں تھا ہر سو :
ہر سبک جسم گراں بار ہوا،
زائلِ جاں اثرِ بادۂ نکتار ہوا،
خون زہراب ہوا، سانس سموم ،
باصرہ کور تو کر سامعہ--تھا ذائقہ مانندِ زقوم، ١٩٥٠
شامہ موقوف تو شل لامسہ--یعنی تھی ہر اک حس معکوس
تھی ہر اک بات غلط تر محسوس--
اک برابر ہوئی ہر کیفیت، اب اجنبی تھی یا مانوس
رجعتِ قہقری نے کر دیا تھا مقبرۂ ذات میں یکسر محبوس،
وائے--ہیہات---افسوس!
یہ ہوا ردِ عمل
تھے حواس ان کے معطل، مختل!
سیکھنے سننے سمجھنے کی صلاحیتیں سب دے گئی تھیں ایسا جواب
کہ حقیقت نظر آتی تھی مگر پرتوِ خواب---
رفتہ رفتہ ہوئی گھبراہٹ انہیں، خوف مسلط ہوا، جاتے رہے یکسر اوسان، ١٩٦٠
دیکھ کر بھی نہیں اک دوسرے کو جیسے رہے ہوں پہچان،
ستر کے واسطے کچھ بھی نہ تھا--یہ ہوش رہا البتہ
ڈھونڈتے پھرتے تھے انجیر کا چوڑا پتہ!
یوں برہنہ وہ کھڑے تھے محجوب،

صورتِ مجرمِ ستّارِ عیوب--
سخت شرمندہ، خجل
منفعل اور بڑے مضمحل و جان گسل،
دل زدہ، روح تپیدہ، بدنِ درد دریدہ، نظر افشردہ، کبیدہ آدم
اب ہوئے اپنے کیے پر نادم،
نقّشِ لا تقربا اب ذہن میں کرتی ہے نزول
یاد آئی گئی بھول،
یاد اب آیا وہ تخلیق پہ باہم ہوا تھا خالق و مخلوق میں جو قول قرار،
ہو گیا نشہ ہرن، چھٹ گیا گندم کا خمار،
بن گیا ماحصلِ ذکر--- فقط استغفار!
اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ پڑے عقل پہ کیسے پتھر
ناقص العقل اس اک زن کے کہے پر چل کر
ایسا بیگانۂ خمیازہ و نقصاں ہونا!
ہائے اب زود پشیماں کا پشیماں ہونا--
اب بمصداقے--- گیا سانپ نکل
بیٹھ کر پیٹ لکیر، اور کھڑا تو کف افسوس کو مل،
چگ گئیں کھیت تو سارا چڑیاں
اب جو پچتائے ہے---- کیا ہوت میاں!
اب گیا وقت نہ ہاتھ آئے گا
عیشِ دوراں تو سدا چرخ نہ دکھلائے گا،
اب سنو، دیتا ہے گھڑیال منادی پیہم
غیر ذی زرع کہیں دور ہے وادی کوئی-- حوا، آدم
چار و ناچار اسے جا کے بسانا ہو گا

جس طرح کا بھی سہی ---اب وہ ٹھکانا ہو گا'
باغِ فردوس سے جانا ہو گا
ایک خواب اس جگہ رہنے کا زمانہ ہو گا۔
جان لو--- گھوم چکا وقت کا پورا پہیہ ....
ہو چکا ہے سرِ افلاک تہیہ
باندھو--- بستر و بوریا اب--- کوچ نقارا باجا
راجدھانی تری لے ڈوبی ہے رانی راجا!
جانبِ دارِ فنا دحل کی آوازِ درا آتی ہے
صاف اعلان سرا آتی ہے
وائے سنگ آمد و سخت آمد ایں'
رخصت اے خلد نشیں
رخصت اے کوشک وایوانِ بقائی کے مکیں ،
بسکہ افتاد کڑی آئی ہے
ہجرتِ اولِ انساں کی گھڑی آئی ہے'
وائے از ماست کہ بر ماست-- یہ کرنی بھرنی
کیوں عزازیل پہ تہمت دھرنی!
نیست خود کردہ را ہیچ علاجے صاحب
سر پہ ٹھینگا تو زبردست کا باجے صاحب!
تھی وہ چھوٹی بھی خطا اس سے مصیبت اگر آئی یہ بڑی
زندگی اب تری گردن میں پڑی'
پڑ گیا ڈھول گلے--- سو یہ بجانا ہو گا
شاد جینا ہو کہ ناشاد بہر حال نبھانا ہو گا ،
اب بھلا اور برا جو بھی زمانا ہو گا

یہ دیا جیو لہو تیل سے اپنے ہی جلانا ہو گا ،
واقعہ جنت فردوس کا افسون و فسانہ ہو گا
دل کے بہلانے کو پُر لطف بہانہ ہو گا!!

❖ ہبوط

---اک ندا آئی "تمہیں زعم تو خاصا تھا خردمندی کا
کیوں نہیں پاس رہا حکمِ خداوندی کا؟
چل گیا بندے پہ جادو یہ مگر بندی کا!
آپ پھیلایا ہے یہ' آپ بہ دام آئیں گے
اب نہیں گریہ و زاری کسی کام آئیں گے'
اب نہ استغفر و توبہ سے تلافی ہو گی
اس خطا کی نہ سرِ عرش معافی ہو گی
اہبطوا اب تمہیں جنت سے نکلنا ہو گا
آپ سلگائی ہے' اس آگ میں جلنا ہو گا
خود گرے ہو تو پھر اب آپ سنبھلنا ہو گا۔"
اس اٹل حکم کی تعمیل ہوئی--
اور تبدیل ہوئی
حشر تک کے لئے انسان کی تقدیرِ ازل
مبنئی فردِ عمل!

○

منہمک ہو کے خضر نے یہ کیا نظارا
ماجرا' آئینۂ وقت نمایں سارا—
پھر اسے ایک طرف رکھ کے اچانک بولے:
"اب مسافر تجھے آسان ہے' اس راہ پر آگے ہو لے'

اس زمیں پر نہ تجھے میری ضرورت ہوگی
آپ ہو جائے گی معلوم جو احوال کی صورت ہوگی۔"
میں ادب سے ہوا یوں عرض گذار:
"میرے صاحب نہیں سر ہوگی اکیلے، یہ مہم ہے دشوار
گر توقف کریں آپ اور، عنایت ہوگی
ایک درخواست بخدمت ہے یہ، فرمائیں اگر غور عنایت ہوگی
ورنہ پھر آپ سہی جو مجھے آئے درپیش
قہرِ درویش بجانِ درویش!"
---خندہ زن ہو کے کہا خضر نے-- "لو ٹھہر گئے
لیکن اب آگے چلیں گے بھئی دو پہر گئے--"

○

خضر نے پھر رکھا آئینۂ حالات نمارُوئے زمیں پر یہ کھلا،
سامنے منظر یہ کھلا----
آدم اترے ہیں سراندیپ میں، حوا سرِ صحرائے حجاز،
مشکل و صعب و گراں عرصۂ فرقت ہے دراز
غیر تخمینۂ روز و مہ و سال،
یوں مسلط ہے سراپردۂ اندوہ و ملال
کہ وہ مفہومِ سکوں بھول گئے---
لیکن اک دوسرے کو ہائے نہ یوں بھول گئے،
بلکہ اس فاصلے سے قلب قریب اور ہوئے
خوب محبوب و حبیب اور ہوئے،
ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے سرِ دامانِ شکیب
دے نہ سکتے تھے تسلی سے فریب،

اس لق و دق کرۂ ارض میں سرگرداں ہیں
حائل ان دونوں میں کوہ و یم و ریگستاں ہیں ‘
وہ مگر صاحبِ عزم انساں ہیں
حوصلہ پست نہیں
کیفیت یہ ہے عجب اس میں عزازیل زبردست نہیں ‘
ہمت انساں جو کرے ‘ کیا نہیں ہو سکتا ہے
کشتیِ قصدِ مصمم کو نہیں سیلِ بلاخیز ڈبو سکتا ہے ‘
رفعتِ جو و خلا میں ‘ نہ وہ پاتال میں کھو سکتا ہے ‘
باہمہ فاصلہ کچھ دل سے مگر ہم سخنی ہے دل کی
کارفرما ہے کوئی سلسلۂ لاسلکی "
خود بخود پاؤں روانہ ہیں - ذرا دھیان نہیں ٹیلے پہاڑی کا ‘ نہ خلجان گڑھے کھائی کا
شوق تحریک کناں بادیہ پیمائی کا ‘
غیر محسوس ذریعے سے مسلسل یہی ترغیب ملے
آئے ‘ کرکے کوئی ترکیب -- ملے !
کان میں گھنٹیاں سی کوئی بجائے جائے
نہیں معلوم کدھر سے - مگر آواز کسی کی بڑی واضح آئے
جسم کو ہو یہی احساس اسے جسم کہیں کھینچ رہا ہے پیہم ‘
پے بہ پے ‘ سینچ رہا ہے پیہم
گرم خوں سے چمنستانِ ارادہ کوئی ‘
مستقل آکے خیالوں میں کیا کرتا ہے ہمت کو زیادہ کوئی ،
طے ہوئے بادیہ و بیشہ و ہامون و بیاباں - جبل و وادی و یم
جستجو میں ہیں رواں ‘ گام زناں ‘ مستعد ‘ انتھک آدم -
---- اور حوا کا وہاں

راویا! حال یہ ہیں، کر نہ بیاں--
جدّۂ نوعِ بشر پاس ہی جدہ سے رواں
سوئے دشتِ عرفات آئی ہے،
عورت اک نازک و کمزور بہ ذات-- آئی ہے
مختصر فاصلہ یہ طے کر کے
ماندہ و آبلہ پا-- مر مر کے،
قدم اٹھتے نہ تھے اس مضمحل و مضطر کے،
کیسی بیچاری یہ افتاں، خیزاں
حسبِ توفیقِ ارادہ و بقدرِ تب و تابِ دل و جاں
حوصلہ---صبر-----تواں،
طے کناں بادیہ و نخلستاں---- سرگرداں،
سخت حیران پریشان--- حواس اور عناصر کی بحالی سے تھے جذبات تپاں،
ہائے یہ کیفیتِ دورِ فراق و ہجراں،
لب پہ فریاد و فغاں
اشک آنکھوں سے رواں،
ضبط و جذبات کی رہ رہ کے شکستہ کڑیاں--
وہ ابھی نالہ کناں
صدق پرورده دعا پھر تھی ابھی وردِ زباں--
جی میں بے چین تمنائے وصال،
گذراں وقت کی اس سست روی سے پامال
سخت پژمردہ-- نڈھال
یادِ آدم میں پراگندہ حال---
تھی لگاتار، لگاتار طلب آدم کی،

ہائے صورت کہیں دیکھیں گی---وہ کب آدم کی!
اے خداوند نہیں قابلِ برداشت ہیں یہ رنج و محن
اے ترے عفو کا پھیلے دامن،
حد سے گذرے ہیں مصائب--بس اب
لے بھی لے سایۂ رحمت میں گنہ گار کو تو واپس اب،
وسعھا الّا وسترا پسِ ضرا- ہے مصدق ترا موضوع مبارک آئین
رحم کر--شان تری--جامعِ اربابِ فراق [۷۹] سنگین،
ختم فرما یہ ہماری تفریق--
قبلِ دار اب وہی الجار، رفیق اب وہی من قبلِ [۸۰] طریق!

کرۂ ارض پہ جنت سے بہت دور ملا تھا بن باس
باعثِ سخت اذیت تھے اذیت دہِ اعصاب و حواس
زندگی ہوتی چلی جاتی تھی ملغوبۂ یاس،
کس قدر تند ہوا یہ احساس
جو بجھے پورے سمندر سے نہ پیاس
وہ فرو بوند سے ہو جائے گی--اللہ یہ آس!
لذتِ یک نفس--افسوس یہ اس کی پاداش،
دائماً جسم ہی پر گھاؤ نہیں--جاں پہ خراش
کردیا آئینۂ رابطۂ خالق و مخلوق عزازیل نے پاش،
دھیان آتا ہے یہ رہ رہ کر---کاش
ایک لغزش نہ یہ سرزد ہوتی
اس طرح ہستیِ انساں نہ کبھی رد ہوتی،
آزمائش کی کوئی حد ہوتی،

یوں مسلسل نہ کشاکش یہ میانِ کشش و کد ہوتی‘
پیہم آویزشِ نیکی و بدی میں نہ گرفتارِ بلا یوں ہوتے
پاؤں ہر چند زمیں پر ---نہ معلق بہ خلا یوں ہوتے،
غلطی ہائے تمنا مت پوچھ
پھر یہ خمیازہ‘ برا حال ہوا کیا---مت پوچھ‘
جس طرح ٹھہر گیا وقت‘ عذاب آیا ہے کیسا‘ مت پوچھ،
یہ وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے
یہ وہ شعلہ ہے کہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے‘
مردِ ناداں ابھی رو تا کیا ہے
آگے آگے کسے معلوم---کہ ہوتا کیا ہے‘
حل معمہ یہ بدیر او رنہ بزدد‘
رازِ ایں پردہ نہاں است---نہاں خواہد بود۔

❖ امید کا بیان

آتشِ ہجر میں جلتے تھے--- عجب سوز یہ‘ شعلے تھے نہ چنگاری تھی‘
آگ بجھتی نہ تھی‘ گو آنکھ سے ساون کی جھڑی جاری تھی‘
خوں نہیں‘ جسم میں سیماب کی روساری تھی‘
بے جلے وائے جلے جاتے تھے
طے نہ تھی سمتِ سفر اور چلے جاتے تھے---
اس جگہ‘ چند قدم چل کے وہاں‘ موڑ پر اگلے‘ کہیں آگے مل جائے
یہ نہیں گر‘ تو لئے دو سرا رستہ سرِ منزل جائے‘
بازیابی کا تھا‘ یہ واقعہ تجدید کا تھا
ایک انجام یہ تمہید کا تھا‘
تجربہ امید کا تھا---

یہ امید ---- ایک حسیں، معجزہ پیرایۂ اسم
سخت کافر ہے، جو انسان نہ مانے یہ طلسم،
فیض سے اس کے بجا روح بہ جسم
شادکامی کی یہ تجریدی قسم،
یہ قویٰ مضمحل اعصاب، بہم منتشر اجزا کر دے
یہ مسیحا -- دلِ جاں دادہ کا احیا کر دے
یہ تو وہ، موت کو پسپا کر دے!
یہ عجب لو ہے --- نحیف اور رافق پر تا دور
دائماً اس کا دمیدہ ہے نور --
آج پر آج کئی آئیں تو کل پر متواتر کئی کل
ماند ہو یہ نہ فرو -- اور نہ دم بھر کو نظر سے اوجھل
رونما ہو نہ سویرا جب تک
یاس انگیز مسلط ہے گھٹاٹوپ اندھیرا جب تک،
ناؤ منجدھار میں گھر جائے تو ماجھی کو کنارا ہے یہ
ڈوبتے کے لئے تنکے کا سہارا ہے یہ،
دور، بہتی ہوئی تتلی کے پروں سے کئی رنگوں کی لکیر
ہو تعاقب میں روانہ رہ گیر
تو بہت دور، بہت دور نکل جاتا ہے،
یہ وہ داؤ ہے کہ ہارا ہوا پھر ہار کے چل جاتا ہے،
سنگِ میل، ایک کے بعد ایک -- مسلسل نظر آتا جائے
اک چراغِ سرِ رہ -- راہ دکھاتا جائے
یہ ہی کھوئی ہوئی منزل کا پتہ بتلائے،
متعدد کئی امکان بجھاتی آئے،

بے صدا گیت کوئی کان میں جیسے گائے'
چشمِ بے دار میں اک خواب حسیں لہرائے'
یہ رُکھے پھاہا' چھری یاس کی جب جان پہ چل جاتی ہے
ہاتھ دل پر یہ دھرے چین جب اڑ جاتا ہے' کل جاتی ہے'
مژدۂ وصل ہے یہ ہجر کی گھبراہٹ میں
پائے محبوب کی چاپ اس کے وسیلے ہی سے ہر آہٹ میں'
منہزم طبع بس اس کی تسلی سے سنبھل جاتی ہے
فرطِ اندوہ میں ٹک جاتا ہے جی' پھانس کلیجے سے نکل جاتی ہے'
بسکہ امید ہی کی نشو و نما پر دائم
ہے یہ دنیا قائم----
یہی امید اب آدم کو لئے جاتی تھی'
حائلِ راہ ہر اک سنگِ گراں کو نظر انداز کئے جاتی تھی'
حوصلہ بیش دیئے جاتی تھی-
شہ پر امید کی' امید کے مضبوط سہارے لیسے
بحر و بر' کوہ و کمر طے ہوئے سارے -- کیسے!
کیسے دورانِ تپش ٹھنڈ ہوا مینہ کے مسائل نہ بنے'
قطعِ امید کے تاہم یہ دلائل نہ بنے
پیش قدمی میں کسی طور بھی حائل نہ بنے--
بے نشاں راستے' پیچیدہ نشیب اور فراز
پار کرتے ہوئے وہ آخر کار آئے حجاز--
یہ وہ مدت تھی' کئی بیت گئی ہوں صدیاں'
رات دن گرمِ سفر -- گام زناں
تیز تر' تیز ترک گام زناں' گرمِ سفر وہ دن رات •

آخرِ کار ہوئے واردِ دشتِ عرفات '
آخرِ کار ملاقات -- زبونِ حالات
دل کے آگے سپر انداختہ --- حواسے ہوئی '
برہ کی ماری وہ جیتے جی موئی!

❖ وطن کے بارے میں

دل گرفتہ یہ کہا خضر سے میں نے: "صاحب!
خواہ کوئی بھی سبب
ہے اشد سانحہ گر کوئی خراب ایسے ہو
موردِ جور و عتاب ایسے ہو'
دل جگر جان کا جلنا ایسے '
ایک سے دوسرے حالات کو چلنا ایسے
ایک سانچے سے بیک وقت کئی روپ میں ڈھلنا ایسے ،
ہائے جنت سے یہ ان آدم و حوا کا نکلنا ایسے - - -
سفرِ وقت کا گردش میں بدلنا ایسے
اولیں واقعۂ شامت اعمال -- یہ ہجرت کا ہے
صرف یہ پاؤں کا چکر نہیں' قسمت کا ہے-
آدمی قافلہ در قافلہ یوں ملک بہ ملک آپ گیا' اور نکالا بھی گیا
دل میں سوئی کبھی اتری' کبھی بھالا بھی گیا'
بن کے آفت کبھی اوروں پہ گرا' اور مصیبت میں کبھی آپ یہ ڈالا بھی گیا
انقلابات کا کیا کیا نہ زمانہ بہ زمانہ یہی ہجرت سدا ایمانہ بنی
پیش خیمہ نہ بنی اور ضمیمہ نہ بنی --
دفعتہً "صفحۂ تاریخ الٹ جاتا ہے ،
آدمی ماضی و ماحول سے کٹ جاتا ہے

بلکہ محور ہی سے ہٹ جاتا ہے۔
وقت بے سان و گماں واقعوں کی گرد سے اٹ جاتا ہے،
ایک گھر، ایک گھرانے کا چلن ایسا پلٹ جاتا ہے
اپنے بیگانے میں بٹ جاتا ہے،
بے طرح زندگی کے راستہ میں پاؤں رپٹ جاتا ہے،
دل کہ روتا ہے لہو، سینہ کہ پھٹ جاتا ہے----
اس طرح کوئی جو مجبور سفر کرتے ہیں
جانے والے در و دیوار پہ حسرت کی نظر کرتے ہیں،
خود قدم وادیِ غربت میں جو رکھتا ہے تو دیوانے کو
دور تک یادِ وطن آتی ہے سمجھانے کو،
ہائے کیا جاں پہ بنی ہوتی ہے
بیٹھ جاتے ہیں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے،
یہ غریب الوطنی ہوتی ہے!"
خضر خود بادیہ گرد ایک -- بھلا حبِ وطن کیا جانیں۔
یہ بیاباں بھی ہے خوشتر زعدن -- کیا جانیں،
سکھ نہیں بلخ بخارے میں نصیب
جو کہ ہے اپنی اٹاری پہ، چبارے میں نصیب،
بسکہ ہو شرق کہ غرب
دیس میں مین طرب ساز ہے دلسوزیِ کرب!
خضر کو درک نہ موضوع کا تھا خاص، مگر چپ نہ رہے
اور بولے کہ زہے
وہ جسے گھر سے میسر ہوا باہر جانا:
آشیانے میں پرندے کو مہیا نہیں آب و دانہ،

دور سم سم کا خزانہ ہے کہیں غاروں میں
کہ یہ ملتا نہیں گھر کھود کے دیواروں میں'
اپنے ماحول میں تو خاک ہی کا رزق بنا' دوشِ ہوا ہی کا فقط بار ہوا
پھول جب نکلا چمن سے وہ تبھی زیبِ گلو' زینتِ دستار ہوا '
رخ پہ سہرا' کسی سینہ کے لئے ہار ہوا ۔
روزمرہ میں یہ کہیئے گل و گلزار ہوا'
بھد اڑاتے ہوئے پھر دیس کی یہ اور بھی اظہار ہوا
سن ارے' بات رہی جاتی ہے ۔
گھر کی مرغی تو میاں دال برابر ہی کہی جاتی ہے!
ان کے منطق پہ رہا میں خاموش
بس لپیٹے ہوئے گوش
یہ کہا دل میں کہ سچ ہے اسے مانے کہ نہ مانے کوئے '
لاگے جس تن وہی جانے بھئے دکھ اور نہ جانے کوئے۔

❖ توضیح نظریۂ اضافیت زماں

جو ہوئی آدم و حوا کو اذیت بہ فراق
ہم تلک سینہ بہ سینہ چلی آئی ہے وراثت میں وہ شاق'
وقت ثابت ہے مضاعف قزاق ۔
دولتِ لطف سے کرتا ہے زمانہ جھٹ عاق ۔
قرضۂ درد کبھی بھی نہ کرے یہ بے باق
دکھ میں تو جفت سدا سکھ میں ہے لیکن یہ طاق'
جیسے ٹالے نہ ٹلے رزم گہِ خونی و سنگین میں یہ
جیسے ٹھہرے نہیں ٹھہرائے کسی بزم گہِ فرخ و رنگین میں یہ
عرصۂ وصل لئے چشم زدن میں اڑ جائے'

لمحۂ ہجر میں چلتا ہوا یہ --- لنگڑائے'
زندگی بخش تو گا ہے ہے، 'سدا قاتل ہے'
اس کے باعث ہی تو یہ تجربۂ ہر دل ہے
اول آسان لگے عشق مگر پھر یہ بڑا مشکل ہے ـــ
--- ہے قیامت کا بدن کش ہنگام
وقت آہستہ خرام
بلکہ کہیئے مخرام --- ایسا کہ بالکل تھم جائے
موجۂ ریگِ رواں شیشۂ ساعت میں رکے 'جم جائے'
لمحے لمحے میں کئی پہر کا طول
اس صراحت سے زماں کا 'بشمول
دیگر ابعاد بے مدرکیہ "ضافیتی[۸۱]"
نسبتی کیفیتی،
حکمتی ایک اصول
تجربہ شرط کہ ہو جائے مسکت مسئول ---
چشمکِ برق سی ہے وصل کی رات،
ہجر کی شب --- شبِ یلدا کی مسلسل ظلمات'
سکھ کا اک گھنٹہ بصد لطف و مزہ 'پہلوئے دلبر میں ہوا ہوتا ہے'
اک منٹ دکھ کا اٹک جاتا ہے 'جب پاؤں تلے گرم توا ہوتا ہے!
جیسے بیتی ہو صدی ---- ختم ہوا ایک کٹھن دورِ جدائی و ملال۔
مل گئے --- آدم و حوا کو مبارک یہ وصال،
نہ دوام اس کو تھا 'اس کو بھی رہے گا نہ دوام
بلکہ محسوس یہ ہو گا کہ ہوا وائے بعجلت --- یہ تمام،
پس ازیں شیوۂ تلک الایام

چہ خبر دوست کجا -- یار کدام
اشہبِ عمر مگر رو میں ہے آزادِ زمام'
-- عاقبت کی تو خدا کو معلوم
بسکہ فی الوقت تو ہے یہ مقسوم
عندلیبانِ مسرت نے مچائی ہے دھوم'
شادمانی کی یہ تقریب -- مگر شادی ہے
گود میں اِنس کے دادا کی براجی ہوئی اب دادی ہے'
رمزِ فطرت نے بجھا کیا دی ہے
ماحصل ارض پہ اب کثرتِ تولید ہے -- آبادی ہے۔

○

زندگانی تھی اوائل میں سرِ ارض آسان ---
دقّت آدم ہی کو در پیش نہ حوا ہلکان'
کوئی دُگدا تھا نہ کوئی خلجان'
کسی پیشے سے تعلق' نہ کسی ذات سے تھا
کام تقسیم مساوات سے تھا'
شعبے آدم کو حوالے ہوئے مزدوری و ہلواری کے
اور حوا کو فرائض ملے گھرداری کے ،
نیچ اونچ -- اور نہ رتبہ میں پڑی تھی بڑے چھوٹے کی تمیز
یہ سماج' اس میں وڈیرا نہ کنیز'
کھانے والے تھے ابھی آپ کمانے والے
اس لئے تنگ زمیں پر نہ تھے فردوس سے آنے والے'
ہو گئے مطمئن و شاد بچھڑنے والے
اور آباد' اجڑنے والے --

کاروبار اور تو سب سہل، مگر ایک یہ دشواری تھی
ذہن دل جاں پہ ندامت کی فضا طاری تھی ،
اندروں تھی کوئی اک چیز ضمیر-- اس پہ گراں باری تھی
لاحق اس قسم کی بیماری تھی
کبھی دنیا سے، کبھی آپ سے بیزاری تھی،
شے ضرورت کی تھی موجود ہر اک، پھر بھی عجب قسم کی ناداری تھی ،
دل کو آرام سہی -- پھر بھی طبیعت میں نہ ہمواری تھی
مخمصہ تھا، کوئی الجھیر بڑی بھاری تھی،
اپنے بس ہی میں مداوا نہ تھا-- لاچاری تھی!
حد سے جب بڑھ گئے ، ناقابلِ برداشت غم و رنج ہوئے
آدم اس لہجے میں حوا سے سخن سنج ہوئے:
"واپس اب وقت کا دھارا نہیں ہو گا ، بے شک
تھا جو اک رشک کا عالم وہ دوبارا نہیں ہو گا بے شک،
پھر بھی تسلیم کریں عرش بدر ہم جو ہوئے خوار و خراب
ہم پہ آیا ہے عذاب--
اس طرح ارض پہ پھینکے گئے بے کل ، بے تاب
شاخسانہ ہے کہ بے وجہ بنے نافرمان
وائے دانستہ ہمارا نسیان!
کاش جو ہو چکی تادیب ، وہ کافی ہوتی ،
کردنی کی اسی تکلیف سے ، جو کر چکے برداشت ، تلافی ہوتی ،
اس گنہ کی کسی عنوان معافی ہوتی-
منہ ہمارا نہیں آسودگیِ دوش کی فرمائش ہو
پھر بھی ممکن ہے کہ تخفیفِ غمِ فردا و امروز کی گنجائش ہو ،

ختمِ خمیازہ و فہمائش ہو۔
صورتِ حال ہے گرچہ -- کوئی چارا ہی نہیں
یا و رو یار نہیں 'یاری و یارا ہی نہیں'
--- خلد سے آگے گوارا یہ کھنڈر کس کو ہے
یہ کہ تقدیر بنی -- اس سے مفر کس کو ہے'
گو پسند ایسا یہ گھر 'کس کو ہے؟
کردنی ہم نہیں ناکردنی اب کر سکتے ،
گفتنی ہم نہیں ناگفتنی اب کر سکتے ۔
جو ہوا ہم سے سلوک اس پہ بھی افسوس نہیں رائے زنی کا منہ ہے،
اور اپنا کہیں 'ربِ اَرِنی 'کا منہ ہے؟
کوئی ہرجانہ نہ تاوان ہی بھرنا ممکن
دے دلا کر بھی کہیں کچھ نہیں بگڑی کا سنورنا ممکن '
تہمتِ بے اثری سعی پہ ہرچند ہے دھرنا ممکن
ہے مگر اوس کے قطروں سے رخِ گل کا نکھرنا ممکن!
دیکھ اک نسخۂ توبہ سے شفا ممکن ہے
نہ رہے ہم سے ہمارا وہ خداوند بدستور خفا -- ممکن ہے'
وہ خدا جس نے خلیفہ ہمیں تخلیق کیا
کر کے بے بس بھی بہت صاحبِ توفیق کیا ،
مان یہ --- ہم نے مگر آپ کو خود ضیق کیا'
رحمتِ حق تو بہانہ [۸۲] مانگے'
یہ کریمانہ --- بہا مانگے نہ کوئی عوضانہ مانگے ،
نیک بخت!.....
ایسا سمجھ کھا گیا ہم کو وہ درخت'

اپنی دانست میں ہم نے جسے واں کھایا تھا
جب عزازیل نے بہکایا تھا---"
مشورہ زوجہ و خاوند میں باہم یہ ہوا
نسخہ بخشش کا فراہم یہ ہوا'
گاہ نومید تھے وہ گاہ پر امید--اسی ضمن میں تاہم یہ ہوا
عرش سے جیسے کہ القا ہوا ان پر یک لخت ،
راندہ و ماندہ 'پشیمان وہ سخت
صدق سے زاری و الحاح میں مشغول ہوئے
آخرش چشمِ خداوند میں مقبول ہوئے'
خار پھر پھول ہوئے--
وہ ادھر ہو گئے راضی بہ رضا
تو ادھر ٹل گیا فرمانِ قضا---
ابرِ اشک اس طرف آب آب اٹدا
اس طرف جیسے درِ عرش کھلا 'عفو کا سیلاب اٹدا!
اک نظارا تھا---**اِذا سالکَ عنّی(و) فانّی(و) قریب**
دعوۃ الداع اجیب!
بکم الیسر..
یرید اللہ ولا---لا بالعسر--
شرط پوری---**اِذ دعان** ---ہوئی
مشکل آسان ہوئی'
اے خوش آں خستہ کہ از دوست جوابے [۸۳] دارد
بے توقف' بہ شتابے دارد!
دھل کر اشکوں سے ہوا پھر ورقِ دل سادا
باریاب ان کی دعا ہو گئی------مژدہ بادا

دوسرا دفتر

❖

کاربد تو خود کرے........

❖

باریاب آدم و حوا بحضور
مستجاب ان کی مناجات بہ سرکارِ غفور
کھل گیا در گذر و عفو کا باب---
خضر فرمانے لگے ہو کے خوشی سے بے تاب:
"انگبیں ہو گیا وہ زہرِ ہلاہل، زہراب
مہرباں ہو گیا اجداد پر آخر یزداں
الرّحیم---الرحمان،
رحمت و رافت کا، بالائے سران پر ہے کشادہ داماں
قابلِ دید ہے پر امن و اماں
یہ رفاہیت و آسودگی و راحت و تسکیں کا سماں،
مردِ یزداں شو و فارغ گذر از اہرمناں۔[۸۴]
ورنہ جس وقت وہاں
ثمرِ سہو اثر سے ہوئے ممنونِ مزہ کام و دہاں،
ہوش اتنا بھی نہ حوا کو رہا دیکھ سکیں وہ-- کہ وہی خاص بہی خواہ...
عزازیل---بچاتے ہی نگاہ
مطمئن کر کے بہ تیز و یرا انہیں ماخوذِ گناہ
کیسا جنت سے بجاتا ہوا بغلیں آیا،
اس حکایت کو بڑھایا کہ لذیذ اور رنگی، لے کے مزے دہرایا
خوب محظوظ کیا خلد بدر دو سرے شیطانوں کو،

دے کے جُل واقعی جنت کے نگہبانوں کو —
اس نے رکھا تھا کہیں کا بھی نہ انسانوں کو
ہوش کی حرص میں نادانوں کو!
لیکن اس واقعہ پر ہو گا عزازیل زیادہ برہم
کہ ہے مائل بہ کرم
بارِ دیگر وہ غفور اور کریم اپنے گنہگاروں پر
سادہ معصوم خطاکاروں پر---
اس کے برعکس، عدول امر کے سرتاب سزاواروں پر
اپنے اک بار کے دھتکاروں پر
تو عتاب اس کا بدستور تھا
وہ طبقہ پراگندہ و مقہور تھا
یعنی کہ نہیں چشمِ کرم سابقہ ان خاص جگرپاروں پر،
لاڈ چونے لگا (موجودہ) بہت عام سے ان پیاروں پر"۔
میں جواباً "انہیں" "اے دیدہ ور و فرزانہ!
جانئے آپ مناسب تو ذرا دیکھئے اب اس کا خباثت خانہ
دیواستھان---- شیاطیں کا پراسرار ٹھکانہ ہے وہاں،
ہون الاؤ وہ دہکتے ہیں دراز اور دبیز ایک سے اک شعلہ زبانہ ہے وہاں
اور بایں ہمہ -- ہر سمت محیط ایسا زمانہ ہے وہاں
ہاتھ پھیلائے ہیں دریوزہ گروں نے کہ ملے نور کی بھیک،
گھپ گھٹاٹوپ فضا ایسی اندھیری ہے، وہ ماحول ہے ایسا تاریک،
صاف اسے دیکھ سکیں، کیجئے یوں زاویۂ آئینہ ٹھیک--"
خاص حکمت سے رکھا خضر نے تب کر کے اسے کج نزدیک---
دیواستھان میں برپا تھا بلا کا کہرام

اژدہام ایسا تو بلوہ نہ مچائے سرِ عام'
غلغلہ ایسا کہ قابو سے بروں تھے وہ شیاطین تمام--
غضب و غیض میں طاغوتیوں کا ہے یہی مذموم شعار
یہ وطیرہ' یہی لچھن ہے برائے اظہار--
غل غپاڑہ' ہلہ ہو' شور شغب' چیخ پکار!
--بات یہ تھی کہ اسی وقت عزازیل کا چیلا گھنٹال
تند صرصر کی مثال
لے کے واں یہ خبرِ وحشت اثر آیا تھا
کہ زمیں پر جو بشر آیا تھا
گھر کا بدھو نہیں--ہاں صبح کا بھولا تھا کوئی شام کو گھر آیا تھا
وہ بڑا مطمئن و شاد نظر آیا تھا-
دیکھ کر منظرِ بد زیب یہ غصہ بھی بہت آیا تھا' دل بھی بڑا بھر آیا تھا'
دیو استھان میں ماحول یہ در آیا تھا:
اک غضب ناک بپا ہنگامہ
تھے نہ آپے میں' دکھائی دیا ہر کوئی برونِ جامہ'
جھنجھلاہٹ ہے اسے جھانجھ میں' وہ جھاؤ میں چڑھ بڑھ کے دولتی جھاڑے'
دانت پیسے یہ' وہ ہونٹ اپنے چبائے' تو شریر [85] انگ میں ناخن گاڑے'
یہ کرے شور شرابہ' وہ دہاڑے' دھاڑے [86]
زہر اگلتی تھیں زبانیں--ہے یہ مٹی کا کھلونا اسے بس توڑ کے ہی دم لیں گے'
انتقام اس سے یہاں--ہم لیں گے'
مطمئن شاد یہاں پر نہیں بسنے دیں گے
یہ سپیرا ڈسے اب سانپ کو--ایسے نہیں ڈسنے دیں گے'
گھر زمیں پر نہ بسانے دیں گے

ہم نہ یہ دوسری فردوس بنانے دیں گے ،
دامنِ رحمتِ یزداں تلے انساں کو نہ آنے دیں گے
اپنے پنجے سے نکل جائے یہ بچ کر-- اسے آسان نہ جانے دیں گے!
یا وہ گویوں تھے عزازیل کے چیلے چانٹے
بر جھٹے سول ببول ان کو چبھے چمٹے' کھبے جیسے سوئے گوکھرو کٹنک کانٹے'
جس طرح آدمی ہو سامنے-- یوں ڈپٹے کوئی اور کوئی یوں ڈانٹے'
ایسی بکواس' وہ ہفوات' وہ ہو ہو' ہاہا
جی میں جو آئی کہا اور بکا جو چاہا--
دھجیاں اس کی اڑا دیں گے' وہ چھیتیں گے وہ کوٹیں گے وہ پیٹیں گے اسے ،
وہ رگیدیں گے ، جہنم میں گھسیٹیں گے اسے'
پر نکل آئے ہیں چیونٹی کے- اپھن آیا علق ریم لہو کا یہ قوام ،
ہو گیا اس کا سرِ ارض خطرناک قیام'
وہ یہاں جرم پہ تائب ہو کر
آبرو چاہے خداوند کا نائب ہو کر
خوب موجود سرِ عرشِ معلّیٰ سے یہ غائب ہو کر!
اس لئے تو نہ کرایا تھا اسے عرش بدر
مطمئن شاد کسی اور جگہ پر جا کر
اس کی بگڑی ہوئی تقدیر بنے بارِ دگر'
تھا یہ منشور اسے لایا جو عزازیل یہاں
اس قدر چاہئے تذلیل یہاں
خوار و بدکار بنے' زار و زبوں ہو جائے
سخت محرومِ سکوں ہو جائے'
سرنگوں روبروئے اہلِ نہی عجز سے یوں ہو جائے

آدمِ خیر فزوں، بندۂ دوں ہو جائے
دلِ یزداں کو خوں ہو جائے --
ہڑبڑی یہ تھی، یہ غل غدر، یہ دند
چوٹ دیں، کیسے کڑی ضرب لگائیں، اسے پہنچائیں گزند!
تھا مگر عالمِ بحران کہ موجود نہ تھا سرغنۂ دانشمند
صاحبِ حیلہ و تیزویر وہی کرتا اب اس روزنِ فردوس کو بند،
کھول دیتا وہی دوزخ کا نیا دروازہ
منتشر کرتا وہی خیریت و خیر کا یہ شیرازہ،
تھے بڑے سخت پریشان، ہراساں، حیراں
بحرِ تدبیر میں غرقاب سراپا یمِ تجویز میں یکسر غلطاں-
بھیجئے اس کو بلانے کے لئے بہرِ مہم دوبارہ
برق رفتار کوئی ہرکارہ ۔
ڈھونڈتا پھرتا رہے گا وہ کہاں آوارہ؟
نقل و حرکت میں زبردست پراسرار، کہاں وہ ہو گا
چاند سورج کے قریں، ثابت و سیارہ پہ یا نزدِ جناں وہ ہو گا،
یاد کچھ آتا نہیں کوئی مہم اور بھی تھی زیرِ غور
پر توجہ طلب اب اس سے اہم کوئی نہیں مسئلہ اور-
ترک سب دوسری مصروفیتیں کر کے، یہاں چاہئے آئے فی الفور
ہاں بہرحال، مگر اب جس طور-
بھیجئے جھٹ اسے اطراف و جوانب میں بلاوا، پہنچے
چاہئے اس نئی بپتا کا مداوا -- پہنچے،
وہ بچائے کہ ہے ضحاک سے آمادۂ پیکار درفشِ کاوی
خوب تر آدمی کو مل گیا ملجا ماوی!

اس نے یزداں کو فریاد سے شیشے میں اتارا کیسا۔
توبہ تلّا سے یہ دھویا گیا سارا کیسا'
مطمئن بس کے زمیں پر انسان
منہ چڑاتا ہے، یہ منہ آتا ہے اپنے ہر آن۔
جلد لوٹے تو عزازیل یہ حالات پلٹ سکتا ہے'
ایسے بحران سے وہ صرف نبٹ سکتا ہے۔
خضر نے آئینۂ وقت نما کا کیا اب زاویہ کج دور تلک
دیکھی ققنس سے کلاں اک شپرہ شکل کی تاریک جھلک'
یہ عزازیل تھا -- پرواز کناں سوئے فلک
پھر بمشکل ابھی جھپکی تھی پلک
کہ وہ عیار بدل کر بہروپ'
اوڑھ کر تیرہ سراپا پہ دمکتی ہوئی دھوپ'
دھان پان اور رانوپ --
خوب چہرے پہ ملے نور کا گلگونۂ پاک'
پہرے داروں سے ملاتا ہوا نظریں بے باک
اعتمادانہ قدم زن' چالاک
باغِ جنت میں گھس آیا یہ تماشا کرنے
گل کھلایا تھا بہ حکمت شر نے
کہ غلط کار بشر نے جو وہاں حکم عدولی کی تھی
غلطی سخت اصولی کی تھی'
کامیاب اس کی ہوئی تھی تحریک
تیر بیٹھا تھا بڑے ٹیڑھے نشانے پر ٹھیک'
(ناروا) آدم و حوا پہ وہ اس کے نزدیک

واردات ایک رواگذری تھی'
دلِ یزداں پہ بھلا دیکھئے کیا گذری تھی۔
جب مری سعی سے وہ قد کے مطابق ہوا چھوٹا ہو گا
آدم اس کا وہی وہ سکہ اصل' اصل میں نکلا بڑا کھوٹا ہو گا'
اس نے چھاتی کو گھروٹا ہو گا تو اس دوسری نے چہرہ کھسوٹا ہو گا'
سانپ تو سینۂ یزداں پہ بھی لوٹا ہو گا۔
خوب جنت میں بھی دھم کھیڑ [۸۷] مچی ہوگی' بڑا ہو گا غدر
اب تو ہر اصل حقیقت ہی وہاں' ہر کوئی بنیادی قدر
بے محابا تہ و بالا ہوئی ہوگی کیسی'
اسفل و ہیچ شئے ارفع و اعلیٰ ہوئی ہوگی کیسی:
قابلِ دید بہت کیفیتِ نو ہوگی'
ہر طرف تیرگی کی ایسی تگ و دو ہوگی
چادرِ دود میں ملفوف ہر اک روشنی کی رو ہوگی
بجھ گئی آنکھ ہی کی ضو ہوگی۔۔
جس طرف بھی نظر اٹھے گی اندھیرے ہوں گے'
شکمِ شب سے ہویدا نہ سویرے ہوں گے'
بند سب ہو گئے ہوں گے وہ شعاعوں کے رواں فوارے'
سب فرو ہو گئے ہونگے تارے'
یہ ہی ممکن نہیں بر روئے مہ و مہر گہن آیا ہو
بلکہ نورِ ازلی آپ بھی سنولایا ہو۔۔
ملگجے ہو گئے ہوں گے۔۔۔ دھنک' آکاس کی گنگا' دیا جن کا چ [۸۸] پچپیا جگنو
مختصر یہ کہ ہر اک جلوہ قبیح و بدرو'
تازگی ہوگی فرشتوں پہ نہ حوروں ہی پہ اب شادابی'

چہ عجب رشد و سعادت بہ دلاں کم یابی!
زلف لہرائیں تو لُو، سانس اگر لیں بھبک آتی ہو گی
ہونٹ پر پریم کتھا بھی تو نہیں ٹھیک تک آتی ہو گی،
حلیہ بھی ساکنوں نے مسخ بنایا ہو گا،
نقشہ مسکن کا تو کچھ اس سے سوایا ہو گا:
کوشک و کاخ کے دیوار و در و سقف شکستہ ہوں گے،
سائباں سدرہ و طوبیٰ کے گستہ ہوں گے،
پے بہ پے ریزے شہابوں کے برستے ہوں گے،
پھول شبنم کو ترستے ہوں گے۔
اب مزیدار زبانوں پہ نہیں ذائقہ رہتا ہو گا،
زہراب کوثر و تسنیم میں بہتا ہو گا
اور گل سڑ گئے سب ہوں گے سرِ شاخ ثمر،
دودھ میں کیڑے پڑے ہوں گے مگس مور چے در شہد شکر
لیسلی ہو گی تمر، چیچپی زیتون بھی، انجیر سو گوندی ہو گی
جمی ہر شے پہ پھپھوندی ہو گی ---
یہ تو ظاہر میں خرابی کا نمونہ ہو گا
باطنی عالمِ بے ہیئتی اس سے بھی دو گونہ ہو گا،
گنگ لب ہائے ملائک پہ مناجاتِ ثنا،
خوگرانِ مئے تسلیم و فنا
ہو کر اربابِ خود آگاہ ز یک قطرۂ نکتارانا
ورد سبحانک اب چھوڑ کے آمادۂ ترتیل ہوں - سبحان لنا!
ہر کوئی ذات میں خود بزم طراز،
خود -- خودی، بے خودی، خودداری ساز۔

میری مانند کئے حیثیتِ نورِ اثیرائی پہ ناز
ہو گئے ہوں گے مقابل کھڑے گردن افراز'
یوں--کہ ہوں گے نہ کسی عنصرِ کم تخم کے آگے سپر انداختہ اب
بس اڑائیں گے خلیل اور نہیں فاختہ اب'
میرے ہم اصل ملائک 'صدفِ ذات کے ہم رنگ گہر
جبر و جبروت سے باغی 'منکر
دیکھ کر اس کے خلیفہ کو سرِ ارضِ زبوں خاک بسر
جب اکھڑتی ہوئی یزدان کی پائیں گے ہوا' صاف پلٹ جائیں گے
جوق در جوق مرے زیرِ لوئ آئیں گے--"

وحشت اس کی تھی مگر قابلِ دید
دفعتہ "ہو گیا خونِ امید---
واں سرِ مو بھی نہیں فرق پڑا تھا' وہی سب حسن 'سکوں اور ضیا باری تھی......
سرمدیت کا بدستور وہی عہدِ مبیں جاری تھا'
دل تہی جذب سے کوئی تھا نہ سربندگی سے عاری تھا
وہی عامل تھا' وہی اس کی عمل داری تھی......
کچھ کہیں بھی نہیں بیش و کم تھا
شاد 'شاداب 'شگفتہ 'شرف و شستگی و شکر گذاری کا وہی عالم تھا'
چند پیدا کئے جو اس نے مسائل -وہ ہوا جب حائل
حسنِ ہر شے ہوا تھا آدم و حوا کے لئے لاطائل'
منفعل دیدۂ بینا کی بصیرت جو ہوئی تھی زائل
نقص پرور ہوئی تھی ذہن کی خوش اسلوبی
کوئی خوبی نہ رہی تھی خوبی--

ایک آئینہ کہ جوہر سے تہی ہو جیسے
اک صدف دانۂ گوہر سے تہی ہو جیسے،
---تھا یہ احساس فقط باطنی محرومی کا
قدرتی ردِ عمل واقعۂ شومی کا،
گردو پیش ان کے لئے صرف ہوا تھا بے طور
نظر آتا تھا انہیں اور کا اور---
ورنہ سب کچھ تھا وہی اصل پہ قائم بالذات
باہمہ وصفِ صفات!
پس بجا ہو گیا مایوس عزازیلِ غلط اندازہ
دیکھ کر جرمِ کبیرہ کا ذرا سا بھی نہ یاں خمیازہ،
جان جو کھم سے یہاں شاخ بدیوار [89] آیا،
ہوسِ شاخچہ [90] بندی میں یہ بیکار آیا،
پس شش و پنج میں وہ بچتا بچاتا لوٹا
دیکھنے والوں کی نظروں سے بہت چھپتا چھپاتا لوٹا
اس نتیجہ پہ پہنچ کر، ہے عبث ایسے فرشتوں سے کوئی گفت و شنید
عزتِ نفس سے بیگانہ، بعید
جو ابھی تک ہیں بدستور---اسی مرشد جابر کے مرید!
---وہ روانہ تھا کہ جبرئیل سے دوچار ہوا
جس نے پہچان کے للکارا اسے، اور بگفتار ہوا
سخنِ تلخ وہ ایسا کہ بدن تپ کے عزازیل کا انگار ہوا:
"روپ بہروپ فرشتے کا بنا کر یہ کہاں آن گھسا تو بدذات
مل گیا ہے مجھے اب خیر منا---دوں اک لات!
باغِ جنت سے یہ منحوس سراپا گم کر

دفع ہو، اور کہیں جا کے مر!
روسیہ دھوئے گا کالک نہ تری رحمتِ انوار کا مینھ
تو تو اک سانپ ہے چلپا سا ہے راسو [91] ہے کہ سینھ
چھپکلی ہے کوئی یا گوہ ہے پھر
یاں جو آ دھمکا ہے تو کون نئی ٹوہ ہے پھر؟
کیا تری آنکھ میں اب اور رڑکتا ہے کوئی
تیرے باعث بڑی تکلیف میں دل دو ردھڑکتا ہے کوئی'
سرِ آدم پہ تری وجہ سے اس عرش کا اب واقعی کم سایہ ہے.
ہم یہ سنتے ہیں کہیں وہ ترا ہمسایہ ہے--
خیر آگاہ مگر ہو کہ فرشتوں کی صفیں ہیں مامون
تو بدل کے یہاں آ کوئی سا حلیہ 'کوئی جُون
اب نہیں کوئی سرِ باغِ ارم---اے ملعون
اے فریبی! تری ترغیب میں آنے والا
واہ 'کیا آیا ہمیں ہاتھ دکھانے والا---"
---تب عزازیل نے بھی خوب بگڑ کر یہ دیا تیز جواب:
"دیکھ جبریل نہ آپے سے ہو باہر' یہ عتاب
تو کسی اور پہ جھاڑ'
ہوتے سوتے ترے ہوں گے 'انہیں جا ڈانٹ لتاڑ'
مانگے تانگے کا چلا اور کسی پر یہ زور
مت مچا فیل' نہ کر بے جا شور---
مفت میں کس لئے اتراتا ہے'
اس طرح کیوں مرے منہ آتا ہے'
ہیکڑی کیسی ہے آنکھیں جو دکھاتا ہے مجھے

کونسی عاقبتِ بد سے ڈراتا ہے مجھے'
ناک بھوں یوں نہ چڑھا
بسکہ معلوم ہے کل تیری بساط 'اب اسے اتنا نہ بڑھا'
کیا ترے ساتھ یہ کج بحثیِ خیرو ناخیر
تو مری ذات کا ہے 'ہم نہیں باہم کوئی غیر
میں نے تو باندھا ہے تمہارے سے بیر'
وہ کہ بالذات قوی 'قائم ہے
جس کا مضبوط تریں تخت ہے اور پادشہی دائم ہے'
تجھ سے تو کوئی عناد اور نہ اخلاص مجھے
منہ نہ لگ 'جان 'کوئی شوق نہیں خاص مجھے
خوبصورت ہے اگر سنگِ درِ یار تو پھوڑوں سر میں
ہیں منقش در و دیوار تو زنداں میں بنالوں گھر میں'
سن یہ جبرئیل....
مرا تیری طرح اور نہیں کوئی کفیل'
دھونس بے کار مرے یار جمانا یہ کیا
ڈھول دھپے کی سنانا یہ کیا'
دھاندلی ایک یہاں ہو ہی چکی---اور بڑی کیا ہو گی'
تب نہ دھمکی میں گر آیا مرے اوپر جو پڑی 'اس سے کڑی کیا ہو گی؟
خودستائی سی یہ ہوتی ہے---ذرا ذات کی مداحی ہے
سعی لیکن مری اصلاحی ہے'
طنطنہ مجھ میں ہے 'شیوہ مرا خودرائی ہے
رہن انا رکھی ہے میں نے 'نہ خودی بیچ ابھی فرمائی ہے'
ایسے سودے کا نہیں عادی ہوں

تاجرِ ذات ہوں میں اور نہ فروشندۂ آزادی ہوں۔
میں خود آگاہ بھی، خود خواہ بھی، خود راہ بھی، خود آئیں بھی
خود خود خود بیں بھی،
خود بدولت چمنِ ذات کا خوشہ چیں بھی،
خود پرست و خود مست
یہ خودی میری جبلّی ہے، مہیا یہ نہیں مجھ کو ہوئی دست بہ دست۔
چھوڑ، بالا ہے تری فہم سے یہ سب منطق
سخت مشکل ہے سبق
نکتہ یہ نابلدِ خود کی فراست پہ ادق
ذہن کر اس پہ نہ شق!
ہم نہ ہم رائے سہی، پھر بھی مرا یار ہے تو
واقفِ رازِ مقرب، بڑا آگاہ و خبردار ہے تو
یہ بتا ---- ہاں تجھے ہو گا یہ بخوبی معلوم
یہ جو رونق ہے، مچی ہے جو یہاں ایسی دھوم
ہر طرف یہ جو فراوان ہے رنگ و ضو و خوشبو کا ہجوم
باغِ جنت میں نمائش ہے....
بہر سو بڑی زیبائش و آرائش ہے،
مثلِ آدم کوئی یاں اور مقیم آئے گا
اس خلیفہ کی جگہ خاص ندیم آئے گا،
آزمائے گا کوئی عنصرِ نو خالقِ باری پھر کیا
آئے گی شان سے سج دھج کی سواری پھر کیا،
یوں بدستور جو قائم ہے سماں
روشنی روپ کا رودار چراغانِ رواں،

تو کوئی چاند طلوع اور ستارہ ہو گا
رائیگاں سجدہ مزید اے مرے یارو ہو گا؟"
--- برہمی سے اسے جبرئیل یہ جھلا کے: "عزازیل نہ بک
بد زبانی تری برداشت بہت کی اب تک'
بد تمیزی سہی کودن کودک---
گو ہے یہ امر بھی مبنی بہ حقیقت بے شک
اور کرتا ہوں اسے میں تسلیم
تجھے تفویض ہوئی ہے شر و فتنہ کی مکمل اقلیم'
کچھ تسلط میں ہیں ذو خلعت و اربابِ گلیم
اہل سیات کا تو صاحب و مختار ہوا
جملہ کج رو' غلط انداز' بد اعمال کا سردار ہوا'
صاف آتی ہے سمجھ ہے تری عیاری و پرکاری کیوں
تجھ پہ لیکن ہوا ہے طنطنہ یہ طاری کیوں
بار برداریٔ ذات--- ایسی گراں باری کیوں؟
آپ تو اپنی بڑائی کا نقیب--
اپنے منہ ایسے میاں مٹھو ہے
آپ پٹھا ہے 'کھوذات کا خود پٹھو ہے'
واہیاتی یہ مبارک تجھے-- یہ تیرے نصیب--
اے دریدہ دہن 'اے بندۂ گستاخ' مگر چاہئے دے منہ کو لگام'
ہو چکی تیری خرافات بہت' -بے ہنگام
بے محابانہ چلا' تھام زبانِ غلط الفاظ کو تھام'
ہے کہیں حدِ ادب نا فرجام-
اس قدر ہرزہ سرائی بہ حضورِ یزداں

کھینچ ڈالوں تری گدی سے زباں
آتشیں گرز سے میں کھال ادھیڑوں تیری
شیطنت سب یہ نبیڑوں تیری۔
دم ترا خشک کروں، پڑھ کے رجز للکاروں
دور دوزخ میں کہیں دے ماروں،
نشہ پندار کا ہو جائے ہرن یہ جو چڑھا ہے اتنا
گھٹ کے رہ جائے جو قد زعم و تبختر میں بڑھا ہے اتنا،
اترے، لاشے نے جو یہ خول مڑھا ہے اتنا۔۔
ہے مرے واسطے یہ کام بہت ہی آساں
تو سمجھ جائے تو اچھا ہے۔۔وگرنہ تو یہ گز یہ میداں!
ہاں مگر آشتی و امن کی وادی ہے بہشتِ ایمن
اس جگہ خون خرابہ نہیں ہے مستحسن،
بلکہ بالکل ہی مکمل ممنوع،
اس لئے اس پہ مناسب نہیں فی الوقت رجوع۔
اے مرے دشمنِ جاں، اچھا ہے
صلح و پیماں ہی بہت خوب، بہت امن و اماں اچھا ہے
برقرار ایسا ہی ماحولِ جناں اچھا ہے،
تو سمجھ جائے یہی اب جو یہاں اچھا ہے
راستی سے تجھے کہتا ہوں بس اب سیدھے سبھاؤ چل دے
قبل ازیں، منع ہے، جو کوئی وہ بتوث کا داؤ چل دے!"
۔۔زہر خند اس پہ عزازیل کے ہونٹوں پہ نمودار ہوا
طبع جبرئیل پہ جو بار ہوا،
خندہ روئی سے یہ تاہم نظرانداز کیا۔۔۔

اس پہ بالکل نہ ہوئے وہ ناراض
بردباری رہی ملحوظ اور اس طنزِ صریحانہ سے برتا اغماض '
ہاں بلند اور لب و لہجۂ آواز کیا---
کہ عزازیل جواب ان سے مکمل سن لے
پھر نہیں سیندھ لگا تا پھرے 'جنت کی نہ پھر سن گن لے -
"سو بہ سو یہ جو یہاں عالمِ آرائش ہے
خلد میں 'اب کسی تخلیق کی-- سن لے-- نہیں گنجائش ہے '
بلکہ فقدان شعور!
تجھ پہ البتہ عیاں چاہئے یہ مسئلۂ صاف ضرور '
ہے وہی منظرِ پاکیزگیِ حسن بدستور اگر
غرفۂ ہر حرمِ قصر میں ہے جلوہ فروزاں درِ نا سفتہ وہی حور اگر
تازہ دم رنگ و بو و نور 'کہن ذائقہ صہبائے طہور '
شہد و شیر و شکر---انجیر و انار و انگور '
گر ہیں با کثرت و افراط و وفور---
اہتمام اس لئے ہے 'آدم و حوا ہی لائیں گے دوبارہ تشریف
تو جنہیں اے متکبر 'مرے یزداں کے حریف
خلد سے دیس نکالا ہے دلا کر شاداں '
صورتِ حال وہ مایوس کن ایسی بھی نہیں اب ناداں!
رائیگاں سجدہ نہیں جائے گا 'سن لے یہ مری 'مان یہ تو
کہ ادا ہو بھی چکا 'جان 'یہ تو-
حرزِ گوش اب کرے با حسرت و ارمان یہ تو
کرمِ خاص ہوا ان پہ خداوند کا 'وہ غنچۂ دل کھل بھی چکے
مطلع ہو کوئی بچھڑے ہوئے حرمان زدہ مل بھی چکے '

مہرباں کی نظرِ عفو سے زخمِ تن و جاں سل بھی چکے،
اک دعا عرش پہ مقبول ہوئی
درگذر ہو بھی چکی --- وہ جو کبھی بھول ہوئی!"

○

بات پوری ہی سنا کر وہ تسلی کر دیں
ختم اس صاحبِ غرّہ کی تعلّی کر دیں
روکتے رہ گئے جبریل مگر
اس جگہ پھر نہ عزازیل رکا --- یہ سن کر
وہ اڑا تیز اندھیری کی طرح، ابر سا گرجا، چمکا
دیو استھان میں جھٹ آ دھمکا۔
لگ چکا تھا جو ادھر بھی پرچا،
اس پہ جاری تھا بڑے زور کا باہم چرچا
جب یہ پہنچا تو ہوا سناٹا
ہر کہ و مہ کو معاً سانپ نے جیسے کاٹا۔
اندروں -- مرمرِ اسود کے بڑے تودے پر
آبنوسی سیہ اورنگ تھا، جس پر وہ بصد تمکنتِ کرّوفر
متمکن ہوا اب، خلعتِ دیبائے شب آگیں میں سراپا ملبوس
--- دلقِ اہلِ ریا، خرقۂ اہلِ سالوس ---
ہو گئے سارے کبار اور صغار از رہِ آداب بیک دم پابوس،
جب ہر اک بیٹھ گیا ہو کے مودّب خاموش،
کورنش خاص مصاحب بھی بجا لائے -- تو بولا چاؤش
"اہم اجلاس ہے یہ مجلسِ شوریٰ کا --- یہاں
گو کسی پر نہیں اطلاق کہ ہو مہرِ لب، بند زباں

پھر بھی ملحوظ بخاطر رہے یہ چیدہ چنیدہ ارکاں'
ہو سخن سنج وہی ذاتِ شریف اب، جسے خوب
فرطِ خوشنودیِ سلطاں کا ہے معلوم اسلوب
چاہئے درک ہمیں جرمِ ضالین المغضوب!
سخت برگشتہ وہ لائے ہیں کہیں سے تشریف
طبعِ عالی ہے کثیف'
یہ نہ ہو اور پراگندہ ہو
بات میں چاہئے محتاط ہر اک بندہ ہو۔"
--عرض پرداز یہ گھنٹال: "شیاطین پناہ
مرحمت ہو جو اجازت تو ابھی عالی جاہ
خانہ زاد آپ کے ہوں نعرہ زناں، چھیڑ کے ساز
'حالیا، غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز!'
ایک سے ایک حسیں ساقیِ مینا اندام
پیش ہو سامنے خود صورتِ مشکیزہ و جام'
غم و اندوہ ہمیشہ کی طرح غرقِ مئے ناب کریں'
خود فراموشیِ ہستی سے علاجِ دلِ بے تاب کریں'
گردو پیش ایسے گراں ہیں تو سبکبار کریں
گرم یاں صحبتِ یارانِ طرحدار کریں'
دمبدم تازہ بہ تازہ صنمِ رنگیں پہلو سے ہم آغوشی ہو
کہ بتدریج حسِ سرخوشی و لطف و مزہ مدغم کیفیتِ مدہوشی ہو'
اہلِ دانش نے کیا ہے یونہی اظہارِ خیال
بے عمل ہو جو یہ چندے تو قویٰ از سرِ نو آئیں بحال۔
نیند سے تازگی آجاتی ہے

زندگی بارِ دگر عود تنِ زار میں فرماتی ہے۔
ہیں حسینانِ گل اندام و نکو چہرہ و شعلہ اعصاب
با سبو و بط و طاؤس و رباب
بالیقیں بازدہِ عہدِ شباب!
بندہ پرور کی اجازت ہو اگر، حکم جو یہ فرمائیں
واپس اس نسخہ سے ہم تاب و تواں لے آئیں،
بسکہ ممکن ہے اسی طرح فقط -- ہو جائیں
دور اندیش، سب اندیشے غلط، ہو جائیں
ختم اندوہ ملال،
یہ جو ناقابلِ برداشت ہے سنگین وبال
تازہ تر یہ جو ہوئی صورتِ حال!"
--- وہ کبیر اثم مآب

یوں جواباً "ہوا مائل بہ خطاب:
"ناروا کا کبھی بے طرح بھی ہوتا ہے روا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا
بسکہ منظور ہے اس کیفیتِ غیر کی تکلیف سوا ہو جانا!
مہلتِ بزم نشاط و طرب اربابِ فتن
بس خبردار یہ زنہار نہیں آج --- ہمارا مسکن
یہ جہنم ہمیں اب ہے خس و خاشاک کو جیسے گلخن
اپنے اجزائے طبیعی سہی نکتار و اثیر
یہ مگر نارِ سعیر
غیر محسوس طرح بھون کے رکھ دے گی ہمارا یہ خمیر اور فطیر،
تمہیں معلوم ہے طبعاً "میں نہیں ہوں وہمی

پھر بھی لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ ہے خوش فہمی
خرمی و مزہ و لطف کی گھما گھمی
غم یہ کردے گی بہر حال غلط'
یہ عقیدہ ہے مرے اہلِ نژادو کفوو آل غلط'
تیراب کے وہ گڑا دل میں نکالے نہ بنے
صورتِ حال وہ بگڑی ہے سنبھالے نہ بنے
گیت گائے نہ بنے' کھینچتے نالے نہ بنے۔
گرد ہم شرحِ الم خوں زدل و جاں ریزد
رسمِ امید ہمانا زجہاں برخیزد،
کیا اذیت ہے کہ پھر ختم شدہ کام کی تمہید کریں
کیا غضب ہے سفرِ منزلِ طے کردہ کی تجدید کریں'
مطمئن ہم تھے کہ آدم جو ہوا خلد بدر
خاک میں گر کے زبوں' خاک بسر
خاکداں میں ابداً' یونہی رہے گا بخرابی پامال'
رفتہ رفتہ یہاں ہو جائے گی یہ صورتِ حال
سرگراں سرگشتہ
خود خداوند سے ہو جائے گا وہ برگشتہ'
مہربانی جو ہوئی اس سے' سرِ عرش یہ ممکن ہے بہت اس پہ پشیمانی ہو
جس سے از خود ہمیں آسانی ہو'
ختم ہو رشتۂ عبد و معبود
عمل و ردِ عمل کا چلے اک دائرۂ نامسعود'
سرزنش ایک خطا پر جو رہے تو چڑ کر
مرتکب پھر ہو خطا کوش بشر

اور ماخوذِ سزا اس پہ ہو بارِ دیگر!
یوں چلے اور مکرر چکّر
آدمی اور خداوند کے مابین رہے یہ ٹکّر‘
پھر ہمارے لئے یہ معرکۂ آدم و یزداں باہم
کیسا تفریح کا فرمائے نہ سامان فراہم -- تاہم
وائے افسوس غلط ہو گیا سب اندازہ
کہ مرے صاحبو ہے اور ہی اب آوازہ!‘‘

○

تب یہ گویا ہوا گھنتال ’’ہمارے سلطاں!
گر نہیں بر محل اب بزمِ مغنّی و مغاں
ساقی و مطربہ اس صحبتِ نومید میں گر زمزمہ پرداز و نشہ بار نہ ہوں‘
باریابی کے سزاوار نہ ہوں‘
غم غلط کرنے کو فی الوقت مددگار نہ ہوں‘
وقت کا یہ ہی تقاضا ہے کہ ہم ان کے روادار نہ ہوں --
بالطائف بھی یہ فن ہائے لطیفہ ہمیں درکار نہ ہوں
اور پھر یہ کہ دل افگار نہ ہوں
ایک دم چاہئے موزون و موثر کوئی حیلہ و سبیل
دیں نہ انسان کو ڈھیل
ہضم وہ کر گیا ہر چند کہ تھا میوۂ ممنوع ثقیل
خوش تھے ہم کر کے اسے ‘اس نے ہمیں کر دیا افسوس ذلیل -
اہلِ دانش میں اگرچہ ہوں بہت کم اوقات
مری دانست میں آتی ہے یہ بات
ہم بہ تزویر ہوں خود اس کی صفوں میں مدغم

کر کے تدبیر اسے ذات سے الجھائیں ہم
کہ نہ پھر اپنے سوا اور اسے دھیان رہے
اور اس امر کا بالکل ہی نہ امکان رہے
یاد وہ عرش کا یزدان رہے،
توبہ جس شرط پہ مقبول ہوئی ہے وہ فراموش کرے
رہ کے چپ بھی جو ضمیر اس میں ہے گویا' نہ اسے صاحبِ باہوش کرے'
سعی اپنی اسے خاموش کرے۔
آدمی آپ کرے' آپ کو گر آپ سے پھر دور کرے
مار کر پھونک خود' اس میں جو فروزاں ہے' فرو نور کرے'
انتظار اس کا عبث خلد میں غلمان کرے' حور کرے
باغِ میراث بدستور کرے'
انتظار ان کا مگر ختم نہ ہو پائے گا
کہ وہاں کوئی نہیں' کوئی نہیں آئے گا۔"
--بات جی کو لگی' مذموم عزائم کی نمایاں نظر آئی جھلکی
ہو گئی دشمنِ انساں کی طبیعت ہلکی'
خوب تجویز طریقِ عملِ راست ہوا'
جلسہ برخاست ہوا۔
اب یہ گھنٹال کے ذمہ ہی اہم کام لگا
حکم فرمایا اسے: "دوڑ کوئی دام لگا
ایک دم خاص' موثر ترکیب
جس سے برہم ہو خداوند کی حسنِ ترتیب!"
دیکھئے دیتا ہے جا کر وہ کسے' کیا ترغیب
خضر آئینہ رکھیں اس کے ہیولٰی سے قریب

اب ہے وہ ---اور مہم ایک عجیب !

بندوبستِ پدرائی تھا مروج باہر
ماورائے تزک آئین ، سلیقے کا نمونہ تھا گھر ،
مردو زن مطمئن و شاد رہا کرتے تھے
روبرو اور برا وہ نہ پسِ پشت کہا کرتے تھے
ان کے آدابِ شباں روز --- محبت ، محنت !
مختصر خواہش و محدود لزوم حاجت ،
کام سے گرچہ وہ ہرگز نہیں کچھ عار کریں
پر نہ بے فائدہ بے گار کریں ،
بے غرض پیار ، وہ جب پیار کریں
یوں گلے کا نہیں اک دوسرے کو ہار کریں ،
کار جو چند تھے درکار ، کریں ،
وہ ٹھکانے کا کماؤ ، یہ گرہستن بڑے سگھڑاپے کی
کوئی صورت نہیں پیدا تھی جلاپے کی ، سیاپے کی نہ بے آپے کی ،
معتدل اور متوازن تھی حیات
دیو سا دن تھا کبھی اور نہ ڈائن سی رات ۔
صاف گھنتال کی نظروں میں یہ نقشہ گھوما
آپ ہی آپ وہ کچھ سوچ کے کیسا جھوما ---
چاہئے ہے کہ اسی ضمن میں اب چال کرے
ہنستے بستے ہوئے گھر کا یہی سکھ چین وہ پامال کرے ۔
لیکن اب آدم و حوا تو ہوئے ہیں ہشیار
کار گر ان پہ تو ممکن نہیں وار

ان پہ چل جائے گا جادو--- مشکل
تجربہ سعی کاوہ یہ نہ کرے لاحاصل!
یونہی آمادۂ شر سرگرداں
تھا اقامت کدۂ آدم و حوا کے مضافات میں گھنٹال رواں'
اک جگہ بیٹھے نظر آئے جواں دو--- بڑے خوش شکل و جمیل
ایک ہابیل' دگر تھا قابیل۔
باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے آئے تھے
کھیت سے فصل ہٹانے کے لئے آئے تھے
دونوں فرزند تھے پہلوٹھی کے'
پاس بیٹھے ہوئے غلہ کی نئی کوٹھی کے
اک ذرا دیر وہ ستانے کو'
جھٹ سے وہ آن لگا ساتھ انہیں پھسلانے کو
ورغلانے کو ہوا' ایسے مخاطب ہوا بہکانے کو
صورتِ پیر بنا کر گھنٹال:
"ہائے کیسے مرے بچے ہیں مشقت سے نڈھال!
کیا پڑی ہے تمہیں' کیوں کام کرو؟
کھیلنے کھانے کے دن ہیں ابھی' آرام کرو
موج اڑاؤ ابھی تم لاڈلے بچو' ابھی تم خوب پیو اور کھاؤ'
یہ زمین اتنی کھلی ہے' کہیں گھومو' کہیں آؤ جاؤ ---
رائیگاں خوں نہ جلاؤ ایسے
مفت میں جاں نہ کھپاؤ ایسے
نہ جلو دھوپ میں بیکار پسینہ نہ بہاؤ ایسے'
ہو نہ ہلکان' ذرا آپ ہی سوچو' یہ بتاؤ--- ایسے

نازک و نرم، جواں سال بدن
کیا بھلے لگتے ہیں ماخوذِ تگاپو و محن؟
آئے دنیا میں تم اپنی تو خوشی آپ نہیں
کیا تمھیں ازرہِ حظ لائے تھے ماں باپ نہیں؟
سر تمہارے تو نہیں کوئی بھی قرض ان کا ہے
وہ کفالت کریں فرض ان کا ہے!"
تب یہ قابیل تنک لہجے میں اس کو "سمجھ آئی نہیں تیری منطق
آخر استاد پڑھاتا ہے ہمیں کیا یہ سبق،
مان لیجے کہ ہیں نو عمر، تری طرح سیانے بھی نہیں
ہم نے جینے کے ہنر خاص ابھی جانے بھی نہیں،
تیری مانند نہ ہشیار نہ دانا ہم ہیں
ہاں مگر دیکھ تو مضبوط، جواں اور توانا ہم ہیں،
تو یہ کہہ ان کے معاون نہیں کیوں کر ہوں گے
بوجھ بے فائدہ ماں باپ کے سر پر ہوں گے،
زندگانی یہ ہمیں جن کے توسط سے ملی،
چمنِ جسم پہ ایک ایک کلی عضو کی شاداب کھلی۔
تیرا چہرہ نہ بزرگی کا جو مظہر ہوتا
نقشہ اس طرح نہ بابا کے خط و خال کا اس پر ہوتا
اس خرافات کے بدلے میں سناتا میں بھی
تو جو یوں منہ لگا ہے، منہ ترے آتا میں بھی،
راہ لگ اپنی --- چلو بھائی یہاں سے جائیں
گاہنے کا جو رہا کام اسے نبٹائیں۔"
--- اور گھنٹال کو سوجھا نہیں پیچھا آگا

سٹپٹاتا ہوا، سر پر رکھے وہ پاؤں، وہاں سے بھاگا۔

○

مضمحل ---اور خجل
دیو استھان میں جس وقت ہوا وہ داخل
تو عزازیل نے دریافت کیا یوں ہنس کر:
"کیسی دلدل میں ندامت کی تم آئے دھنس کر
جیسے نکلے ہو بمشکل پھنس کر،
اس طرح تھوتھنی لٹکائے چلے آتے ہو
خود پہ غرّاتے ہو، بھنّاتے ہو، بل کھاتے ہو؟"
اس نے تب عالمِ خفت میں سنائی روداد۔
اس پہ بولا جگت استاد "ابھی وقت نہیں آدم زاد
ایک یا دوسرے کے کسب کی عیاری سے
بد ظن آپس میں ہو محنت کی جفاکاری سے،
اپنی باری پہ تو کتائے، مگر دوسرے کو ٹلنے نہ دے باری سے،
وہ بہت دور ہے سرمایہ کی حق سوختہ نو طرزِ ستمگاری سے
کارخانے کی معیشت سے، زمینداری سے،
بھیڑیوں کتوں نے خرگوش ہرن واں نہیں گھیرے ہیں ابھی
ان میں آجر نہ اجیر، اور نہ ہاری نہ وڈیرے ہیں ابھی،
لوگ ابھی یوں بھی نہیں کام سے ہلکان ہوئے
سہل انگار تن آسان ہوئے
ایسے نادان ہوئے
بے تکلف جو تری چال میں آجائیں گے،
گرگ ہرچند شکم سیر سہی، بکریوں کو گرسنہ انداز سے کھا جائیں گے۔

گو میں اتنی کروں تیری تائید
کارگر حربہ ہے' آیندہ رہے گا یہ مفید'
بانٹ دیں گے کبھی اس کام کے ناتے انہیں دشمن آسا
بھائی ہو جائے گا تب بھائی کے خوں کا پیاسا'
فصل کاٹے گی سروں کی جو درانتی تو بھرے جسم کا بن گنڈاسا'
اس قدر خون خرابہ ہو گا
منقسم خون کی ندیوں میں یہ ماحول دوابہ بہ دوابہ ہو گا۔
دور کی ہے وہ مگر بات ابھی
بندۂ حرص نہیں ہے یہ بشر ذات ابھی
اور اس مہرے سے کھائے گا نہیں مات ابھی'
اس لئے ہو کے زیادہ محتاط
جا بچھا جا کے کوئی اور مزید ار بساط'
ہرچہ آغاز نہ دارد نہ پذیرد انجام--
مرحلہ لازماً ایسا ہے کہ درکار ہے بروقت اقدام
ورنہ خدشہ ہے کہ انسان ہمیں زک دے گا
وہ ہزیمت ہمیں یاں تک دے گا
ہم نظر آئیں گے کرتے ہوئے سینہ کوبی'
وہ کروبی-- کہ ہمارے لئے ہیں باعثِ چشم آشوبی
گر گئے سجدے میں جو وقت قیام ایسے کہ لٹیا ڈوبی'
سرغنہ جن کا ہے جبرئیل' مشیت کے زبوں زندانی
خود پسندی تو کجا ہے جنہیں خود رائی بھی نافرمانی'
مضحکہ خوب اڑائیں گے ہمارا' ہمیں طعنے دیں گے
غلطی ہائے مضامیں کا ہر اک قول کو معنے دیں گے'

ہم بڑے ہیں کہ نہیں چھوٹوں کے منہ آئیں گے
اپنی نظروں میں تو گر جائیں گے!"
--تو یہ گھنٹال بہ اندازِ خوشامد بولا
"عقدہ جو کھل نہ سکے 'تیرے سوا کب وہ کسی نے کھولا
پڑ گئے عقل پہ پتھر کہ وہ اس ضمن میں کچھ کر نہ سکی
تو مگر زیرک وذی فہم وذکی!
کارگر اور موثر کوئی ترکیب سجھا
لگ رہی ہے جو دلوں میں یہ بری آگ 'اسے حکمت سے
زعم خود پر تھا زیادہ مجھ کو
کس قدر کر گیا مجہول مگر آدمی زادہ مجھ کو--"
تب عزازیل اسے "سعی اکارت کیوں ہو
اور پھر جس میں تجھے ہے بھی مہارت-- کیوں ہو'
جو نہیں مٹ سکا نفرت سے 'محبت سے نہ غارت کیوں ہو؟
ہاں رہے دھیان وہ لونڈے بڑے چالاک بھی ہیں
آپ دیکھ آیا ہے منہ پھٹ بھی ہیں 'بے باک بھی ہیں'
سرپھٹول میں خطرناک بھی ہیں---"
بات ہر چند بڑی رمز میں بتلائی تھی'
پر گورو نے جو کہی 'خوب وہ چیلے کو سمجھ آئی تھی
پر زمعنی تھا اشارہ (وہ مگر صاحبِ ادراک بھی ہیں)
سرپھٹول میں خطرناک بھی ہیں!
ذہن میں ٹھیک بنا تا ہوا وہ خدعِ خرابی کے خط و خال 'چلا
لے کر اس بار نیا جال چلا
فتنہ گھنٹال چلا---

نسلِ آدم کو مسلسل تھا شب و روز فروغ'
بن میں حاصل کیا کرتے تھے بلوغ
صبح سے شام تلک نو مولود'
پس یہ دستور تقاضائے ضرورت کے سبب تھا موجود
والدین آدم و حوا انہیں جھٹ عقد کرا دیتے تھے'
بیٹیاں گھر میں اٹھا دیتے تھے'
اور وہ پوتوں بڑھیں پوتوں نہائیں -- یہ دعا دیتے تھے'
نسل انساں کو بایں طور بقا دیتے تھے!
-- گھر میں آدم کے بہار آئی ہے'
کوٹھڑی' کولے' منڈیر' آنگن ادھک روپ نکھار آئی ہے'
آج مایوں میں ہے بیٹھی ہوئی ایک
دخترِ حور شمائل - بڑی الھڑ بڑی سگھڑ' بڑی نیک'
دوب اٹھا کے کہا حوا نے ہوئی بات یہ اب پکی طے
چاند سی یہ مری بنّو -- یہ منگیتر مرے ہابیل کی ہے۔
شاداں باپ تھے 'شاداں بھائی'
جوگ سنجوگ 'یہ سمبندھ سمیل' [۹۲] آئی وہ شبھ نیگ بدھائی کی گھڑی جب آئی'
گھر سے خوش خوش گیا پھلواری کی جانب قابیل
بھائی کے واسطے پھولوں کا بنانے اکلیل
موتیا' کیتکی' جوہی --- سمن و نسترن و نرگس و گل چنتا ہے
کہ اچانک یہ صدا سنتا ہے:
"اے طرحدار سجیلے گبھرو!
بدّھیاں گوندھ رہا ہے، جو کلی پھول کی تو
آپ یہ اپنی عروسی کی مبارک تجھ کو'

واہ وا---دیکھئے بے شک تجھ کو
خوب طرۃ تر و تازہ یہ سجا ہے واللہ
چشمِ بد دور کہ زیبا ہے---بجا ہے واللہ
وہ کلی زیبِ گلو جو ہوگی
تیری صہبائے محبت کا سبو جو ہوگی'
ہائے وہ چاندنی میں دھوئی دھلی دوشیزہ
اپسرا ان بندھی' حور ان چھوئی--اک گوہرِ ناسفتہ پری' پاکیزہ
رنگ میں تیتری گر' نور میں جگنو کہئے'
ایک ابریشمی مشکیزۂ شیر و شکر و بو کہئے۔
مخملی گود سنگھاسن میں کوئی شخص براجے تو مزا آجائے
بسترِ سندس و اطلس میں پڑا ستائے!
جا--- نہیں میں تجھے ٹھہراؤں گا'
یار زندہ ہے تو صحبت کے بہت گر تجھے سمجھاؤں گا۔
اشہبِ جسم کو اب ایڑ لگا
سونپ دی جائے نہ دلہن تری واں غیر کی آغوش میں جا'
وہ طرحدار حسینہ ترے قابل ہے فقط اے قابیل
ساعتِ سعد پکاری---تعجیل!
فیصلہ کر چکی تقدیر' تذبذب میں نہ ہو
چل گلوبند میں اس لولوئے لالا کو پرو---"
بات کیا بھا گئی قابیل کے جسم و جاں کو
رہبری ذات نے دی تابہ ہدف پیکاں کو'
گدگدا ہی تو گئی دل کو تمنائے گداز'
غیب سے آئی ہوئی لطف فراواں آواز

جھنجھنانے لگا جذبات کا ساز'
سچ مچ ایسا ہوا قابیل کو اب تو محسوس
شبِ زفاف ہے۔ --- اور منتظر اس کی ہے شبستاں میں عروس۔
یہ ترنگ آئی' مزید ار اسے آیا یہی دھیان
لحظہ بھر کو بھی نہ گذرا یہ گمان
چل رہا تھا' اسے مبہوت بنا کر یہ چال
شعبدہ باز' فتوری' بیتال [٩٣]
دشمنِ جاں' وہی فتنہ گھنٹال'
ہاں مگر گیت --- سنبھل کر اس بار
سامنے کا جو گیا خالی وار ---
دیکھنے پر بھی نہیں کوئی نظر جب آیا'
دور نزدیک نہ انساں' نہ کسی کا سایا
سو وہ سمجھا اسے آوازۂ غیب'
عقل نے بھی دیا اس کو یہ ٹھوکا --- لاریب
کر اسے صاف حقیقت تسلیم'
کوئی باقی نہ تھی گنجائشِ اندیشہ و بیم
بلکہ ایسا لگا --- منسوبۂ ہابیل' حسیں البیلی
گود میں آ گئی خود کرتی ہوئی اٹکھیلی!
--- گھر پہنچتے ہی وہ ہار اس کے گلے میں ڈالا
جس طرح کوئی سوئمبر مالا'
اور بولا "یہ صبیہ مری بیوی ہوگی
بس بہت اس کی تمنا میں کسالا بھوگی۔"
پر رہی خانۂ ہابیل ہی میں ضو فگنی وہ اس کی

نہ بنی شمعِ شبستاں نہ بنی وہ اس کی۔
اب تو قابیل حزیں، دل زدہ، مغموم، اداس افسردہ
سرگراں بھائی سے، ماں باپ سے رنجیدہ ۔۔ بہت آزردہ
گھر سے اس طرح بیاباں کی طرف چل نکلا
یہ کہو تم ۔۔۔ کوئی پاگل نکلا۔
کردیئے تھے ہوسِ وصل نے مخبوط حواس
آتشِ شوق نے بھڑکائی تھی رسونت کی پیاس،
خون لاوے کی طرح پھونک رہا تھا تن کو
ساز درکار تھا زخمہ زن کو!
پھر بمصداقِ کہ دیوانہ راہوئے بس است
ناوکے بر ہدفِ عین نشست
کیونکہ گھنٹال نے اب (تھا جو بدستور او جھل)
تاڑ کر اس کے بدن میں یہ بلا کی ہلچل
کام جلتی پہ کیا تیل کا اس طور مزید،
اس گل اندام کی تصویر بہت قابلِ دید
کی صنائع و بدائع سے بہ الفاظ کشید
کہ خط و خال کی تشریح معانی مانگے
بہرِ تکمیل فن اک موقلم [94] رافل واو بنجہ [95] وچغتائی [96] ومانی مانگے۔
وہ شبیہہ کمروسینہ ورخسار و جبین ولب و دیدہ کھینچی
کہ سماعت سے بصارت [97] سینچی،
نقطہ و قوس و خط و دائرہ ۔۔ نرم اور گداز
گرم، تنہائی نواز ۔۔۔
اور پھر سوختہ واسوختِ برباد نصیب

جسمِ معشوق در آغوشِ رقیب!
پہلے ناکامیِ الفت نے قرابت ہی کی اقدار کو تبدیل کیا
اب رقابت نے دل اک زہر بھری جھیل کیا'
اس قدر کر دیا بھائی کے خلاف
خون سر چڑھ کے اب آنکھوں سے ٹپکنے لگا صاف!
اور ہابیل کو بھی شومئی تقدیر ادھر لے آئی--
بھائی پر دشمنِ جاں بن کے چڑھ آیا بھائی
اولیں-- باہمی انسان میں ہاتھاپائی!
تھی جو قابیل کی خود جسم میں' وہ پوڑھائی ۹۸
غصہ و رنج نے اب دگنائی!!
پس لڑائی رہی یہ یک طرفہ
نہ کیا اس نے لکد َدبی و تن اُ فگنی و مکہ زنی میں صرفہ'
جیسے ہڑکایا ہوا ہو کوئی سگ
نوچ کے سارے بدن سے، جو کرے گوشت الگ'
ڈال کر پنجہ کلائی کو مروڑا اس نے
انگلیاں انگلیوں میں ایسی دبائیں انہیں توڑا اس نے'
سر کو سر مار کے پھوڑا اس نے
ادھ موا ہو گیا تھا پر نہیں چھوڑا اس نے،
اک اڑنگا دیا' کی لات رسید اور گرایا اس کو
چار شانے کیا چت-- زور سے ڈھایا اس کو'
ڈک پہ ڈک پیٹ پہ وہ سخت جمایا پھر تو
پھٹ گئی تلّی ہی--- پھٹکا بھی نہ ہابیل نے کھایا پھر تو
اور مٹی میں گرا بے حس و حرکت وہ دراز

کر گئی روح بدن سے پرواز۔
کھل گیا، دیدۂ انساں سے نہاں تھا جو راز
کردیا ابلہ نے خود پروہ درِ فتنہ باز
ملک الموت نے دی جس میں ندا --- کلّ فان![۹۹]
نوحہ شاعر نے لکھا -- عاقبتِ منزلِ ماوادیِ [۱۰۰] (مر) خاموشان!!

❖ موت کا بیان

اولیں جسم سے جاں کا یہ رم
خوف سے آنکھ میں کھنچ آیا ہر اک چیز کا دم،
پھول مرجھائے لئے چہرے پر اشکِ شبنم
موت نے رکھ دیا تھا ارض پہ منحوس قدم --
موت کے روپ کئی ہیں، کئی اس کے چہرے
یہ بھیانک ہیں، یہ دوہرے تہرے،
کئی ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے یہ دیوِ سیہ خونچکاں تیر و تبر
لور [۱۰۱]، چاقو، چھری، تلوار، کٹاری، خنجر
راکٹیں، [۱۰۲] گیس، [۱۰۳] گرنیڈ، [۱۰۴] مزائل، [۱۰۵] لیزر [۱۰۶]
دور سے دور تلک جن کی مار،
پھر --- جہاز ایک سے اک بحر و فضا سے بمبار،
اور میرینیں [۱۰۷] بھی،
ریکر، [۱۰۸] گیلوز، [۱۰۹] پلوریز، [۱۱۰] گلوٹینیں [۱۱۱] بھی،
جمدھریں، بچھوئے، سنگینیں بھی
توپ، بندوق، طمنچہ، تیغہ، فلاخن، نیزہ قرابین، کمان۔
کاٹ کر فصل سروں کی یہ لگائے ہر آن
ڈھیر، انبار، پڑاوے، [۱۱۲] کھلیان!

مگس وپشہ سے تا خرسِ خطرناک و ببر شیرِ ژیاں'
زلزلہ، قحط، وبا، آگ، اندھیری، طوفاں'
سیلئ سیل بھی ہے، طبس [113] بھی ہے، گردشِ گرداب بھی ہے'
تابکاری بھی ہے، گوگرد کا تیزاب بھی ہے'
شعلۂ برق ہے اور لطمۂ باد
جان لیوا ہیں ہزروں کئی حیلے ایجاد--
آدمی خود ملک الموت کا کارندہ ہے:
اپنے ہی ہاتھ سے اکثر وہ نہیں زندہ ہے
ملک الموت پہ ناحق کبھی الزام دھرے
خود کشی آپ کرے---
زہر ہے، دار ہے، بارود ہے، غرقابی ہے
ہن ہے، ونڈل ہے، اٹیلا ہے، حمورابی ہے۔
سرخ تاریخ کے بدنام لٹیرے، رہزن
آمدن، سوختن و کندن و کشتن۔ رفتن!
کروفر، یورش و پسپائی، تگ و تاز، دوِش م
قتل و غارت کی روش---
موت نے جنگ کے اسباب کیے اور کئی
ایک سے ایک ہیں آفات نئی
عصبیہ۔ قوم، قبیلہ، مذہب
پھر ملوکیت و جمہوریت اور "ازم" [114] بھی سب'
یہ ستمگر، یہ ستم راں--- سفاک
مولی گاجر کی طرح ان سے ہیں انسان ہلاک۔
جس طرح بستیاں کردیں ویران

ہیضہ، سل، محرقہ، طاعون، تپِ دق، سرطان
اختلاج اور فشار اور رہیں رعشہ یرقان،
عارضے اتنے ہزار
بسکہ فہرست بنانے کے لئے بھی نہیں ممکن ہے شمار!
اور پھر موجبِ صد فتنہ و شر
زن، زمیں، زر--- پہ اضافہ ہوا اک عنصرِ رابع دیگر،
---یعنی اب زور بڑھا،
اس طرح آدمی انبوہ در انبوہ دویدہ طرفِ گور بڑھا۔
بن گیا ڈھیٹ ڈھٹائی سے یہ دستورِ جہاں
کہ یہاں اور وہاں
دھاندلی دھوندلی اس کی ہے اگر دھونس بد ھینس اس کی ہے
جس کی لاٹھی ہے تو بھینس اس کی ہے،
زور--- قانون کڑا جنگل کا
اس سے ہے موت کے جنگل میں سماں منگل کا،
زن، زمیں، زور، زر ایسے ہیں مؤثر ہتھیار
موت جس وقت کرے ان سے وار
ہاتھ آتے ہیں توقع سے اضافہ میں شکار،
بدنِ زیست کا فالج ہیں، یہ بے حس اسے کر دیتے ہیں
نفرتیں سخت دل و ذہن میں بھر دیتے ہیں
خون کے نیٹر سگے رشتے بگڑ جاتے ہیں،
باپ ماں بھائی بہن--- ٹوٹ کے لڑ جاتے ہیں۔
اور رہتے نہیں کنبے پروار
تہس نہس آن میں ہو جاتے ہیں ایسے گھر بار۔

---اب قدم جیسے زمیں پر رکھا
موت نے کاٹ کے قد اس کا برابر رکھا'
کبر میں ہو کے عزازیل کا ہم قامت یاں--
شیفتہ ذات کا' خود آپ پہ مائل ہوتا---
کردیا موت نے لاچار' وگرنہ انساں---
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل [۱۵] ہوتا---
واقعہ سارا تحمل سے وہ دیکھا--مگر اب
جانے کیا ہو گیا' بے وجہ و سبب
یک بیک خضر وہ آئینۂ حالات نما جیب میں رکھ کر بولے:
"دوست تقدیر پہ کھل کے رولے!
خدمتِ لائقہ یہ
جس قدر ہم سے تھی امکان میں کردی ہے--مگر ذائقہ یہ
منہ کا اب بدمزہ ہے موت کے افسانے سے'
ریزہ ریزہ شدہ پیمانے سے'
جی نہ بہلے گا کسی طور بھی بہلانے سے
روک مت چشمۂ حیواں پہ دگربار ہمیں جانے سے
زندگی کی نظر آئی ہے بگڑتی ہوئی صورت کیسی
پھر سے محسوس ہے امرت کی ضرورت کیسی۔"
مجھے بے جا لگی ان کی یہ کدورت کیسی
کیفیت یہ بھی بجا ہے اسی ہونے نے ڈبویا ہم کو [۱۶]
ایک مجہول حقیقت وہ ہمیں دی گئی' کھویا ہم کو--
اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کا ہے کو ہے' خواب ہے دیوانے [۱۷] کا۔

ہاں مگر، خضر بھی دیں موت کی اس طرح دہائی۔۔۔ یہ گلہ پیمائی
کیفیت ان کی سمجھ میں نہیں بالکل آئی۔
ہیں زمانے میں وہ مشہور بھی صاحب اخلاق،
وہ اڑائیں گے مذاق
مرنے والوں کا بایں طور۔۔۔ مجھے دھیان نہ تھا،
اس لئے آپ کے مرنے کا جو امکان نہ تھا۔
پس تنگ ہو کے کہا میں نے "تمنائی یہ بھی نہ کرے
آپ جیتا ہے تو ہر ایک مرے،
جاوداں ہے تو مبارک یہ حیات
اور ویسے بھی غنیمت ہے بسا آپ کی ذات
وہ مسافر کہ بیاباں میں روانہ ہے، بھٹک جائے اگر،
شبِ تاریک، بگولوں کا سماں، راستہ سنسان، نہ رہ پائے اگر،
آپ سے آس لگائے تو اسے راہ پہ ہیں آپ لگانے والے،
واقعی راہ نما آپ ہیں ہر ایک زمانے والے،
بے سبب بارِ دگر چشمۂ حیواں پہ، سنا کے مجھے، جانے والے
مجھ میں تو خیر سکت یہ بھی نہیں ہے کہ مچاؤں کچھ شور
وہ بزرگ ان کا تو چلتا تھا گریباں پہ زور
عمر بھر کا جو بنا کر گئے ہیں آپ کو۔۔۔ چور [۱۸] !؟"
خضر کچھ بھانپ کے بولے "نہیں ہم راہ کے ایسے روڑے
یوں جو صاحب نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے!
لو سنو تم، ملک الموت کہ ہر گاہ ضرور
سنگدل حد سے سوا ہے مشہور،
ہیں شکار اس کے بہ ہر عمر اناث اور ذکور

اور ذی روح دگر --- تا بہ وحوش اور طیور --
یہ سناتا تھا کہ دو بار دل اس کا بھی ہلا:
"ایک سنسان جزیرے پہ مجھے حکم ملا
روح اک ماں کی کروں قبض --- اکیلی زچہ
شیر خوار اس کا بلکتا ہوا واں رہ گیا تنہا بچہ '
سخت بے آسرا -- تقدیر کرے جو بیداد ---!
اور اک مرتبہ پھر --- ہو چکی تعمیر بہشتِ شداد
شوق سے ڈال کے اس کی بنیاد
رہنِ بے تابیِ نظارہ وہ تا چند رہا
آرزو مند رہا ---
لیکن اس نے ابھی دہلیز پہ رکھا تھا قدم
کہ ہوا حکمِ قضائے مبرم!
لے گیا سینہ میں مدفون وہ کیسا ہوسِ دید کا غم
اور جب پوچھ رہا تھا یہ سنا کے ابھی وہ دیدۂ نم
یہ پڑی کان میں آواز --- "ازل کے جلاد!
تھا جزیرے ہی کا بے آسرا بچہ --- شدّاد۔"
میں بدستور تھا جز بز، بجواب:
" منفیانہ ہے فقط قدر و قضا کا ہے اگر کلیہ کوئی بہ حساب '
بسکہ میں نے بھی سنی ہے یہ حکایت ایسے
ہے محلِ نظر اقدامِ درشتانہ کی خود کر کے شکایت ایسے
ملک الموت پشیماں ہو گا'
وہ مگر --- ہاں ہو گا
صرف اس وقت نہ مر کے بھی یہاں جب فنا انساں ہو گا۔

زہر دے، خواہ کسی کو یہ سرِ دار کرے،
سر قلم کر دے، بھسم زندہ کو فی النار کرے
سعی بے کار کرے
موت بے چاری، مکمل نہ انہیں مار سکے
یہ وہ جیدار کہ جاں ہار کے بھی کہئے نہیں ہار سکے،
مشتِ خاک ان کی اڑی ہے --- وہ مگر زندہ ہیں
افقِ وقت پہ تابندہ ہیں،
سینۂ مردمِ عارف میں رہا کرتے ہیں
وہی اسرارِ کلِ منطق و حق، ان سے کہا کرتے ہیں ---
اک یہی آپ سے میری بھی غرض اٹکی ہے
آپ کے دل میں یہ کانٹا سی غلط کھٹکی ہے
یہ تو محض ایک کلی چٹکی ہے ---
اب اسے رشک بھی کہیئے تو یہ مانندِ حسد
آپ کو ہو گئی کد ----
کیوں کوئی آپ کی مانند سدا دہر میں آباد رہے،
جاوداں یاد رہے
عمدہ تخلیق سے، --- خامے کے سبب،
کارنامے کے سبب،
آپ کا میں نے لیا ہے، جو سہارا صاحب
مجھے ارمان ہے اے کاش مجھے آپ ہی یارا ہوتا،
میرے صاحب کا نہ الطاف و مدارا ہوتا
یہ مسافر تھکا ہارا --- یہ صعوبت زدہ بے چارا
رہِ بے سمت پہ بے ہانکوے ناقہ کی طرح آوارہ

جا پہنچتا سرِ منزل کبھی مارا مارا---"
خضر بولے! "ارے ناحق یہ بر امان گئے
ہم مگر جان گئے---
کیمیا جس سے میسر ہے دوام---اور بھی ہے'
زندہ رہنے کا دگر طور بھی ہے
اور پھر اس میں ہمیں کس لئے آخر کینہ
لو یہ تم، اور یہ ہم---اور یہ حالات نما آئینہ!"

❖ طوفانِ نوح

"صنع الفلک" کا تا دیر سرِ آئینہ نظارہ تھا'
کبھی مصروف بسولہ تھا، کبھی آرا تھا---
اور پھر جیسے پسِ غیب سے ہاتف کوئی للکارا تھا'
ہو کے بے چین سخن گو ہوئے بے ساختہ نوحؑ:
"آخرِ وقت نصوح'
توبہ کر جانِ پدر' آنکھ میں کھنچ آئی ہے روح
دیکھ مانندِ تنور اب شکمِ ارض ہے شق'
موجزن آب طبق وار طبق
کوہ کو کاہ کی مانند لئے جاتا ہے
غرق ہر خورد و کلاں چیز کئے جاتا ہے'
باپ سے پھر کوئی بیٹا نہ ملاقی ہو گا
کوئی بھی سطحِ زمیں پر نہیں کچھ دیر میں باقی ہو گا
صرف وہ جو مری کشتی میں ہیں محفوظ ہیں اب'
مجھ کو احکامِ خداوند بھی ملحوظ ہیں---اب
ہو پشیمان گناہوں پہ' گھڑی سخت آئی

توبہ کر، توبہ سے ٹل جاتی ہے بد بخت، آئی
تھام لے تو، یہی دامان ہے عافیت کا
امتحاں ہے یہ تری اور مری نیت کا،
دیکھ جو عالمِ طغیانِ جبل و ریف [۱۱۹] میں ہے
پدری جذبۂ شفقت بڑی تکلیف میں ہے،
میری کشتی پہ چڑھ آ، آ، مرے بیٹے آجا
رحم کر، رحم خدا!"
جھٹ عزازیل نمودار ہوا بن کے چھلاوا کیسا
اور بھرپور کیا اب کے یہ دھاوا کیسا،
پسرِ نوح کی آنکھوں پہ پڑا گھور غشاوا کیسا
کہ حقیقت نظر آتی ہے اسے لاطائل
جیسے بینائی ہوئی ہو زائل،
سامنے موت ہے پھر بھی یہ خدا کا قائل
وائے ہوتا ہی نہیں،
اس قدر آپ ابھیمانی [۱۲۰] --- خود بیں!
دیکھتے دیکھتے اٹھتی ہے بلند ایک سیہ چادرِ آب
اور کر جاتی ہے اس کو غرقاب!!
کشتیِ نوح چلی --- **مرسٰها**
کوہ جودی کو بنائیں گے ڈھاھا [۱۲۱] ....
اسے کھیتی ہوئی لے جائے گی اس جا پہ روانی رو کی،
صبح اب ہوگی نمودار جہانِ نو کی۔

❖ ملوکیت وملائیت کی ابتدا

خضر کہنے لگے "لو آدمِ ثانی سے نئے دور کا آغاز ہوا --- مختلف انداز ہوا۔"

آئینہ میں جو نظر کی تو لگا بر سرِ پرواز ہوا
طائرِ وقت افق تا افق اس طرح زماں بعد زماں
سنیما اسکوپ پہ ہو فلم بڑی تیز رواں۔
دیکھ کر میں نے کہا: "میرے بزرگ اب انساں
حجر و غار کے کم عقل زمانے سے نکل آیا ہے
ارتقا کی نئی منزل تلک-- آغاز سے--چل آیا ہے'
جست 'مس اور برنج--اور پھر اسپات کا دور'
دھات کے ساتھ وہ دیہات کا دور---
مدنیت کی جب آئی تہذیب--
ہو گئی نظمِ زمانہ کی نرالی ترتیب
معرضِ ہست میں آئی ہے ریاست اب تو'
بچھ گئی بازیِ شطرنجِ سیاست اب تو
کہ بہ عیاریِ تدبیر فراست اب تو
متواتر کئے جاتی ہے نئے معرکے پر معرکہ سر'
اور یکے بعد دگر
پیٹ دیتی ہے وہ ہر مہرہ ملوکیت یہ
جو نہ تسلیم کرے ہے اثر افروزِ الوہیت یہ!
باادب---ہو گیا ہے ظلِ الٰہی کا نزول
کورنش اور زمیں بوس بجالاؤ ملوکیتِ مطلق ہو قبول!!
خون آشام تگ و تاز ہے 'یلغاریں ہیں
دلِ انساں میں اترتی ہوئی تلواریں ہیں۔
---یک بیک آئینۂ وقت میں گوشے سے عزازیل نمودار ہوا
اپنے چیلوں سے یہ اظہار ہوا:

"احتیاط اب ہے غلط' آؤ ہے تقریبِ نشاط!
چال بڑھ چڑھ کے چلو' میں نے بچھادی بنی آدم کی بساط
کشت' شہ مات---لڑاؤ کہ ہیں ہاتھوں میں تمہارے بے بس
اب پیادے ہی نہیں---سب رخ و فرزین و فرس-"
پھر بتدریج نظر آئنہ پر آئی وہیں اب کھلتی
ایک شکل اور بھی ملتی جلتی'
چہرے پر اوڑھے ہوئے مذہبی عظمت کا نقاب
حضرت و قدس مآب'
بات چیت ایسے لگے عرشِ معلّٰی سے کوئی بولتا ہے
ان کا ہی دستِ مبارک درِ فردوسِ بریں کھولتا ہے'
شرح و تاویل کے موتی وہ عجب رولتا ہے-
چال ڈھال اسوۂ تقلیدِ ملائک کہئے
لشکرِ دیں کا سپاہی نہیں' نائک کہئے!
خضر اسے دیکھ کے کہنے لگے:"الحمد بزرگ ایسے چلے آئے ہیں
بارے نورین رخ' مقتدرے' خوش عملے آئے ہیں'
میں تو کہتا ہوں بھلے آئے ہیں
ورنہ لایا تھا عزازیل تو اک دامِ خطرناک اب کے
کر گذرتا کوئی بھی ظلم یہ سفاک اب کے-"
عرض پرداز ہوا میں:"مرے بندہ پرور!
روح افروز سہی' مان لیا یہ منظر'
غور سے دیکھئے اب کے تو جمی وہ اسٹیج
بلکہ ابلیس نے اک ایسی سجائی ہے یہ سیج
کامیابی سے رچائے گا وہ اک ڈھونگ نیا

نامِ مذہب پہ مچے گا سد اہڑ بونگ نیا'
اس نے اک صاحبِ صد نقص نیا ڈھونڈا ہے
اپنا ہم رقص نیا ڈھونڈا ہے،
اپنی کرتوتوں میں ساجھی' نیا حامی لایا
سعی سے خاص اسامی لایا'
ایک کردار کیا سوچ سمجھ کر تخلیق'
گو بظاہر متبرک --- یہ مربّی و شفیق
زیب تن جبہ و دستار کئے اس کا یہ سجادہ نشین
کھیلنے آیا اسی کھیل کا اب دوسرا سین!
غور سے دیکھے اگر صاحبِ چشمِ حق بین ----
جن جہاندار --- بدن قید کرے
تو یہ عفریتِ دگر --- روحِ بشر صید کرے'
اصل انسانیت اس طرح کرے مسخ کہ ناپید کرے
یہ عزازیل کی ضرب ایسی پڑی ہے کاری
روشنی ذات کی گل ہو گئی یک دم ساری۔"
خضر بولے "تو صنم' مورتیاں' بھینٹ' نیازیں یہ تمام
پوجا پاٹ اور نمازیں یہ تمام
ان کے دم سے ہیں جو قائم --- پھر انہیں کیا کہئے
ناروا جانئے' بے جا کہئے؟"
میں جواباً" --- "یہ خدا اور خدائی کا وسیلہ ٹھہرے'
عرش تک جانے کا حیلہ ٹھہرے'
لوگ یہ ایسے اہم ہو گئے اِن بن بنی دشوار نجات
پسِ پشت ان کے نہاں ہو گئی یزدان کی ذات'

ہوں وہی روح کے ہر دکھ کا مداوا جیسے'
نذرانہیں کیجے 'فلک تک تبھی پہنچے گا چڑھاوا جیسے۔
دین اور دھرم کے بیوپاری سب
پادری 'چوبے' جٹادھاری' زنکاری سب
مدعی بن گئے ان سے یہ فضائیں ہیں اجاگر گویا
مندروں اور کلیساؤں کی دہلیز پر آبیٹھے گداگر گویا۔
دیجئے نام خدا پر جو' وہ سب ان کا ہے
مانگ کھانے کا یہ ڈھب ان کا ہے۔"
خضر بولے "ہمیں یاد آتا ہے یہ بات کہیں دیکھی ہے
دن پہ چھائی ہوئی سی رات کہیں دیکھی ہے'
آدمی کی یہ کم اوقات کہیں دیکھی ہے
جابہ جا ذاتِ شریف ایسی نظر آئی ہے
سرپلس' [122] جینو' [123] عبا زیب بدن 'شخصیتِ خوب و کثیف ایسی نظر آئی ہے
تھیں اسی کے لئے سب داسیاں 'پھول اور راگر کی دھونی۔"
میں جواباً "یہ جنونی 'یہ کریں اپنے لئے ایک جہاں مجنونی
ان کے باعث ہوئی تاریخ بنی نوعِ بشر تذکرہ۔۔ اشکی خونی'
یہ سماں۔۔۔ مصری و چینی بھی 'یہی بھارتی و فارسی و مقدونی
رومی و حطی 'اسوری و فنیقی۔۔ یہی پینتھتے یونی [124]
یوں ہی پورانکی' قسیسی' گوروئی' شینٹونی۔۔

ہیں خدا بندۂ مخصوص 'خداوند یہ خاص

❖ براہیمؑ و نمرود

جن کے دل میں فقط اپنے ہی لئے ہے اخلاص
آدمی کے لئے مذموم تمام ان کے خواص!"

اب جو آئینہ میں دوبارہ نظر بھر دیکھا
نو تراشیدہ بت آراستہ مندر دیکھا'
ساتھ ہی ایک طرف ماہرِ فن ایک صنم گر دیکھا
کام میں منہمک آذر دیکھا---
پھر اچانک کوئی ہنگامہ ہوا' شور سنا' غلغلہ و شر دیکھا---
آئی آوازِ براہیمؑ انہیں یوں بہ جواب:
"ان بتوں ہی سے نہ دریافت کرو کیوں' یہ تمہارے ارباب
آپ بتلائیں گے کس شخص نے گت ان کی بنائی ہے خراب'
اس کلاں کا بھی نہ ملحوظ ہوا پاس کہ سب بھول کے دستور آداب
تیشہ گردن میں حمائل کیا اس کے--کہ سمجھ آئے اسی کا یہ عتاب ،
گر کوئی اور تھا' نازل نہیں کیوں اس پہ ہوا ان کا عذاب؟"
ان کے پلے نہ پڑی بت شکنی کی یہ مگر رمزِ صواب!
اجتناب اس پہ بھی آذر کو نہ اصنام تراشی سے ہوا
بت پرستوں کو نہ کچھ خوف براہیمؑ پہ الزام تراشی سے ہوا۔
ہاں خدا دوست حنیف
چند تعداد میں' نادار و ضعیف
تھے براہیمؑ کے ساتھ'
ورنہ ہر طرح تھے مضبوط عزازیل کے ہاتھ!
---اس کا دورانِ عروج ایسا کہ ہر چیز پہ وہ چھایا تھا'
عام اس نے کیا مکروہ جو پیرایہ تھا'
دامِ تزویر وہ پھیلایا تھا
اب کنواں اس نے فرشتوں سے بھی جھکوایا تھا'
چاہِ بابل میں نظر بند تھے مبہوت سے اب

دونوں زہاد ملائک کے، وہ ہاروت سے ماروت سے اب،
دل پہ یوں کر دیا ان قدسیوں کے سحرِ جمالِ زہرہ
کہ رہا ہی نہ انہیں عرشِ بریں سے بہرہ!
آدمی کو بھی کیا پھر کج فہم
ذہن و دل کر دیئے آلودۂ وہم،
عام گھر گھر میں ہوا اب جادو
پھونک یہ پاس سے مارے وہ کرے دور سے چھُو،
رد ہوئے عقل کے سارے ہی فضائل کیسے،
ہوش مندی ہوئی تھی ابلہی و حمق سے زائل کیسے!
حرز و تعویذ تھے کیا، نقش و حمائل کیسے
زائچے، ٹوٹکے، گنڈے ٹونے،
سوئیاں، پتلیاں، ہنڈیا، دُونے ----
مطمئن گرچہ تھا انسان کی گمراہی سے
نور پر تھوپی سیاہی سے، سیہ رنگِ سحر گاہی سے
پر عزازیل کا جی جلتا تھا
بس براہیمؑ پہ بالکل ہی نہیں چلتا تھا،
آزمائے تو فریب ان پہ بھی، چھل ان سے بھی کیا کیا نہ کئے
---وہ ستاروں کے دیئے
نظرافروز و نظرتاب--- کثیر،
ضوفشاں بدرِ منیر [125]
آفتاب آمد و آمد بہ دلیل [126]
کہ ہے وہ اصلِ فلک کی قندیل،
بجھ گیا ایک کے بعد ایک (اُفُول) [127]، اِنّی بریٔ [128] سے عقیدہ محکم،

حرج الحق میں بپا کر نہیں سکتے ہیں کبھی حِدث و قِدَم۔
نام کا یہ بھی عزازیل ہے، ناکامیوں سے عزم شکستہ ہی نہیں
راستے اور بھی ہیں، صرف یہ رستہ ہی نہیں
گنگنایا --- کہ ہنر ہاتھ میں ہے، یہ نہیں ہتھیار میں ہے،
کوئی بالذّات شجاعت نہیں تلوار میں ہے،
در نکلنے کے لئے ہیں کئی، اک روک جو دیوار میں ہے --
پس وہ اب بادشہِ وقت کے دربار میں ہے،
وہ نہیں ہے نکھد، ان بن نہیں کاری گر و اوزار میں ہے،
آدمی کے لئے اک آدمی اس کی صفِ پیکار میں ہے ---
آدمی اس نے بنایا ہے پس اب آلۂ کار
آدمی --- جس کا دل و ذہن کیا یوں بیمار
سرمدیت کا نشہ دے کے چڑھایا ہے خدائی کا خمار،
اختیار اس کو بھی ہے زندگی و موت پہ --- وہ بھی ہے بڑا باجبروت،
ماردی گردنِ معصوم تو گردن زدنی کو دیا بخش ازرہِ توثیقِ ثبوت!
کرکے یوں قوت و قدرت کی نمود
باہمہ شانِ تبختر --- نمرود
مدعی بن گیا فی الواقع الوہیت کا ---
شاخسانہ ہے یہ منحوس ملوکیت کا!
ذات کے زعم میں یکتا، خودی و کبر میں طاق
طمطراق
اور بایں طنطنہ اس پر ہو خدا کا اطلاق۔
اس طرح اپنی نظر میں اسے کرکے دہ چند
لے گیا ساتھ عزازیل --- بلند

پھر اسے اور بلند --- اور وہ بابل کے منارے پہ چڑھا
حد سے نمرود بڑھا ---
دیکھنا چشمِ زمانہ کا وہ نظارۂ ایماں افروز
حق نما معرکۂ سازو سوز'
قوتِ باطلہ جب سچ سے شہادت کی طلب گار ہوئی
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق -- اور وہ گلزار ہوئی ،
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
بسکہ ہے خام ابھی!

○

خضر نے جھوم کے فرمایا "جزاک اللہ یہی جذبِ دروں زدّ فرزد"
میں بھی تائید میں "ہر سچ کو ہے اللہ کی بروقت مددیوں وارد!"
ہم نے پھر آئینہ میں دیکھا جب
نظر آیا کہ وہاں جمع حواری ہیں عزازیل کے سب ،
چڑھ کے نمرود تو اترا ناکام
سخت بے نیل و مرام ------
اور مینارۂ بابل سے عزازیل نے بھیجا پیغام
اس جگہ جمع ہو سب چوکڑی چنڈالوں کی
شربدی فتنہ کے رکھوالوں کی'
ایک گونہ یہ تسلی تھی محبت کے غلط سحر سے باآسانی
چاہِ بابل میں فرشتے تو ہوئے زندانی'
خفت اس کو تھی --- نہیں بلکہ بڑی حیرانی
پیٹ ڈالا تھا براہیم نے نمرود کا مہرہ کیسے؟
اک الاؤ کو فرو کر گیا کہرا کیسے؟

اس کی سکھ مت سے جلائی گئی تھی آگ جہنم کی مثیل
کہ بنے صاحب الاخدود وہ اللہ کا خلیل ،
اپنی حکمت سے نہ وہ کر سکے دوزخ کی لپٹ اک مدھم
آدمی معجزے سے شعلے کو کردے شبنم---
یہ عجب بات تھی، یہ واقعہ ایسا نادر
اس کی تحقیق پہ لیکن وہ نہیں تھا قادر'
یہ کرشمہ کہ مشیت سے ہوا تھا صادر-
خلشِ خاص بہر طور تھی یہ
قابلِ غور تھی یہ
فکر درکار تھی پھر معرضِ خطرہ میں کبھی ریشہ دوانی نہ پڑے'
منہ کی کھانی نہ پڑے-
اپنے گرگوں کو بجھانی تھی نئی گھات ایسی
ہو نہ بازی میں بری مات ایسی-
نکتہ یہ تھا کہ ابھی حال میں زہرہ کا جمال
کام میں لا کے کروبی کئے اس نے پامال'
یوں بھی مضبوط رہا ہے یہ جال-
ایک عورت کے وسیلے ہی سے ترکیب چلی تھی پہلے'
باغِ فردوس میں حوا سے جو ترغیب چلی تھی پہلے-
اور قابیل کو بھی زن ہی کے جادو سے کیا تھا گمراہ'
بہرِ شر' بہرِ بدی' بہرِ گناہ
صنفِ نازک ہی اسے موزوں ہے'
مرد ہے آلۂ ناکام--- اگرچہ نہیں معلوم کہ ایسا کیوں ہے؟
بڑبڑاتا رہا کچھ دیر اسی طرح وہ--- پھر سنگٹھیوں [129] سے بولا

زہر ہر بول میں پہلے گھولا
دہنِ ہرزہ سرا پھر کھولا:
"ہم نے پر لطف گناہوں کی اشاعت کر کے
آدمی زاد کو گردن کشِ طاعت کر کے
دشمنی خوب نکالی اپنی'
برقرار ایسی رہے ہمتِ عالی اپنی
کہ ہمیں جملہ ہدایاتِ سماوی کی نفی کرنا ہے'
خوب اگھڑنا ہے نبی کو جلی اور خوب ہی معروف خفی کرنا ہے۔
سب ہیں موجود یہاں میرے چغادر چنڈال---
مزدک و کلک و کلیل و دجال'
کاہنہ' ویشیا' برمغ' گھنٹال'
ڈیوٹ و جیوٹ ابیقور' مخادیم' مہادیو' مہاجن' تغلول'
اور یاجوج بھی' ماجوج بھی اور میری عجوزہ بھی-- سبھی جن سے ہے بالا مرا بول'
سب مرے صاحبِ مکر و دغل و حیلہ و ریو
ایک سے ایک ہے بدنام چڑیل' ایک سے اک نامی دیو'
ہے کسے بوتہ خلاف اپنے کرے آج خروج
یہ ہے لاریب مرا عہدِ عروج'
جو ہزیمت ہوئی نمرود کو' اس سے نہیں جی ہارنا ہے---
ایک مچھر سے جو مرجائے' غلط اس سے لگائی تھی امید
جنگ جاری ہے' ہمیں عزم ہے درکار مزید
بڑھ کر اک داؤ نیا مارنا ہے---
جنگ کرنے کے لئے اور بھی کچھ ناتے ہیں
زن کو ہم اپنی مدد کے لئے پھسلاتے ہیں"

---یوں لگا، منہ کا مزہ جیسے بہت اب کے ہوا ہو کڑوا
سیخ پا خضر، یہ جھٹ چیخ کے بولے: "بھڑوا [١٣٠]
قلتباں، قہر زدہ قرمساق
پا کدامانی و اخلاق کا ظالم قزاق
یہ عزازیل---ملی ہے اسے مہلت یہ ضرورت سے زیادہ ہی طویل
کاش ہو جائے قلیل۔
اس کی نیت ہے خراب، اس کا ارادہ ہے ذلیل
بس علاج اس کا نہیں ہے اِلّا
وِردِ پیہم کریں---لاحول ولا قوۃ الا باللہ
دفع ہو تا کہ یہ کرتا ہوا توبہ تلّا۔
نابکار ایسا خطرناک ہوا اب کے کمر بستۂ کار
کوئی فی الفور اسے کرتا فی النار،
ناپتا اکڑی ہوئی گردن کو
نابکار انگلیوں پر وائے نچائے گا بچاری زن کو
سادہ و نیک وہ کیا جانے گی خار شیطان کے لچھن کو۔"
چپ رہا میں، بڑا دلچسپ تھا گرچہ موضوع
وہ بزرگ ان سے مناسب نہ تھی بحث ایسی شروع
پھر وہ دیرینہ مجرد تھے بھلا بے چارے
کیا سمجھ بوجھ سکیں تریا چرتر---اور پھر اتنے سارے،
یہ تو وہ ذات ہے جو دن میں دکھا دے تارے
جہاں پانی نہ ملے ایسی جگہ پر مارے،
خضر صاحب کو مگر اب یہ خیال
کہ ہے زن ظاہر و باطن میں بیک رنگ و جمال۔

بات اس چیز کی یوں، جو نہ ہو دیکھی بھالی
کوئی ساون کا ہو اندھا تو، چلو مان لیا اس کو بھائی دے اگر ہریالی،
ترس ایسے ہی جو کھائے کسی ناگن پہ کوئی
بحث اگر چل پڑے اس مسئلۂ اہرمن وزن پہ کوئی
گفتگو عین وہ ممکن ہے کہ ہو پھر بے ڈھب
بلکہ یہ آپ سے تم، تم سے بنے تو کا سبب،
خضر کے سامنے پس مصلحتاً رہ گیا میں مہر بہ لب!

عہد لوط

گرچہ جذبات بہم تھے مخلوط
خضر بیٹھے رہے، آئینہ کو تھامے مضبوط،
سلسلہ پھر جو ہوا کچھ مربوط
شور کرتی ہوئی، چلاتی ہوئی آئی نظر زوجۂ لوط
کس قدر ہوش پراگندہ و ہیجان فشاندہ --- مخبوط،
دیکھ کر گھر میں، جو وارد ہوئے تھے دو مہماں
خوش وشاں
سبزۂ خط سے سیہ کاکلِ سرکش نہ دبے ---
شہر کے بے مذہبے
اور --- سیہ فعل کے شوقین بد اطواروں کو
چوب [131] چیں نفس پرست امرد و ہم جنس سیہ کاروں کو،
منع کرتے ہی رہے لوط --- مگر زور سے چلائی وہ شطّاح زن: "آؤ آؤ
اے مرے شہر کے عیاش، جوانو یہ نیا مالِ تمتع پاؤ
شغل تم ان سے کرو، ان پہ تم آؤ جاؤ،
کیسے نورستہ، خوش اندام، طرح دار جواں آئے ہیں

بہرِ تسکینِ نگاہ و تن و جاں آئے ہیں'
خاص فردوس کے غلمان ہیں یہ
حور چہرہ صبی و ایبکِ [۱۳۲] ترکان ہیں یہ'
پر مزہ عیش کا سامان ہیں یہ
اہلِ یغما کے لئے سفرہ ہیں یہ 'خوان ہیں یہ'
گر نکلنے پہ بہ اندازِ دگر ہائے ادھوری ہے یہ
خواہش اب جان لو پوری ہے یہ
جسم کے واسطے جن کے لئے جتنی بھی ضروری ہے یہ'
برملا خود کو وہ اب وصل سے سرشار کریں
یہ مرازمہ ---جوابا" جو وہ انکار کریں--"
اور وہ دوڑ پڑے جیسے غنیمت پہ دوش بربرو تا تار کریں
وضع فطری کے مخالف' بدو قلماش [۱۳۳] --عزازیل کے سب پیرو کار،
کی وعید ان کو بہت لوطؑ نے ----روکا' زنہار!!
ان پہ لیکن تھی خدا کی پھٹکار
پس پڑی غیب سے برحق غضب و غیض کی مار ،
ہوئی آفاتِ سماوی کی دمادم یلغار
خام پارہ' وہ بجی زوجۂ لوطؑ --اور نہ دیگر کج طور!!!
کھل کے اے دیدۂ عبرت کر غور
دیکھ لے' ایک پٹا مہرہ عزازیل کا---اور-

❖ احسن القصص

اس طرح ہو گیا برباد سدوم
عنکبوت ان کے مکانوں میں کرے پردہ' بجائے وہاں نوبت اب بوم! [۱۳۴]
اور شیطان کے سب سنکھٹیے کرنے لگے واویلا

ہوا کیلا
نہ یہ انسان، کبھی جان جو کوشش سے ہماری لبِ مجروح تک آجاتی ہے
تو خدا کی کمک آجاتی ہے۔
روبارات ان کی تو یہ --اور ڈھٹائی تھی عزازیل کی وہ--
"واقعہ فاجعہ پر" بولا وہ غرا کے "نہ یوں قلب کو دو نیم کریں
ہار ہوتی ہے اگر ہار کو تسلیم کریں۔
ایک زن اور سہی۔اب کے مگر مملکتِ نیل کی وہ---"
---آئی تھی سوت کی انٹی لئے دینے بولی
اک ضعیفہ بھی، مگر لے گیا بھر کر جھولی
وہ گراں جنس عزیز،
وہ کہ تھا بردۂ کنعان--مگر صاحبِ خوبی و تمیز،
بچھ گئی سامنے مانندِ کنیز
دل سے مجبور زلیخا--یہی اک وقت کہ عورت ہے شکستہ پندار--
عشق کرد است و کند ایں بسیار،
ناز بن جائے سراپائے نیاز
آپ بن جائے ہدف شوق سے اک تیر انداز،
رات دن حسن کی دہلیز پہ مصروف جبیں سائی میں
مدعا عرض بہ عشوہ ہوا تنہائی میں،
اڑ گیا طائرِ مجبور مگر توڑ کے دام
دیکھتی رہ گئی محروم---ہوا عیش حرام،
مالکہ کو نہیں دے بھیک غلام!
انتقام اے یہ بصد غصہ و رنج و ابرام
ہائے--مایوسِ وصال

اشتعال---اور غضب ناک ملال'
آبگینے پہ جو پندار کے ٹھیس آئے تو قابو ہے محال،
کوڑی دے مارتی ہے تریا نپٹ باندھی بال،[١٣٥]
منہ پہ پت جھڑ کا سمے' آنکھ میں رت برشا کال[١٣٦]
بین کرتی تھی زلیخا؟ اسے زندان میں ڈال!
تھا یہ درپے' کرے عصمت پامال
بچ گئی میں' مگر اس بات کا لازم ہے خیال
اے عزیز اس کے ملائم خط و خال
دل رکھے لاکھ سنبھال
لڑکھڑا جائے کوئی بھی وہ قیامت ہے جوانی و جمال
شیر کو چاہئے جال-"
--یوسف اب بجن میں قیدی اے وائے'
پھرتی ہے دیدۂ یعقوب میں اس جا کی سفیدی اے وائے
مطمئن تھا مگر اس حلقۂ جولاں میں کوئی'
خود سے ناخوش وہاں محروم-- شبستاں میں کوئی
اک تنِ زار کے بے رنگ و مزہ ایواں میں،
حاصلِ سعیِ زلیخا تھا فقط چاک پسِ داماں میں
یا کوئی داغ کہ دل میں ہو گا
یا اک احساسِ زبوں' طبعِ خجل میں ہو گا
یا وہ ہنگامۂ جذبات بدستور تنِ جان گسل میں ہو گا--
اے نظر جس کی بچا کے ہوئی پیوندِ طرب کی جویا
بت وہی بول اٹھا کچھ پسِ پردہ گویا'
طفلکِ مہد بھی کچھ آنکھ سے بولا کہ کھلا سوانگ' بھرم سب کھویا

اور اس کھیل کا یہ باب ہوا ختم ز روئے رویا!
"--- آبرومند، برومند اسیر آتا ہے،
ابرِ تیرہ سے بروں بدرِ منیر آتا ہے،
شاہ کے خواب کی بتلائے گا سچی تعبیر
دوربیں، صاحبِ علم و تدبیر،
مژدہ اے مملکتِ مصر نیا نیک وزیر آتا ہے۔"
غیب سے آتی ہوئی صاف سنی یہ آواز،
آئنہ ایک طرف رکھ کے کہا خضر نے: "واللہ ہے بڑی روح گداز
اور پُر لطف و لذیذ ایسی --- حکایت یہ ذرا اور دراز!
حبذا --- سارے قصص میں احسن
مرحبا --- اس کی تلاوت سے تو ہو تزکیۂ روح و بدن!!"
میں نے کی عرض: "عزازیل کا اے حضرتِ من
گرچہ ماحول بلا کا تھا یہ جذبات فزا، زہد شکن
ہر طرح حیلہ زیادہ پُر فن ---
رائیگاں کیسا گیا دیکھئے پھر حربۂ زن
اس کی تدبیر فضول اور عبث --- دو راز کار
ایک بار اور ہزیمت سے ہوا وہ دوچار ---
جو ہیں محفوظ من اللہ، عزازیل کا ان پر کیا بس،
کار آمد نہ تو یوسف کے برادر، نہ زلیخا کی حیادار ہوس
نامرادانہ پس ---
اپنی زنبیل میں پھر ٹھونس مدن، [۱۳۷] امارہ
لاد کر پشت پہ حرمان و حزن کا وہ گراں پشتارا
کھائی تھی منہ کی --- وہاں سے ہوا نو دو گیارا ---

❖ داؤدؑ و سلیمانؑ

خضر بولے "چلو آرام کریں زخم عزازیل پڑا چاٹے گا۔"
تو کہا میں نے "ہے وہ سانپ مگر، سانپ تو پھر کاٹے گا۔"
خضر بولے "پڑے دوزخ میں کہیں منہ وہ لپیٹے اپنا
کاروبار ارض سے لازم ہے سمیٹے اپنا'
اب یہاں ایک زبردست زمانِ حشم وجاہ و جلال آئے گا
فتنہ و شر کے عزائم کو زوال آئے گا'
اس طرف وہ متفنی و دغاباز محال آئے گا۔
حق تعالیٰ کی طرف سے یہاں مبعوث جو داؤدؑ و سلیماںؑ ہوں گے
دین و دنیا کے نگہباں ہوں گے
امن میں سارے دواب و جن و انساں ہوں گے۔
مات طالوت سے کھائے گا قد آور جالوت
یہ نمائندۂ ایزد' وہ وکیلِ طاغوت
گو جہنم سے بھی شاباش ملے گی اسے شہ جائے گی
شیطنت منہ ہی مگر دیکھتی رہ جائے گی۔
لحنِ پرسوز سے داؤد سنائیں گے جب آیاتِ زبور
مست و مسحور بنا دیں گی مناجاتِ زبور---
عرش سے اترا ہوا ایسا صحیفہ ہوگا
واقعی آدمی اب ارض پہ یزداں کا خلیفہ ہو گا'
لبِ کونین پہ انسان کی عظمت کا وظیفہ ہو گا---
ایسا آئے گا سوا عہدِ شکوہ
بیعتِ آدمی کے واسطے آمادہ ہوں مخلوقِ دگر کے انبوہ:
گربہ و موش

مواشی و وحوش
اور طیور
دیو جن بھوت پری ' پریت اسور -
ناطقہ سر بگریباں ہو گا
گاہ بردوشِ ہوا تختِ سلیماں ہو گا '
گاہ در چشم زدن
حاضر آجائے گی بلقیس زا قصائے یمن !
ہدہد و نحل و پری و جنات
ہیکل و تختِ رواں ' صحن بلوری -- ہر بات
اختراع اور فسانہ لگے زائیدۂ صد تخیلات '
گرچہ بالکل نہ روایت نہ حکایت -- آیات ---"
تب کہا میں نے : " ہے یہ قطعِ کلام ' ان کی کرامات ---
یہ سب مانا ہیں خرقِ عادات
لیکن اس ضمن میں دلچسپ ہیں دیگر بھی کئی موضوعات
ضرب الامثال ' نکات
اور استوت ' مناجات ' ترانے نغمات '
جن کا آیا ہے ادب میں مذکور
ہیں زباں زد بھی -- سنیں آپ تو یوں ہے مشہور :
شاہ داؤد ' شہنشاہ سلیماں (دونوں)
شادماں ' خرم و خوش ' فرخ و فرحاں دونوں
جھرمٹوں گل بدن ازواج و کنیزانِ خوش اندام کیساتھ
زیست کرتے تھے بسر عشرت و آرام کے ساتھ -
اور پھر گردشِ ایام کے ساتھ

ان پہ جب آئی ضعیفی ---وہ طبیعی غم و آلام کے ساتھ
---کہ ہے وابستہ سحر شام کے ساتھ----
---ابتدا الازما" انجام کے ساتھ---
اعتدال ان کے عناصر میں رہا اور نہ رہی تازگیِ خدوخال'
جسم پر جم گئی گردِ مہ و سال
جھریاں چہرے پہ آئینہ میں جیسے کئی بال'
جب قویٰ ہو گئے سب مضمحل 'اوسان نڈھال
تو سلیمان لکھا کرتے تھے بیٹھے ہوئے ضرب الامثال
اور داؤد مناجات کے نغمے---وہ دمِ سحرِ حلال
سن کے آجائے پرندوں کو بھی حال!"
خضر کہنے لگے: "یہ ذکر بھی ہاں کرتے ہیں
نکتہ ور لوگ ہیں اربابِ سخن---رمز بیاں کرتے ہیں'
ہر بہاریست بدنبال خزانے دارد
ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد [١٣٨] --"

❖ موسیٰؑ و فرعون

آئینہ پر جو نظر اب ڈالی
ایک دربار تھا آراستہ پیراستہ 'اعلیٰ 'عالی
متمکن تھا بصد تمکنتِ جاہ و جلال
مسندِ مملکتِ مصر پہ فرعون---مقلد 'نقال
سرکشی اور تمرّد میں عزازیل کا---سب عیب و زبونی میں ثنیٰ و بروز
چہرے پر نخوت و پندار 'جبیں پر شکنِ غصہ توز' [١٣٩]
ہاتھ میں دشنہ لئے زہر آلود
ہر طرف دیکھ رہا تھا---نظرِ قہر آلود

حکم یہ داغتی تھی-- قتل کیا جائے ہر اک نو مولود
کوئی باقی نہ بچے تخمِ یہود!
--- آسیہ بولی: "یہ بچہ مرے ایوان میں بر موجِ رواں آیا ہے
یہ مری زیرِ اماں آیا ہے!"
ورنہ ہر سمت نظر ملک میں نظارۂ زاری وفغاں آیا ہے'
مطلع کر چکے ہیں جو تشی فرعون کو از روئے نجوم
قتل ان میں سے کرے گا اسے کوئی- وہ مگر کون' نہیں یہ معلوم'
جرمِ ناکردہ سے فی الوقت مبرا نہیں اک بھی معصوم
در خورِ دشنہ ہیں اس واسطے نو زائیدہ سارے حلقوم-
بین کرتی ہوئی ماؤں کے جگر گوشے مسلتے تھے وہ ہوں جیسے مکوڑے [۱۴۰] مکھے'
کون لیکن اسے چکھے' جسے اللہ رکھے!
شیر خوار ایک ہے محفوظ' پنہ قصر میں تقدیر نے بیگم سے دلائی ہے جسے
اور خود اپنی ہی ماں دودھ پلائی ہے جسے!!
اب سرِ آئنہ منظر پسِ منظر ہے دواں
وقت کرتا نظر آتا ہے بسرعت اسے طفل اور جواں'
ایک قبطی کی غلط بات سے ہو کر نالاں
ایک مکہ اسے مارا' وہ گرا فرش پہ ہو کے بے جاں-
اب قیام اس کے لئے سخت خطرناک وہاں--
یک بیک آئنہ میں پھر نظر آیا کنعاں'
یہ رقیہ نے کہا: "ٹھیک میاں
اجنبی ہی سہی' اب آ ہی گیا گھر مہماں
ذمہ داریِ شباں
گر کریں اس کے حوالے تو ہے امید یہ گھر والے سے نبٹے آساں'

چشمِ بد دور یہ انگلیٹ کا مضبوط ہے-ماشاءاللہ
ناک نقشہ کا بھی اچھا ہے بڑا ٹھیک ہے کلّہ ٹھلّہ ،
کیجئے اس کے حوالے گلّا!
---پھر بجا آوریِ فرض پہ خورسند، تہی دست کی جھولی بھردی
عقد میں دخترِ نیک اختر دی
ساتھ پھر وہ سفرِ مصر میں ان کے کردی-
--وہ کڑاکے کا ہے جاڑا، وہ غضب کی سردی
دشتِ سینا ہے، بڑی گھور سیہ رات ہے، ہو کا عالم
چل رہی ہیں خنک و تیز ہوائیں پُرنم
تیر کی طرح بدن چھید رہی ہیں پیہم---
ایسے میں شوہر و زوجہ کا سفر جاری ہے
ہاتھ اور پاؤں ہیں سُن-- کپکپی بی بی پہ بہت طاری ہے،
پیر بھاری ہے، سو دشواری ہے-
ڈھونڈنے نکلے میاں آگ-- ملے گر کہیں چنگاری ہے
کچھ بجھائی نہیں دیتا ہے، فضا اس قدر اندھیاری ہے-
یک بیک روشنی لہرائی پرے، بر سرِ طور
ہم نے مشتاق طلب تو انہیں جاتے ہوئے دیکھا کچھ دور
اور پھر ہو گئے وہ سیلِ ضیا میں مستور،
کیا ہوا واں، نہیں آگاہ شعور
لن ترانی اَرِنی کی تو صدا کان میں آئی تھی ضرور
ورنہ دیوار کی صورت تھا مصفّیٰ بلور
خیرہ کن نور پہ نور،
دیدنی تھا مگر آنکھوں کو نہ ہو تابِ نظارہ--وہ ظہور!

مرحبا ـــ دین کا اللہ کی موسیٰؑ سے پتہ لیں احوال
آگ لینے گئے ـــ؛ پھر چند جواب اور سوال
اور پیغمبری کا خاص عطیہ مل جائے‘
رہِ نادید سے رہرو سرِ منزل جائے!
ـــ دیکھا اب‘ وادیِ ایمن سے چلے ـــ اور بمشکل ابھی موسیٰؑ نے اسے پار کیا
کہ عزازیل نے ہشیار کیا‘
ایک اک مصر کے قبطی کو خبردار کیا‘
اور فرعون کو تیار کیا۔
اس نے آراستہ پیراستہ دربار کیا
اور آغاز عجب سلسلۂ حجت و تکرار کیا‘
صاف موسیٰ کے خداوند سے انکار کیا۔
وہ چڑھا دولت و صولت کا نشہ ‘خود کو خدائی کا سزاوار کیا
کھل کے اس ضمن میں اظہار کیا ـــ
حکم فرمایا تو سب کاہنوں نے شعبدہ پُر کار کیا
ریسمانوں کو دواں مار کیا۔
جھٹ عصا‘ فرش پہ موسیٰ نے بھی ڈالا‘ اسے یوں اژدھا اطوار کیا
کہ وہ سب سانپ ہڑپ کر گیا ـــ یہ کارگر اک معجزہ کا وار کیا ـــ
ارذل و خوار کیا،
ارذل و خوار کیا مدعیِ قوتِ ربانی کو
چہرۂ اصل بے آئینہ دکھایا اسے ـــ اس آدمِ فانی کو‘
سحرِ باطل کا اثر کاہنوں سے دور کیا
صنمِ نخوت و پندار بیک ضربتِ حق چور کیا!
باطل اب دہر سے غائب ہو گا

منفعل آدمی تائب ہو گا ،
اب وہ دربارۂ خود' رائے میں صائب ہو گا
صرف یزدان کا نائب ہو گا۔۔
یکدم آئینہ میں نظارہ پہ نظارہ نمایاں ہونا
پہلے فرعون کا اس واقعہ پہ ششدر و حیراں ہونا ،
اور پھر ہو گیا وہ ہوش سے بیگانہ ہی
کہئے دیوانہ ہی۔۔
دیکھا آئینہ میں پھر۔۔۔ مصر سے موسیٰ کا روانہ ہونا
اور اس ماجرے کا باعثِ صد عبرتِ ہر عہد و زمانہ ہونا۔
قصد فرعون کا پختہ انہیں بچ کر نہیں جانے دینا
خود سرِ ساحلِ نیل آلینا۔۔۔
اسلحہ' ساز' یراق' اونچی افواج کے ساتھ'
اس طرف ہے سرِ موسیٰ پہ بدستور خداوند کا ہاتھ
نیل کو ضربِ عصا سے کیا (حکماً") دو نیم
ہو گئے پار کلیم!
غرق فرعون ہوا۔۔۔
خضر چلائے "عزازیل' ارے اصل میں کہہ اب یہ تبہ کون ہوا'
تیرے پیرو کو جو سیلاب جہنم کا تلاکنڈ بنا۔۔ ہون ہوا!!!"
منظر آئینہ میں عبرت انگیز
صاف اس طور نظر آیا۔۔۔ اٹھی نیل کی تیز
ایک ہی موجِ بلاخیز....
تو آنا "فانا"۔۔۔ خدم و جاہ و حشم۔۔ کرّ و فر
ہودہ و بارگہ و خیمہ و لاؤ لشکر

شاہ فرعون سمیت
تہ بہ تہ سب پہ چڑھی قبر کی مٹی کی بجائے واں ریت'
لے گیا سیل سبھی کو نہ کہ دمہ میں ذرا فرق ہوا'
تھا ہراول کہ ہکاول میں کوئی ---- غرق ہوا ---!
--- پھر نمودار سرِ آئینہ اک منظرِ نواز طرفِ شرق ہوا:
دیکھتے کیا ہیں، فلسطین گھرا گردشِ افلاک میں ہے
ناشناسائے خدا' رومیوں کے قبضۂ سفاک میں ہے'
یاں عزازیل بڑے زور سے کھل کھیلا ہے
ہر طرف فتنہ و عدوان کا طغیان بپا ریلا ہے
ہر برائی کا بھرا میلہ ہے۔
آلۂ کار بنائے ہیں عزازیل نے اس بار بنی اسرائیل
حق میں ہر امت دیگر کے بخیل۔
ان میں بالکل نہ رہی تھی برداشت
ہو بدستِ دگرے اس چمنِ دہر میں کاشت
نخلِ نیکی و نہالِ خوبی،
خواہ کتنا ہی بہ خوش اسلوبی'
چاہتے تھے کوئی درویشِ خدا مست نہ اب جراتِ رندانہ کرے
پُر نہ صہبائے الست اب کوئی پیمانہ کرے۔

❖ یسوع مسیحؑ

تھے بزعم از رہِ اوصاف حمیدہ برتر
نسل اعلیٰ تھی' عقیدہ برتر'
ڈھنگ یہ ہو گیا تھا کینے کا
حق کسی اور کو دیتے نہ تھے وہ جینے کا --

---اور پھر دیکھتے ہیں آئنۂ وقت نما میں کیا ہم
سخت گھبرا کے یہ بولیں مریم
"کیا سناتے ہو مجھے آپ کہ ہو نامحرم؟"
متبسم، ہمہ خورسند بہ دم
وہ فرستادۂ عرش ان کو دلاتے ہیں بدستور امیدِ محکم
کہ بہ نیرنگیِ قدرت ز روئے حکمِ خدائے عالم
ایک بچے کا جنم
بطنِ دوشیزہ سے پایا ہے قرار
اک کرشمہ ہے یہ معجز آثار!
متوحش نہ کنواری ماں ہو
کن فکاں ہو.....
جو مشیت ہے، جو منشائے دلِ یزداں ہو'
کوئی توجیہہ نہ دے عقل کو زیب'
کوئی ظن، کوئی فریب
ابنِ مریم ہیں پیمبر لاریب'
اک بشر ان کا جنم معجزہ تسلیم کرے کردۂ غیب
اور ہر غیب کی بات
ماورا منطق و حجت سے 'لہٰذا نہ کرے تاویلات'
(شرک سے پاک ہے اللہ کی ذات)
موشگافی سو ہے لغو' اور خرافات ہے' یکسر ہفوات،
یکسر ش لاف گزاف،
مسئلہ بیّن و صاف
جائز اس میں نہیں ہے ہیچ چناں اور چنیں---

لائے تشریف، لئے بالتفصیل
بعد توریت و زبور آدمی کے واسطے اک نسخۂ مسعود-- انجیل،
صاف، آسان، متین
ہر تکلف سے بری سادہ دین--
روح اللہ مسیحاؑ وہ نجات آپ دلانے والے،
"قم" سے مردوں کو جلانے والے،
موذی امراض فقط چھو کے ہٹانے والے،
جسم پر دستِ شفا پھیر کے دل جان کو پاکیزہ بنانے والے،
پست کو ہیچ نیرزی سے اٹھانے والے،
راہِ حق عقل کے اندھوں کو دکھانے والے--
وہ جنہیں سمجھے نہ اس عہد زمانے والے
کہہ کر افسون فسانے والے
لے چلے ہائے چلیپا پہ چڑھانے والے!
ہاں مگر جان سے جاتے نہیں یوں جان سے جانے والے
داؤ پر ہستیِ برحق کو لگانے والے!
مطلع ہو یہ عزازیل-- وہ دوبارہ ہیں آنے والے،
ایسے ہر فردو بشر کو جو بنے سہل نشانے والے
اس کے چنگل سے چھڑانے والے،
اس کے ہر شر سے بچانے والے!
-- کس قدر بھرے نظر آتے ہیں رومی و یہود
ہے گراں کیسا نئے دیں کا ورود،
بانیِ دیں کا وجود!
گرچہ صاحب کا تھا سادہ مقصود

بنی آدم کی فلاح و بہبود--
سخت بے ہودہ، عزازیل ربودہ--اک شخص
گو یہودی نہ تھا، مشہور مگر جو تھا یہودہ، اک شخص
وہ حواری غدار،
مخبری اس نے لگائی، تو ستم کوش، شقی ظلم شعار
لے چلے ہیں انہیں یوں--دوش پہ ہے بار صلیب
اور چاؤش، نقیب
بر سرِ عام کریں داعیِ حق کی تکذیب-
"اہلِ رومہ کا یہ انصاف عجیب
باہمہ شہرۂ حسنِ تہذیب،
امت موسویہ کی بھی روایت--یہ شقاوت یہ عداوت کی- مہیب"
خضر یہ کہہ کے مخاطب ہوئے مجھ سے: "بوضاحت لکھے یہ بات ادیب
منعقد ہو نہ سکی قتل کی خونی تقریب
غالب انسان کی ترکیب پہ آئی تھی خدا کی ترکیب،
واقعے کی ہے یہ حسنِ ترتیب:
خلط ملط اس میں نہیں کچھ، نہ کہانی ہے نہ یہ نقل کوئی
بات ہے صاف جو سمجھے اسے ذی عقل کوئی،
دشمن اس درجہ قوی تھا، پہ نگہبان قوی تر نکلا،
خون میں ڈوبنے والے کو اٹھایا گیا تو عرش پہ جا کر نکلا،
ساحلِ قلزم مردار سے مصلوب سرِ چشمۂ کوثر نکلا-
یوں مکمل ہوا اک قضیۂ نقصان--بے سود
پہلے آدم کا ہبوط--اور یہ اس دوسرے آدم کا صعود!"
منطقی نکتہ یہ تھا قابلِ داد

جی میں آئی کروں اثبات، کہوں اس پر صاد
خامشی کا مجھے وہ کرکے اشارہ رہے سرگرمِ کلام:
"سن ابھی بات نہیں ہے یہ تمام
حق نیوش ایسا ہے گر گوش تو مجھ سے سنے برحق پیغام:
وہ مسیحا کہ نبی ہیں سچے،
ہیں فقط مریمِ دوشیزہ کے ایسے بچے
باپ جن کا نہیں کوئی لاریب،
ایں کرشمہ کہ پدیدار شدہ است از غیب!
کسی منطق سے بھی لیکن انہیں اللہ کا بیٹا کرنا
ہو گا اس ایک بڑی ذات کو ہیٹا کرنا..."
چپ ہوئے خضر، مگر میرا سخن تھا کم کم
میں نے دیکھا تھا یہ سب واقعہ بادیدۂ نم،
بس کہا: "المیہ یہ ہے، یہ الم
آدمی حق کو سمجھ کر بھی ہمیشہ ہے مزاحم...
کہ اسے مسلکِ کہنہ سے گوارا نہیں اک بیش قدم،
مسئلہ کچھ یہ انا کا ہے، زیادہ ہے یہ ہٹ دھرمی کا
شاخسانہ بھی یہ سنگین رویے کے عوض نرمی کا،
پس ہے درکار ہمیں عقل پہ کم
اور کریں فطرتِ انساں پہ زیادہ ماتم--
ای قدر بس کہ رسید است یکے دوست بدوست
آں سفر کردہ کہ صد قافلۂ دل ہمرہِ اوست!" [141]

❖ زمانہ بعد مسیح

وقت رکتا نہیں-- آئینہ میں لیکن یہ لگا جیسے اچانک تھم جائے

مستقل کیفیت کی ایک ہی کائی جم جائے!
لمحہ بر لمحہ' زمانہ بہ زمانہ نظر آئے یکساں
ہو بہو یعنی مشابہہ کہ وہی ایک زماں ایک مکاں'
متواتر تھا' مسلسل تھا --- دلآزار سماں۔
راہ گم کردہ و گمراہ جہاں سارا تھا
ایسا بد زیب تھا ماحول -- نہیں لائقِ نظارا تھا'
بے جہت ذہن روانہ تھا' دل آوارہ تھا۔
جیتے جی جسم سے اس طور الگ جاں ہونا
باور آیا ہمیں انسان کا شیطاں ہونا'
ایسا بیگانۂ ایماں ہونا
معترف ہو کے بھی ناواقفِ یزداں ہونا!
واقعہ یوں تھا' عزازیل نے چالاکی سے
بے محابا' بڑی بے باکی سے
نام لیواؤں کو اللہ کے آپس میں بھڑایا اب کے
ایک مذہب کو کسی دوسرے مذہب سے لڑایا اب کے'
ٹھونک کر پیٹھ مقابل تھے صف آرا باہم
اب یہود اور نصاریٰ --- باہم'
اس طرح بوالعجبی سے وہ ہوئے تھے درپے
خون ریزی سے کریں مسئلے سب دین کے طے'
(گو سماوی تھے مگر) کون سا ان میں ہے زیادہ افضل!
بسکہ آپس میں مچا تھا دنگل
راہب و حبر میں ضد از پئے بغض و کیں ہے
کون سا برحق دیں ہے۔

گو خداوند کے یک وضع سنا گاگ و کلیسا میں نہیں
بدظنی موسیٰؑ و عیسیٰؑ میں نہیں'
ذائقہ منہ ہی میں کڑوا ہے نمک تیز ہریسا میں نہیں---
مذہبی تاجروں نے عام لگا دی ہیں دکانیں اپنی
بیچ دیں گاہکوں میں نفرت و کینہ کی سنانیں اپنی
عصبیت خانہ کی تیار شدہ تیر کمانیں اپنی'
رکھ کے پیغمبروں کے منہ میں زبانیں اپنی
اب یہ فتویٰ دیا--- لو دوسروں کی' دے کے بھی جانیں اپنی'
گندگی دوسروں کے تن پہ اچھالیں--- نہ مگر روح وہ چھانیں اپنی۔
تھا رباب ایک' ہر اک اس پہ اڑاتا تھا یہی بے سری تانیں اپنی
دوسرے کی نہ سنیں' بس کہی مانیں اپنی---
خود کو برحق جو سمجھتا تھا' دگر اس کے تئیں تھے زندیق
تھیں در آویز ملل--- بر سرِ پیکار تھے ربّی بطریق'
---امتوں اور گروہوں کو ان اربابِ معابد نے لڑایا کیا کیا
ناحق' اس ایک ہی حق کے لئے' ناٹک نہ رچایا کیا کیا
بے دریغانہ' دریغا' کیا اور خوں نہ بہایا کیا کیا'
صرف تاریخ نہیں عالمِ بالا کے صحیفوں کے بھی اوراق لہو رنگ ہوئے،
شیطنت زور پہ تھی--- دنگ ہوئے
جس پہ اس وقت عزازیل کے چیلے ایسے'
سوئے دوزخ چلا جاتا تھا وہ انسان کو ریلے ایسے
خس و خاشاک کو سیلاب دھکیلے ایسے۔
یوں عزازیل پکارا" ارے انساں مری دوزخ میں سکونت کر لے
جھک بہت مار چکا' میرے غلط ہاتھ پہ بیعت کر لے،

اور کوئی نہیں ممکن تجھے اب زیرِ حفاظت کر لے
بد عمل! تجزیۂ حسنِ ظن و شومیِ نیت کر لے‘
خیر کے نام پہ کل تجربۂ عیب و قباحت کر لے‘
ہو گئی کیسی سقیم آپ ---یہ اندازۂ انداز طبیعت کر لے!“
سچ یہی ہے وہ زمانہ تو نہ توریت نہ انجیل کا تھا
بس عزازیل کا تھا‘
خوب ہی بغلیں بجا کر کیا اس نے اعلان--
”چیلے چانٹو! چلو تقریبِ مسرت ہے‘ بنے ہیں انسان
اب شیاطین کے طبعی و طبیعی اخوان‘
دل درست‘ اب نہ کسی روح کا حال اچھا ہے
ابتدا‘ خاص بھلی تھی‘ نہ مآل اچھا ہے‘
آدمیت پہ یہ آیا ہے زوال---اچھا ہے
جس میں الجھایا گیا اب کے‘ وہ جال اچھا ہے‘
یہ برا دور چلے سال بہ سال---اچھا ہے‘
اور گھنٹال سجا‘ بزمِ مغنی و مغاں‘ اب یہ خیال اچھا ہے!“
اول فول ایسے ہی بکتا ہے وہ شیطانوں میں--
انگلیاں ٹھونس کے اب کانوں میں
ہم نے آئینہ پہ سے آنکھ ہٹالی اپنی،
میں نے گردن نیہوڑالی اپنی
کہ عزازیل کا وہ بول بڑا
بن کے اک زہر بجھا تیر‘ مرے دل میں گڑا‘
خضر کے رخ پہ بھی آثار کچھ اعراض کے تھے‘
تیور اغماض کے تھے---

۴۰۳۰

یہ مگر خیر ہوئی
حالت اس درجہ نہیں غیر ہوئی'
پھیر کے منہ' وہیں بیٹھے رہے غصے کو پیے
آئنہ تہ کیے' وہ ساتھ لیے' چل نہ دیے۔

تیسرا دفتر

❖

ہم جہاں بیٹھ کے پی لیں....

❖

جب طبیعت کا تلاطم ہوا کم، خضر ہوئے یوں گویا:
"اب ہے کیا رائے زمانہ و زماں کے جویا
دیکھتے جائیں گے تا کے، یہی یک رنگ جہاں پُر آشوب
آدمی --- اس کے عزازیل وغیرہ سرکوب۔
میری دانست میں ہو گا نہ ترے دل پر شاق
اب تو یہ مرحلۂ بینکم و بینی --- فراق؟"
جی ہی جی میں مجھے ہر گاہ کہ قائل بھی کیا
دوں نہ تکلیف انہیں اور طبیعت نے یہ مائل بھی کیا'
اس تصور نے مگر شوق کو گھائل بھی کیا۔
بجواب ان سے کہا میں نے: "بلاشک یہ زمانے کی قبیل ایسی ہے
متفق ہونا پڑے ہی گا --- دلیل ایسی ہے
اب یہ سورج یونہی ڈھل جائے گا ڈھلتے ڈھلتے ---
پھر یہ ازراہِ تفنن کہا چلتے چلتے
دیو استھان میں تو جشن کا عالم ہو گا'
بلّے بلّے، جو عزازیل کا دم خم ہو گا'
وہ جو انسان کو آسان ادھر ہانک چلے
جی میں ہے کوئی وہاں جھانک چلے۔"
خضر نے ہنس کے ادھر کر دیا آئینے کو
میں نے مضبوط کیا سینے کو

قاریو! دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے ہم ' پھر جو وہاں پر دیکھا
تابدیر اک وہی منظر پسِ منظر دیکھا۔

❖ عزازیل کا حلیہ

لو! عزازیل نے واں کوس لمن ملک کا نعرہ مارا!
گونج اٹھا عرش سے تا فرش احاطہ سارا
آدمی پاؤں میں تھا بے چارا
کوئی یاور بنے اس کا ' یہ کسے تھا یارا؟
ہر طرف تھا اسی خناس کا دَل صف آرا
تھا درفش اس کا ہر اک سمت --- جہاندار تھا وہ ' سارے جہاں کا دارا '
ہر شرارہ تہِ دوزخ میں ' ہر اک انگارا
یوں دہکتا تھا کہ ہو اس کے مقدر کا تپیدہ تارا --
رعد کی طرح گرجنے لگا یک لخت کہیں نقارا
دوش پر تند بگولوں کے روانہ ہوا غل کا دھارا '
تھا یہ پر شور اشارا....
کہیں منّاد بآوازِ گراں بنکارا:
"منعقد ہوگا اک اجلاسِ خصوصی فی الفور
جمع ممتاز اراکین ہوں --- وہاں پر اب اور
اثر انگیز اثر مند طُرُق خواستہ سنجیدہ غور
کاروائی پہ کیا جائے گا آیندہ کی '
پیش ہر کارگذاری کی بھی روداد اسی دوران رکھی جائے گیا ہر ایک نمایندہ کی '
جے عزازیل کی ' جے فتنۂ پایندہ کی!"
--- تھی منادی کہ مہادیو نے للکارا تھا
ہڑبڑا کر اٹھا جس جا کوئی سردار سبک سر تھا کہ سر بھارا تھا '

ہاتھ میں تھام کے بدذاتیوں کے پشتارے
سرپٹ اب دوڑ پڑے وہ سارے،
دم لیا جا کے اسی ویہارے۔[142]
--دیواستھان میں جمشید و فریدوں تمثال
متمکن تھا عزازیل بہ صد جاہ و جلال
آتشیں رنگ کے اورنگ پہ--- مثلِ قندیل
سر پہ تھا شعلہ پریشان عقیقی اکلیل،
ہار گردن میں صدف سے بڑے پکھراجوں کا
پشت و سینہ پہ جھلم نقرئی تاروں سے بنے چھاجوں کا،
بازوؤں پنڈلیوں رانوں پہ تھے پاکھر[143] نسندھ[144] اسپات کے الّم غلّم،
ہاتھ میں چھت سے نکلتا ہوا جستی بلّم،
سر سے شانوں پہ معلّق دو ناگ--
پھن سا ما تھا کہ اگلتا ہوا تیزاب کی آگ،
مستقل کوئلہ آنکھوں میں دہکتی منقل،
مشتعل ہونٹوں پہ تھوہر کے تراشے ہوئے پھل،
گال تھے دشتِ تپاں طشت فراخ
کان آتش زدہ وادی کے طباخ،
وہ چڑھی ناک تھی، اتری ہوئی تصویرِ رعونت کیسی
منہ سے تف، ہرزہ و ہفوات کی آتی تھی عفونت کیسی،
روغن اس بھاڑ سے بھونڈے رُو کا
خون سا لال بھبھوکا-- کسی مدقوق کا جیسے تھوکا،
تھی پہاڑوں سے نکلتی ہوئی قامت اس کی
عوج و جالوت فقط بعد میں تھے جیسے علامت اس کی،

خلعت و پر تلہ تھے زیب بدن لاثانی
نادر و بیش قدر --- رمانی'
لعل و یاقوت کی ایسی تھی درخشندہ شرر افشانی
ان پہ جیسے ہو پھرا تازہ شفق کا پانی --
کیجے تحقیق تو خوں کی جگہ شریانوں میں بادہ نکلے
جسم ابوالہول سے رقبے میں زیادہ نکلے۔
کاٹھ انگلیٹ ہمالہ سے سڈول
اور باہیں مستول'
۱۱۳ھ ہاتھ ملنا [۱۴۴] کے تھے کان اس کے 'تو کھانگے [۱۴۵] ناخون'
۱۱۰ھ قطب مینار سے ٹانگوں کے ستون'
پاؤں تھے وھیل کی گون!

❖ عجوزہ

----وہ بغل بیچ دبائے ہوئے بیٹھا تھا کوئی چیز چھلاوہ ایسی
جس کی پیشانی تو مستک سی تھی 'گردن تھی کلاوہ ایسی۔
یہ عیاں صاف نہ تھا' داشتہ تھی وہ کہ حرم
سا گواں رنگ صنم
سخت تر سنگ صواں سے بہ ہنر تر شیدہ'
لعل و مرجاں سے مرصع لب و رخسار 'تو نیلم سے جڑا اُو دیدہ
ساتھ مسند پہ نشستہ یہ عجوزہ...
۱۲۰ھ وہ بناؤ' وہ سنگھار اوپرا' وہ ناز و ادا مرموزہ'
غسل فرمائے ہوئے تھی عرق و عطر گل و غالیہ سے --
چہلیں کرتا تھا کھلی وہ ملکہ عالیہ سے!

❖ دیو استھان کا اندرونی منظر

----دیو استھان میں آتش تھی، دخاں تھا اندر
وا جہنم کا دہاں تھا اندر
سو الاؤ کا بیک وقت سماں تھا اندر
ایٹنا لاکھ گنا شعلہ فشاں تھا اندر---
کفن خون چکاں میں نظر آشوب سیہ لاشہ شب
اور رپٹ نیچنوں کی ڈار سے طیران شہاب ثاقب،
در و دیوار پہ پچکاریوں گلنار اگال
قرمزی قرمزی آہک پہ گلال،
سقف پہ گوند پراگندہ گندھی فرش پہ رال۔
جھاڑ فانوس سے لالہ کا لہو چھنتا تھا
ابر سا لال دھواں تنتا تھا
گرم گلزار شفق بنتا تھا،
دل جگر تازہ بہ تازہ تھے لگائے ہوئے گلدانوں میں
پوست انسان کے قالین۔ بچھائے ہوئے دالانوں میں،
ہون کے ہنڈے معلق تھے جٹاؤں سے نئی کھوپڑیوں میں
پتلیاں۔ بندھی ہوئی گیسوؤں کی لڑیوں میں،
تھے درانتوں پہ لگے ہونٹ تو دندان جڑے آروں پہ دندانوں سے،
ٹھوڑیاں گوکھروں سی تھی ٹنگی ڈائنوں کے آنچلوں دامانوں سے۔
جا بجا جھول رہے تھے سیہ سیخوں کے قفس
جن میں چمگادڑیں، الو، کرگس
دمبدم چیخ کے دہلاتے تھے سناٹے کو
کان محسوس کریں تیز ہوا کی طرح اس شور کے فراٹے کو۔

سوختہ سوختہ ماحول کہو لگتۂ دوزخ درون انداختہ تھا
صاعقہ ساختہ تھا'
بینگنی اور کہیں نارنجی دھنک شعلہ فشاں
منعکس کر رہی تھی جلتے ہوئے رنگ الواں'
مغزِ انسان کے روغن سے فروزاں تھے چراغ و قندیل'
سارا ایوان تھا برف آگ کی پگھلی ہوئی جھیل'
پھونکتی چل رہی تھی تیز بدن سوز سموم
اوڑھ کر سرخ شعاعوں کا ہجوم،
مرزبوم
ایسا تھا---- آباد جو شیطانوں سے
اس کی تعمیرِ زغالی تھی اٹھائی ہوئی انگار شدہ کانوں سے
یا بھڑکتے ہوئے شمشانون سے،
ابخری کوٹھڑیوں اخگری ایوانوں سے'
لال لال ایسی اڑاتے تھے بگولے دھولیں
ہیزمِ دوزخ اسی وقت بنے یہ جو کسی کو چھولیں'
اور اسی خطۂ حارہ میں اس آواز نے اب جمع کئے
سارے ممتاز شیاطین' ہر اک آیا گراں فردِ عمل ساتھ لئے۔

○

یہ سماں آئنہ میں صاف نمایاں آیا
آتشیں اور تپاں اور فراواں آیا'
تھا مژہ دوز، نظر سوز وہ ماحولِ جہنم پایہ۔
کردیا خضر نے اخضر سایہ---
نیک ہستی نہ یہ گر چشمِ عنایت کرتی

سخت خطرہ تھا کہ سرخی مری آنکھوں میں سرایت کرتی'
عین ممکن تھا کہ سوزش کے سبب ان سے شرارے جھڑتے
آبلے پائے نظر میں پڑتے!

○

رفتہ رفتہ ہوئی مانوس نظارے سے نگاہ
پھر جو دیکھا کہ سنا---وقت گواہ :-
تھام کر ہاتھ عجوزہ کا عزازیل اٹھا
کوئی ے[۱۴] ارنا کوئی مکھنا کوئی انڈوان گرانڈیل اٹھا'
چیونٹیاں پاؤں میں دلنے کے لئے فیل اٹھا
آدمی کی کرے تذلیل---اٹھا۔
دمبدم کبر و تبختر تھے سوا، تمکنت و زعم افزوں
دھاڑ چنگھاڑ کے گویا ہوا یوں:
"مابدولت نے فریبانہ کچھ اقدام جو فرمائے تھے
باغِ سرسبز میں دکھلائے تھے
سبز باغ آدم و حوا کو---وہ شیشے میں سہولت سے اتر آئے تھے'
کرکے فردوس بدر ان کو یہاں لائے تھے
وہ مگر فتج قوارہ' چالاک
چاہتا تھا کرے گلزار اقامت گہِ خاک
اور دھویا گیا پاک---
کیا کہوں کیسا یہ حیلہ جو ہے'
ثابت اب کرنے کو یہ بات بڑا نیک ہے سادہ خو ہے
سالہا سال بہا کر آنسو
اس نے یزداں پہ کیا ہے جادو'

کہ ہوا خواہ تھا اس کا یوں بھی
اس کی لغزش پہ وہ برہم بھی ہوا محزوں بھی'
توبہ. جھٹ اس لئے مقبول ہوئی
درگذر بلکہ یہی عہد پسِ عہد کا معمول ہوئی'
شام کو بخشی گئی صبح اگر بھول ہوئی---
امتیازی ہے یہ کس درجہ سلوک
کیوں نہ دربارۂ انصافِ فلک ذہن میں پیدا ہوں شکوک!
کیوں نہ یاد آئے پھر افسوس کے ساتھ
رسمِ ہر کورنش و سجدہ و پابوس کے ساتھ
قرنہا قرن بنے ہم جو کسی کے مملوک'
بھول چوک.....
ایسی بڑی بھی نہ تھی لیکن وہ عتاب'
اف لگاتار عقاب اور عذاب'
کیسے مغضوب ہوئے ہم---جو کیا صرف اک بار
اک غلط امر سے جائز انکار'
خوب برجستہ و معقول ابا
تو یہ ارشادِ گرامی' وہ جہنم ہے ٹھکانہ ابدا
خُلدونَ فیہا---
پھر ستم اور بھی بالائے ستم---یہ آدم
سہو و سرتابی و سودا پہ بحیلہ' بہ قسم
کرے انعام میں حاصل کہ بجا طور پہ کہئے جسے اسمِ اعظم'
بے جواز---اور وہ اس کا نہیں حقدار' مجاز
کیا نہیں اس کے اٹھائے گئے ناجائز و بے جا سب ناز'

یوں عطا کر کے اسے آگہی و ہوش و وقوف
یوں سکھائے گئے ہیں چار حروف
جو بیک نقطۂ تغیّر بنیں لفظ بسیط،
ہوں بہر دو صوَر افلاک و زمانہ پہ محیط
شرط صرف اتنی کہ افراط نہ ہو یا تفریط---
بے غل و غش جو یہ رہ جائے--- خدا نا کردہ
چار حرفوں کا یہ اک لفظ طلسم آوردہ۔
زور پر اس کے یہ آدم کہ ہے فی الوقت ہمارا بردہ
ہیچ پوچ ایک غلام،
توڑ کر سب مرے خوش ساختہ جناتی دام
سحر سے ہو کے مکمل آزاد،
کر کے کیا کیا نہیں معلوم شب و روز ایجاد--
گر نہیں آج تو کل
ہاں اسی ارض پہ جو اب ہے اجاڑ اور چٹیل
اپنی کوشش سے اتارے گا وہی ضبط شدہ خلدِ بریں،
طنطنہ دیکھنا تم پا کے یہ کم اصل مکیں
شان کے شایاں مکاں-- کیسا پھر اترا کے کہے گا اسے گھر،
یہ مرے واسطے آشوبِ نظر
بالیقیں یونہی تم اربابِ شرارت کی طبیعت پہ گراں،
--وائے یہ شخص ہو تمیز کنِ سود و زیاں--
پھر یہ مکروہ سماں
ہے وہ تکلیف رساں، روز زیادہ ہو گا
عہد بر عہد بہ اندازِ نوی اس کا اعادہ ہو گا۔"

اس پہ بغلول نے یوں ہو کے مودب کی عرض :
"فی الحقیقت جو نہیں اب اسے کیوں کیجئے فرض
جس طرح آپ نے فرمایا ہے یہ دور کی بات
ڈر بلا کا نہیں، ہے بیچ میں رات۔
ہو بلند آپ کا اقبال گھپ اندھیاروں کے سردار، گپھائی والی
آپ کی ذاتِ گرامی، عالی
اب وہ آدم کی ہے کیفیتِ بد اعمالی
انفعالی--- کہ ہر اک وصف سے یہ ہو گیا یکسر خالی،
وہ تو اب آپ ہی کی خاص رعیت مری سرکار رہا
خانہ زائیدہ نمک خوار رہا،
شاملِ حلقۂ خدام ہوا، حاشیہ بردار رہا
ساکنِ سلطنتِ نار رہا،
تنگ اس پر ہوا گھیرا اپنا
پھر رہا ہے وہ لئے آج پھریرا اپنا--
آپ نے یاد جو فرمائے تھے گر گے اور گھاگ
حاضرِ خدمتِ اقدس ہیں--- ابھاگ
نوعِ آدم کی تباہی کے لئے کارنمایاں جو دیئے سرانجام،
بے کم و کاست بتائیں گے تمام،
منتظر گوش بر آواز، لئے ہاتھ میں دستاویزات
ایستادہ ہیں کہ دریافت جو فرمائیں بات
مستعد کار گذاری کے مفصل حالات
واقعات، آدمی زادے کے بیاں کر دیں گے،
فاش ہر رازِ نہاں کر دیں گے۔"

تب یہ اترا کے عزازیل: "مدبر بغلول
رہے ملحوظ کہ مرغوب بڑا کوئی بھی بول
ہے مجھے گر تو وہ انسان کے منہ سے ہے --- لہٰذا تو کھول
سارے ممتاز عمائد میں کہ منظورِ نظر خاص ندیم
لائقِ منصبِ تکریم، عظیم
مرے نزدیک فقط ہے وہی ہستی جو کرے کام بڑا --
شیطنت جن کی حقیقت میں بڑی، نام بڑا۔
ہے طبیعت کو جہنم کی تمازت درکار
مرحمت، از روئے ایں شرط --- کہ ہم سے ہے اجازت درکار۔"

○

نائب السلطنت النار تھا بغلول، اسی نے تمہید
اب وہاں باندھی --- "ضرور آئی ہے انساں پہ وعید،
نازل اکثر ہوئی ہے اس پہ تباہی بھی شدید،
بارہا پائی ثوابوں کی نوید
اجرِ احسن کی دلائی گئی خوش کن امید
عہد بر عہد، زمانہ بہ زمانہ --- مگر اس کا وہی دو طرفہ قدم
یوں بھی اور یوں بھی ہے میخانہ کو، اور سوئے حرم،
مجلسِ وعظ پہ حجت کہ رہے گی تا دیر --- سو فرماتے ہیں
یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں۔
الغرض خیر کا مضمون ہوا بے مفہوم،
جمع باہر ہے ہجوم
آئے ہیں سارے جلودارِ شہنشاہِ جہنم، بہ طلب
خبر خوش بد ہن، مژدہ بلب،

مرتکب کوئی نہ غفلت کا نہ کوتاہی کا
نامہ بر اہلِ جہنم کو اس آگاہی کا:
نوح کے بعد یہ انسان کا دورِ ثانی
ایسا آلودہ بہ سیات، ملوث بہ جرائم ہے کوئی بھی پانی
خواہ نکتا رپسینہ کا، زلال آنسو کا
خواہ امرت وہ لہو کی جُو کا--
روح کی میل کچیل اور بدن کا کچرا
ذہن بھی زنگ چڑھا، آنکھ بھی دھول اٹی، قلب بھی گند بھرا
دھو کے اب پاک نہیں کر سکتا،
آدمی سوزنِ تدبیر سے تقدیر کا کوئی بھی رفو چاک نہیں کر سکتا۔
اب تو یہ جانئے وہ نزع کے ہنگام میں ہے
جیسے مچھلی کہ مگرمچھ کے خلائے دہن و کام میں ہے،
پھڑپھڑاتا ہے پھنسا جال میں ہے
اک کبوتر کی طرح باز کے چنگال میں ہے،
حال پہلے تھا دگرگوں، یہ ہوا ابتراب
جو کبھی چھانے لگی تھی، وہ مسلط ہوئی شب،
نوح نے پہلے کا بدعہد تھا، مابعد کا اس سے بدتر
ایک پانی میں ہوا غرق، لہو میں دیگر۔"
---بیچ میں ناز سے اٹھلا کے عجوزہ نے کہا
فکر و تشویش کا موجب نہ رہا
شاد ہوں شاہ----- جو مائل ہو دلِ بے تمکیں
بہرِ تفریح و نشاط و تسکیں
کوئی سامان ہو کیفیتِ ہیجانی کا،

بے بدن ہم ہیں اگرچہ پہ ملے سارا مزہ وصلتِ جسمانی کا'
شغل فرمائیں تو حاضر ہے کنیز۔۔۔"
تب عزازیل: "مری خانمِ رنگین طبیعت' ترے جذبات عزیز'
ہم نے کابینہ کا اجلاس بلایا ہے' سنیں گے روداد
اور تقسیم کریں گے اسناد'
شکریہ آپ نے رکھا ہے ہمارا یہ خیال
مصرفِ خاص میں لائیں گے ضرور آپ کا' مابعد' مزیدار جمال۔"
اور بغلول سے پھر: "وہ مرے اربابِ کمال
مطلع ہو گئے ہیں' وقت کے ایوان میں خود ساختہ کھڑکی سے نہیں جھانکیں گے
کل کو آسان نہیں آنکیں گے'
جو کیا ہے وہ فقط عرض کریں گے' نہیں بیکار کی بڑ ہانکیں گے
تب انہیں اذن ہے عام'
ہم سنیں گے' وہ مفصل کریں جتنا بھی کلام
رکھیں ملحوظ۔۔۔ بتائیں گے فقط ٹھوس کیا ہے جو کام۔"
تب یہ بغلول: "نہ ہوگی کوئی نافرمانی
وہ بیاں کارگذاری ہی کریں گے' نہیں کارستانی ✽
کام کی بات جو فرمائی۔۔۔ وہ ہے کام کی بات
اس پہ لازم ہے' بجا و اثبات'
کام سے جی کا چرانا۔۔۔۔ ہیہات۔
کام میں اپنے سوا چاہیئے دیگر پہ بھروسہ نہ کرے
ضمنِ معشوق میں جس طرح کہ دربارہ بوسہ نہ کرے'
ایک کا کام کوئی دوسرا۔۔۔ عورت کی تو جوتی نہ کرے مرد بھی ٹھوسا نہ کرے۔

✽ آپ کاج مہا کاج

---اور بچوں نے بتایا اسے گھبرا کے تو امی چنڈول
کر گئی بات ہی گول'
دیکھ کر کھیت کو ہالی نے کہا فصل ہوئی ہے تیار
کل لئے آؤں گا ساتھی دو چار
تاکہ ہم مل کے کٹائی کر لیں
مدد اس کام میں ممکن ہے کہ بھائی کر لیں'
ہاتھ ایسے میں بٹاتے ہیں کبھی ہمسائے
نہ ملے اور کوئی گر' وہ انہیں لے آئے---
یہ ہی کہتی رہی چنڈول کہ بچو رہو آرام سے تم---
مت ڈرو ایسے نکھٹو کے ابھی کام سے تم---
ایک دن جب اسے بچوں نے بتایا کہ وہ یہ کہہ گیا آج
فصل کل آپ ہی کاٹے گا' نہ ہو گا محتاج
دوست ہمسائے برادر کا---تو گھبرا کے یہ بولی چنڈول
بستر اب یاں سے کریں گے ہم گول'
بس کہ اس کھیت میں کل ہو نہ سویرا اپنا
کوچ اب چاہئے ڈیرا اپنا
ختم اس فصل میں بچو یہ بسیرا اپنا'
خود کرو گر تو رہے راج کہا کرتے ہیں
آپ کاج اصل مہا کاج کہا کرتے ہیں!
ہیں کبابڑا امرا اپنے' بڑے ذات میں بھی
بے شک انساں سے ممیز ہیں وہ اس بات میں بھی
کام اپنا نہیں سونپیں یہ کسی کو کسی حالات میں بھی'
مستعد سامنے یہ آپ' ہی گھات میں بھی۔

اس لئے ان کی مہم ہو گئی ہے بار آور
ورنہ انساں نہ سہی یار بخود پشت پہ صاحب داور
خوب مضبوط تھا اس کا یاور۔"
مطمئن ہو گیا نائب کا سخن سن کے عزازیل بہت
قلب خوش کن تھی یہ تفصیل بہت
قائل اب ہو گیا ایسی تھی مدلل تاویل
اس کے مذموم ارادوں کی بہت دور نہیں ہے تکمیل۔

❖ بغض و عناد

نائب السلطنت النار نے سوئے گھنٹال
تب اشارہ کیا۔۔۔وہ کھول کے تقویمِ ضلال
یوں بیاں کرنے لگا بست و کشادِ احوال
بارگاہِ متکبر میں بصد عجز و نیاز:
"عرض پرداز یہ بندہ ہے مری سخت مہم کا آغاز
ہے عیاں خسروِ دوزخ پہ۔۔۔بیک حربۂ خوب
کیسے ہابیل کو قابیل کا کر کے معتوب
میں نے وہ فتنۂ سفاک کیا تھا ایجاد
آدمی صید بنا آدمی اس کا صیاد
پیکرِ خاک نژاد
کہ ہے یزداں کے تئیں اس کی یہ تخلیق بہت قابلِ داد
وہ سراپا کہ ہوا احسنِ تقویم سے یاد
وہ وجودِ طربِ الفت زاد
وہ بدن پھول وہ قامت شمشاد
خود ہوا ہاتھ سے کیسا برباد

بن گیا رزق کی کھاد'
آپ ہی اس نے کیا گھر آباد
آپ ہی تیشۂ بازو سے گرادی بنیاد۔
ایک نے ایک وہاں جان سے مارا کیسے'
پھر لحد میں اسے چپکے سے اتارا کیسے
مت اسے دیا گیا جب ایک غراب'
میری سازش سے کھلا موت کا باب۔
قتلِ ہابیل بھیانک مرا شہکار ہے یہ
نسلِ آدم کا تبہ کار ہے یہ---
مستزاد ایک تماشے سے کئی فتنے جگادیتا ہوں
شہد دیوار پہ تھوڑا سا لگادیتا ہوں
خواجۂ سگ کو میں یوں صاحبِ گربہ سے بھڑادیتا ہوں'
کیا برا میں بھلے لوگوں کو چڑا تا ہوں۔
شبہ'کد'کینہ'حسد'بغض'عداوت'ضد'خار
یہ ہیں سب میرے موثر ہتھیار'
طنز و تشنیع بھی' پھر گال گلوچ
سلب کردیتے ہیں انسان کی سوچ
میں تجھے اور مجھے پھر تو نوچ۔
عصبیت بھی ہے مرا ہی آلہ
عقل کا جس سے نکل جائے نرا دیوالہ'
آئی مت میرے اشارے سے چلی جاتی ہے'
فطرتِ نوعِ بشر خون کے سانچے میں ڈھلی جاتی ہے
ہر بھلی قدر جہنم میں جلی جاتی ہے---

دن پہ دن آدمی نزدیک جواب ہم سے ہے
میرے سلطان! بہت کچھ یہ مرے دم سے ہے۔"
سن کے گھنٹال کی روداد ہوا شاد عزازیل بہت
خونِ انساں سے لبالب، پسند آئی تھی اسے جھیل بہت۔
وی اسے کھول کے جی یوں شاباش:
"خوب تو نے کیا یزدانیہ مٹی کا کھلونا یہ پاش،
واہ وا میرے مقرب نے خراش
جسم ہی پر نہیں، جاں پر بھی لگائی گہری
چاہیئے ایسا ہی بیری ---- زہری!"

❖ خوف

دست بستہ ہوا معروض پھر ایسے یاجوج:
"مرے سلطان کا دائم رہے اقبال و عروج
آپ کے کارکن ادنیٰ ہیں یہ ہم --- میں 'مرا ہمدم ماجوج
مستقل چاٹ رہے ہیں دیوار،
ہم زمیں سے اسے کر دیں گے کسی دن ہموار۔
اور ہر گاہ مشقت یہ بڑی بھاری ہے
جانتے ہیں، ہمیں فی الوقت یہ دشواری ہے
کاروائی کسی مضبوط مخالف کی سدا جاری ہے،
"کوئی" حائل ہے مہم کے مابین
روز معلوم یہی ہووے عین
ہے مگر روزِ نخستین ہنوز --- اور مدام
ہم جہاں چھوڑ کے جاتے ہیں یہ کام
سخت تھک ہار کے صاحب --- ہر شام،

پھر ہمیں صبح کو ملتا ہے وہ تلپٹ سارا'
چن کے دیوار کوئی اس میں لگا دیتا ہے چونا گارا۔
ہمت اپنی بھی مگر دے نہ جواب
مضمحل ہوتے ہیں اعضا ہی نہ کمزور ہمارے اعصاب'
مستعدی سے اسے چاٹتے ہیں
گو ہے یہ سیسہ پلائی' اسے ہم ناخنوں دانتوں سے لگے کاٹتے ہیں'
التزاما" جو اسے پاٹتے ہیں
پاٹتے جائیں--- کبھی ایسے نتیجے پہ وہ آپ آلیں گے'
رائیگاں جائے نہ محنت--- کوئی حل پالیں گے
ہم کسی روز یہ دیوار گرا ڈالیں گے
نام کوشش سے اچھالیں گے....
ضرور آپ کا سلطان جہاں میں ہم بھی
کہ شمار آئیں اہم ترارکاں میں' ہم بھی
آپ کے مدح کناں میں--- ہم بھی!
اور ہم یوں بھی نہیں کم ہیں دھنی پیشے کے
بیج بو رکھے ہیں انسان میں اندیشے کے'

وہ روایات پرست
آئے گا ہم سے مقابل نہ کبھی تیشہ بدست'
ہمت و عزم کا پست
وہ رہے خوف زدہ اس کا مقدر رہے شکست'
وہ ہراساں رہے' حیران پریشان رہے
اسے خلجان رہے
ہم نے دیوار اگر چاٹ لی' پھر کیا ہو گا

واقعی کیا پسِ دیوار کوئی سیل لہو کا ہو گا---
حشر اس روز ہی برپا ہو گا۔
ہم کہیں کام نہ ہو ختم ہمارا یہ اگر---اچھا ہے
ذہن انساں کا ہمیشہ رہے مملوئے خطر، اچھا ہے
متوقع کسی آفات کا ڈر اچھا ہے'
یہ لگا تار حذر اچھا ہے----
قوتِ کار ہوئی جاتی ہے اس کی مفلوج۔
سعی ہم کرتے ہیں--میں' یہ مرا ہمدم ماجوج
دائما" آپ کا قائم رہے دورانِ عروج!"
درمیاں "کوئی" کے پردے میں جو مذکور ہوئے ذوالقرنین
خضر آئے تھے نظر کچھ بے چین۔
بھانپ کر میں نے کہا "راز سے پردہ نہیں سرکائیے گا
دیکھیے کچھ نہیں بتلائیے گا'
ہے یہ معلوم ملاقات رہی تھی باہم
اے مرے حضرتِ مشفق تاہم
رزمیہ ہے کوئی تحقیق پہ مبنی یہ مقالہ بھی نہیں'
اس میں تفصیل سے درکار اب ایک ایک حوالہ بھی نہیں'
زیرِ ترتیب پر از نکتہ و تاویل رسالہ بھی نہیں----"
خضر نے ہنس کے کہا "جو تری مرضی اے دوست
پھر عزازیل کو دیکھیں، بھئی فی الوقت یہ آئینۂ اوست!"

❖ دین افروشی

دیواستھان میں بر مغ [۱۴۸] تھا سخن گو "یہ عبادت گاہیں
یہ سنا گاگ، کلیسا و کنشت و حرم و بت کدہ--ان ہی کی طرف سب راہیں

سبھیم آئی ہیں، کہتے ہیں جسے راہِ صراط'
متلاشی ہیں نگاہیں انہیں حاصل ہو بساط
یاں بلاواسطہ ہوں سامنے عبد و معبود'
اصل میں ایک ہے شاہد و مشہود و شہود۔
نہ فقط معرفتِ ذات و وجود
بلکہ کل کنہِ کن و سترِ فکاں' جملہ سراپردۂ ایں ہست و بود'
کنزِ مخفی ہے --- بہ اندازِ زیاں اور نہ بہ اندازۂ سود۔
باریابی، ہو در ایوانِ سرائے مقصود!
--- رسم کے رہ گئے اب سارے قیام اور قعود
کیوں کہ میں نے وہ مقاماتِ تضرع و سجود
کر دیئے اڑے جہاں مدِ نظر صرف ہے ذاتی بہبود۔
ہیں نصاریٰ کہ یہود
گبر زردشتی و کنفوشسی و صابی --- بدھ جین ہنود
گمرہی کا ہوا ہے سب کے عقیدوں میں ورود
وہم کی کائی دلوں پر تو دماغوں پہ ہے نسیان کا دود'
آدمی ہٹ کے خدا سے ہوا ہے خود آلود
بے بصر اور بہت نا آسود'
اب زیادہ بھی نہیں دیر --- بزود
مانئے آپ' وہ ہو جائے گا یکسر نابود۔
نکتۂ خاص ہے یہ' سہل ہے اس کی تفصیل
ژندپا ژند اوستا و پران اپنشد و گیتا و وید انتا' توریت و زبور و انجیل
سب بہ حیلہ' بہ حوالہ بطریقِ تاویل
طاقِ نسیاں میں ہیں آراستہ' یا وہ ہیں محرّف تبدیل!

فائدہ کش ہیں معابد میں، ہو اان پہ اجارہ جن کا
دھرم دھندے پہ گذارہ جن کا،
ان معابد میں ہیں آباد عقیدہ افروش
بندیزداں بکف، اور عزازیل نمایاں بردوش۔
ہیکل، آتشکدے، اسٹوپے، شوالے، مڑھی، دیو استھالے
جہاں امکان تھا، انسان خدا کو پالے۔۔
میری حکمت سے ہے قائم وہاں تہ بازاری
سارا ماحول ہے کاروباری
پنڈت وپادری ہیں بیوپاری۔۔۔
زر کے میزان میں تلنے وہاں دل جاتے ہیں،
میرے دم سے یہ دکانیں ہیں، وثیقے جہاں فردوس کے مل جاتے ہیں
کوئی گر اپنے گناہوں کا بھرے ہرجانہ۔۔
حق فسوں بن چکا اب، ذاتِ خدا افسانہ،
دستیاب اس جگہ ہے پروانہ
آخرت میں نہیں بالکل ہی پکڑ ہو اس پر
نفس پرور، ہوس آلودہ کرے خواہ بسر۔
باریکی، متصدی یہ خدا کے، یہ فروشندۂ ماحولِ بہشت
سیم و زر کے متبادل، بدوزشت
ہر سیہ کار کو یوں پاک بنا سکتے ہیں
بحرسیات سے نکلے جو سدا پار، وہ تیراک بنا سکتے ہیں۔
اجرت اس ضمن میں ہر بار زیادہ ہوگی،
بات سودے کی ہے، سو حسبِ افادہ ہوگی،
الغرض کیسی ہی سنگین ہو تقصیر۔۔ معافی ممکن

عوضِ درہم و دینار تلافی ممکن'
زر ہے مشہور خدائے حاجات
ان کے نزدیک ہوا اب یہ خدائے بالذات!
قیمتاً لیجے---وظائف کے فسوں اور فلیتے بھی ہیں
جن سے مرتے بھی ہیں لوگ---اور یہ جیتے بھی ہیں'
نقد---کیا دست بدست ان کے یہ چلتے ہوئے دھندے ہیں یہاں
کئی لاسے 'کئی پھندے ہیں یہاں'
تیرے دم سے رہے آباد جہنم---اسے بھرنے کے لئے
مستقر آدمی کا بھی اسے کرنے کے لئے'
دین کے نامِ مہذب پہ جتن کیا نہ کئے
خرقہ پوشوں نے بڑے لطف کے چر کے دلِ یزداں کو دیئے۔
موند دی آدمی کی آنکھ 'لب و گوش سیئے
ذہن میں زہر بھرا' قلب میں نفرت بو دی
آدمیت ہی سرے سے کھو دی۔
قصہ کوتاہ پیمبر پہ پیمبر نئی قندیل عقیدوں کی جلاتا آیا
راستی کے لئے دستور بناتا آیا'
میں کہ نگرانِ معابد ہوں انہیں ہاتھ دکھاتا آیا۔
پیشوایانِ مذاہب---ترے فیضان سے---اب ہیں سارے
مقتدی میرے کہ ہیں دین سے ان کے بڑے وارے نیارے'
گل کئے ان ہی کی پھونکوں سے ضیا تاب چراغ
ہاتھ ان کے---مرا لیکن ہے دماغ۔
ہر طرف تان دیا آپ کی ظلمات کا چھاتہ میں نے'
دیکھئے تیرہ ہے کتنا' رکھا یہ کھول کے اعمال کا کھاتہ میں نے

گھر میں اللہ کے سیہ سکہ چلا آیا ہوں
آپ کا ڈنکا بجا آیا ہوں---"
تب عزازیل یہ سن کر مذکور
عین معبد میں بپا کر دیا برمغ نے فتور'
بالخصوص اس لئے بیحد مسرور
دیں فروشی پہ ہیں من جانبِ شیطاں مامور
کر رہے ہیں جو فنا اصل شعور
ایک ہی طرح' علمدارِ مذاہب بن کے
کہیں پنڈت' کہیں ربّی' کہیں راہب بن کے۔
شاد برمغ سے عزازیل ہوا--دی سند خاص اسے
اور لقب--- قاطعِ اخلاص اسے۔

❖ طمع--- تصور اشتراکیت

دادِ تحسین کے جب ڈونگرے برمغ پہ لئے خوب برس
دستِ مژدک کیا بغلول نے مس'
یہ اشارہ تھا اسے' ایسے وہ گویا ہوا پس:
"آدمی کے لئے تیار کیا میں نے وہ دلچسپ قفس
تیلیاں جس میں لگائی ہیں طمع' حرص' ہوس۔
اس میں در آئے گر آباد نفس [۱۴۹]
ہو بہت تنگ دروں' تنگ طبیعت۔بے بس!
جو کبھی بجھ نہ سکے سخت وہ بھڑکائی ہے پیاس
جس قدر پائے--- نراس
اور کی' اور کی' پھر اور مسلسل کی آس'
منتشر ہوش حواس!

زن، زمیں، زر کو بنایا ہے اساس
جو بھی تعمیر ہو--- جیسے بھی امور
نظر و فکر میں پیدا کیا سنگین قصور۔
سعی اب صرف اسی ضمن میں جانے مشکور
نہ قناعت، نہ توکل، نہ صبور---
ایک کو زر کی طمع (ارب پتی) [150] دُھن ہے مگر اور اکٹھا کرے دُھن،
ایک کو حرصِ زمیں، ملکی پہ کلکی، [151] ہے اسے اور بڑھانے کی لگن،
ایک کو وائے ہوس--- بے فن و فن کار کہ اعصاب پہ اسوار ہے زن،
زن زمیں زر کے لئے ہے تگ و تاز--- اور بہم چیخم چیخ،
سلسلہ وار یہی ہے تاریخ---
اک یہی گونج زمانوں میں سدا آتی ہے
دور اور پاس سے کانوں میں سدا آتی ہے،
زن کی تفصیل سناؤں یہ بنے جب سیتا
لے اڑے راون [152] اسے، کیا نہیں ہو تکا فضیتا...
پھر اسی بھوم میں ہو جنگ مہابھارت کی
خون ریزی کی، غضب غارت کی،
بھائیوں بھائیوں میں سخت بدی ہو جائے
جب یہ زن دارو پدی ہو جائے۔
اور بن جائے اگر یہ دیدو
کیسا قرطاجنہ میں خون خرابہ تب ہو،
جب یہ عورت بنے یوناں کی طرحدار حسینہ ہیلن
خون کی ہولی بہم بارہ برس کھیلیں ٹروجن، دردن
حسن، مہمان کا اخلاق شکن

لے اڑے پارس اسے اور چھڑے جنگ، بہت خوں آشام [۱۵۳]
درمیانِ اگم امن و پریام،
مبتلا جس میں نہ صرف ان کے خواص اور عوام
بلکہ از روئے اساطیر لیا ہم سے کئی دیوتا اور دیویوں نے بھی حصہ۔
خیر اسے مان بھی لیجے کہ ہے فرضی قصہ
تو بنی واقعی جس وقت قلوبطرہ یہ
کیا ہوئی امنِ زمانہ کے لئے خطرہ یہ
زہر تھی خون کا ہر قطرہ یہ،
دامِ گیسو میں کیا اس نے اسیر انطونی
باہمی رومیوں اور مصریوں کا معرکہ خونیں، خونی۔
یہ مرے سارے کرشمے ہیں، بتاؤں کیا کیا
واقعے ان گنت اتنے۔ کہ گناؤں کیا کیا۔
--اب کھلایا ہے شگوفہ نیا، اک اور بھی شوشہ چھوڑا
سمت تا سمت اسے گوشہ بہ گوشہ چھوڑا
آدمی کے لئے ذلت کا ہے سامان، یہ ترکیب اگر چل جائے،
وہ کہ چالاک بنا ہے چہ عجب، جُل کھائے
ہو جو یہ فتنہ فزوں، اور فزوں --- افزوں تر
ذہنیت مسخ اگر ذہن دگر گوں یکسر،
اور پھر اپنے ہی ہاتھوں نہ وہ کیا ہو جائے
غرقِ گردابِ فنا ہو جائے،
منکرِ ذاتِ خدا ہو جائے،
فکرِ انساں میں سمویا یہ فساد:
زن، زمیں زر سے بہم ہے حسد و بغض و عناد

ہر زمانے میں خرابی کی یہی ہیں بنیاد--
کوئی خسرو ہے تو کوئی فرہاد
قصرِ شیریں و زر و سیم بایں شیوہ و دستور کریں
ان کے باعث جو تفاوت ہے--اسے دور کریں'
تیشہ زن آگہی پائے گا فریب و فنِ پرویزی سے
جوئے شیر اب نہ نکالے گا عرق ریزی سے-
کار گر ہے یہ بہت مجھ سے اگر نسخۂ دفعِ شر لے
مشترک ان کی بہم ملکیت آدم کر لے---"
"آفریں!" بول اٹھا' شاد عزازیل رجیم
"کارنامہ یہ عظیم
مزدک اے تو مری منشا کے مقیم
تو ہے انساں کا بڑا زیرک و ہشیار غنیم
نفسیات اس کی سمجھ لی ہے بخوبی---وہ زعیم
واہ کیا سوئے خطا کار واثیم
لے گیا ہے مری جانب سے یہ آیات سقیم'
اشتراکی--یہ عجب بانٹ کی باہم تعلیم
خوب گمراہ کن ایسی ہے' کرے گا تسلیم
وہ ضرور اس کو--مگر حسب ضرورت کوئی کر کے ترمیم
(اس کی یہ خوئے قدیم)!
تجھ کو شاباش مرے صاحبِ عزّ و تکریم
اے مصاحب' ذکی و تیز و فہیم
نائبِ نارِ جحیم
نصف دوزخ ہوئی' لے آج سے تیری اقلیم!"

پٹوار

اب وہ بغلول، عزازیل کا مذموم ندیم
حکم دیتا ہے، مخادیم [154] اٹھے اور سنائے روداد۔ ۴۶۲۰
عرض پرداز ہوا کائیاں کھاتاؤنی کا وہ استاد:
"رہے نام آپ کا اے شاہِ دخان و آتش!
مختصر ہے مری گو کار گہہِ فتنہ و ظلم و سازش
تنگ تر دائرۂ کوشش و کدو کاوش--
ہے فقط گاؤں تلک فرمانروائی میری
ہے قیامت مگر آفت وہاں ڈھائی میری،
بجھ نہیں سکتی کبھی آگ لگائی میری۔
کلیہ یہ ہے کہ بھوکا ہو تو ایماں نہیں رہ سکتا
آدمی کچھ رہے--- انسان نہیں رہ سکتا!
جسم میں اس کے جو موجود ہے، خوابیدہ وہ حیوان نہیں رہ سکتا۔ ۴۶۲۰
میں نے حیوان بنا رکھا ہے انسانوں کو
اپنے پیروں میں مسل رکھا ہے دہقانوں کو،
ہضم کر جاؤں میں کھلیانوں کو
کھیت کے گن لیا کرتا ہوں میں سب دانوں کو،
ان سے پھر بھرتا ہوں سب چودھری مکھیاؤں کے دامانوں کو
مال خانوں کو، خزانوں کو، حکومت کے سب ایوانوں کو۔
میں حکومت کا ہوں کارندہ-- ہر اک بسوا [155] کا
یوں لگان ان سے اگلواتا ہوں جیسے کوئی مارے ڈاکا،
بس لیا لوٹ جسے بھی تاکا۔
اندراج ایسی کھتونی [156] میں، پر ایسا مراہررو کڑ [157] ہے ۴۶۳

مالیہ لے کے بھی واجب ہے --- سد اگڑ بڑ ہے
کوئی بھی بیگھہ ' جریب 'ایکڑ ہے ---
کوئی تکرار کبھی اور نہ جھڑپ ہوتی ہے .....
فصل آسان ہڑپ ہوتی ہے '
وہ جسے بوتے اگاتے ہیں بہت مر مر کے
رات دن خون پسینہ کر کے ---
ان کے سینے میں اگر کوئی تڑپ ہوتی ہے .....
گاہ کرتا ہے اسے ختم رواج '
سہل ہے ورنہ مرے پاس علاج :
آڑ قانون کی لے کر بڑی سختی سے دبا دیتا ہوں
عوضِ قرض کبھی رہن ہی کر لیتا ہوں '
خوب ہیں یہ مرے ہتھکنڈے بھی
پیار کی مار بھی ہے --- ڈنڈے بھی '
واہ وا' کیسا عجب ہے پٹوار
ذمہ ہر ایک کے رہتا ہے ادھار
نادہند' اس کے بھی کھاتہ میں ہر ما لگذار
بندوبست (اب یہ ہے حاصل میں بٹائی پہ 'کہ طے پٹہ وار
سب مداخل کہ مواجب کہ پراپت کہ اگاہی کہ محال
قسط بندی ہے کہ یہ سائر مال)
اپنا اس میں ہے فقط اک کردار '
میں وڈیروں کا پٹیلوں کا بڑا خدمتگار
مفت پر جو ہیں سدا مونچھ منڈائے تیار
کوٹھیوں میں جو پڑے اینڈتے رہتے ہیں نکمے ' بیکار

بڑھ کے مجھ سے بھی درندے خونخوار'
بعض اوقات تو میں ان کی طمع سے بیزار
جس قدر بھی انہیں بھر دیجئے--- درکار مزید۔
اپنے مقصد کے لئے ہیں تو یہی لوگ مفید
گرچہ بٹوارے میں بخرہ نہیں ان کا بنتا
پر ادا کرتے ہیں ہاری-- کہ ہیں میری جنتا!
اپنے لہرائے ہوئے کھیت کھڑے پاس سے تکتے ہیں وہ
ہاں وہی 'کام سے جن میں نہیں تھکتے ہیں وہ'
بھوک سے بچے بلکتے ہیں' سسکتے ہیں وہ
فصل سے دانہ مگر لے نہیں سکتے ہیں وہ---
گاہتا بھی ہے اناج اور کھڑبتا بھی' پھٹکتا بھی یہی ہالی ہے
بھوک کے دیو کا بھٹ پیٹ مگر خالی ہے'
دیکھتے ہیں یہ خدا کی طرف--- انصاف ملے
اور پھر خانۂ ایمان کی بنیاد ہلے!
گو مرا سلسلہ چھوٹا سا دکھائی دے گا
آدمی اس سے کبھی ایسی دہائی دے گا
انقلابات کا ہر عہد میں ہنگامہ سنائی دے گا'
فصل زرخیز سروں کی جو اگا کرتی ہے پھر اس کی کٹائی ہو گی
ان کے کھلیان لگیں گے--- یہ بٹائی ہو گی!"

❖ طاؤس و رباب اولیٰ

مل چکا جب اسے انعام 'ابیقور [۱۵۸] کی باری آئی
اس نے جب طرح اٹھائی...
تو یہ محسوس ہوا ہو گیا اک عالمِ بزم آرائی---

روشنی رنگ کی تصویرِ نظرتاب بنائی....
کہ لگے پردۂ سیمین پہ اُڑ رنگِ [159] عیاں دکھلائی'
پھلجڑی جگنوؤں کی باعثِ صد زیبائی
جھلملائی کہ نظر حد پہ دھنک تتلیوں کی لہرائی'
یا حسیں خواب کدے میں پریِ حسن کی پرواز کناں انگڑائی'
ایک مجموعۂ صد رعنائی
زندگی - پھول' کرن' تارا' شراب' اس کے عناصر تھے -- ہر اک چوتھائی!
ہے ازل سے ابدی سلسلۂ پہنائی
یہ کروڑوں برس' اس میں فرسِ وقت کی رہ پیمائی'
جھیل کے دونوں کناروں پہ جمی ہے کائی
اور مقدور ہے دو چار قدم پیرائی
گم کرے موج کہیں' یہ جو کہیں سے لائی --
زندگی' آدمی نے صرف یہ اک بار' فقط اک پائی
اس کی دوبارا سرِارض نہیں دہرائی'
--- آہ اگر ازپئی امروز بود فردائی [160] ---
ابلہی' وائے' دہائی --- نروند اہل نظر از پئے نابینائی [161]
کیوں کبھی یاں' کبھی واں ناصیہ فرسائی ہے
اس توقع پہ' بڑا اجر بہ انعام سرِ گنبدِ مینائی ہے'
زندگی اپنی گذارو جو یہاں کرکے برائی ساری
در حقیقت ہے یہیں تک یہ برائی یہ بھلائی ساری'
ہے خرافات یہ مابعدِ ممات اجر و جزا -- پس ہے یہی دانائی
زندگی یہ جو میسر آئی
اور دوبارہ نہیں -- آج یہ جی بھر کے گذاری جائے

یہ خبر ہے کسے آئے کہ نہیں کل آئے!
زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہورِ ترتیب [۱۶۲]
عنقریب.......
اور ہے کیا؟ پھر انہی اجزا کا پریشاں ہونا
ختم یہ سلسلۂ ربطِ تن و جاں ہونا۔
جسم سے جسم کا سنگھم کرلو'
پیار کے موتیوں سے پیار کا دامن بھرلو'
واقعہ بس ہے یہی -- آپ مرے جگ [۱۶۳] پرلو!
بے ثباتی کا غمِ یاس و حزن خیز' فقط
بادۂ عیش سے ہوتا ہے غلط:
خیز در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز [۱۶۴]
پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز --
یہ مرا فلسفہ ہے میں نے اسے عام کیا
یہ بڑا کام کیا---
ایک غرقابِ مے و جام کیا ،
ایک زندانیِ آغوشِ گل اندام کیا ،
کوئی یہ زلفِ گرہ گیر کا گر بندۂ بے دام کیا ،
کوئی وہ حلقہ بگوشِ لب و رخسار و کنارِ بدن آرام کیا'
---خوگرِ عیش بنایا کیا کیا
مبتلائے ہوسِ نفس انہیں جیش پسِ جیش بنایا کیا کیا'
لمس' رس' راس' رہس' میٹھا برس' قوس' [۱۶۵] کلس [۱۶۵]
ایک سے ایک وہ لاسہ ہے -- کہ بس!
اور پھر ان میں جو ہیں دولتِ بے جا والے

عیش و عشرت کے ہیں خود متوالے'
ان سے آباد طرب خانے' خرابات کدے' مدھ شالے
یہ پیالے میں اگر چاند اچھالے' تو وہ باہوں کو بنا کر ہالے
چاند سے پیکروں پر تنگ کریں -- کھینچ کے تنگ '
ایسے بیگانۂ ناموس وہ یوں اجنبیِ نام و ننگ
نت نئی موج ترنگ ---
فحش اس درجہ فراوانی سے
مطلقاً'' پھر وہ ممیّز ہی نہ ہوں طبقۂ حیوانی سے'
ہوں ملوث وہ ہر اک عیب میں آسانی سے -
--- میری امت کا وہ اسلوبِ طرب تازہ بہ تازہ نکلا
دیو جانس [۱۶۶] کا جنازہ نکلا -
کلیت [۱۶۷] لغو' ابیقوریت انساں کو پسند آئی ہے'
زندگی پھر نہیں دوبارہ ہے -- اک بار اگر پائی ہے
خوب جی بھر کے گذاری جائے!
اب یہی پختہ عقیدہ ہے' یہی اب ہے مسلّم رائے
کہ لگے دم تو مٹے غم --- سو لگے دم' بے غم ---
اس لئے اے مرے آقا! اب ہم
فکر کم اپنے وسیلے سے تباہی کا کریں'
اہتمام اس کے عملنامے میں بھرپور سیاہی کا کریں
منہ جہنم کی طرف اس ترے راہی کا کریں -
برملا' آپ ہی انساں طرفِ گور چلا
جانیئے' لاڈلا ایزدان کا اب آپ کے سائے میں پلا'
کوئی لے جائے چھڑا کے تو اسے آپ کے پنجے سے بھلا!''

❖ داداگیری

اپنے منہ بن کے میاں مٹھو خوب
خوش اسے کر کے عزازیل کا یہ پٹھو خوب
چپ ہوا-- دادا سے مل گئی، تعریف بھی کافی ہولی
اذنِ بغلول سے جیوٹ [۱۶۸] نے زباں تب کھولی:
"خیر و شر کی نہ رہے آنکھ مچولی-- کہ بہت یہ ہولی
میں تے گمراہ نڈرپن کی بنائی ٹولی
جس میں بے کینڈے کے کچھ لوگ مرے ہمجولی---
کوئی تیلی، کوئی کنجڑا تو کوئی تنبولی
ایسے مجہول-- سرِعام گھچولی، گھولی [۱۶۹]
گندگی، جس جگہ چاہی دھولی!
بول بالا ہوا ہے شر کا، چڑھی اس کی وہ اونچی بولی
رہ گئی خیر فقط نام کی خالی خولی!!
یہ جہاں چاہیں رہس راس رچائیں، جہاں کھیلیں ہولی،
دھم سے کودے یہ چھپر کھٹ پہ کسی کی، تو وہ ٹھہرائے کسی کی ڈولی
سر سے کھینچے یہ دوپٹہ، تو وہ مسکائے جھپٹ کر چولی،
جیب یہ کتری تو صدری وہ ٹٹولی...
وہ تجوری کھولی،
پگڑیاں لیں بھی، اچھالیں بھی، بھری دھاندلیوں سے جھولی،
اک لئے پھرتا ہے خوجی کی قرولی...
تو کوئی دوسرا بندوق میں بھر کے گولی---
غنڈہ گردی کے یہ دادا جگّے
یہ کھلے سانڈ، بریکھب ڈھگّے----

تیز رَہ شہدہ ہے، طرار لفنگا ایسا
کیا کوئی ہو گا تلنگا ایسا
اودھم ایسا وہ مچائیں، کریں دنگا ایسا
لیں ہر اک شخص سے پنگا ایسا
پھونک دیں ٹھور ٹھکانہ بھلا چنگا ایسا
کیا جلے شعلے میں پروانہ پتنگا ایسا۔
لیں شریفوں سے اڑنگا ایسا
ناچ تگنی کا نچائیں انہیں ننگا ایسا
کہ وہ پھر سامنے سے کان دبا کر نکلیں
تاؤ دانتوں میں چبا کر نکلیں،
منہ پہ دامانِ قبا --- کر نکلیں۔
الغرض مجھ سے نہیں عافیت اب کوئی شرافت کی رہی --
غل رہا گر تو شرارت کا، رہی دھوم کثافت کی رہی ،
کہ دراز ایسے ہی رسی شر و آفت کی رہی ---"

❖ بدمذاقی

--- تب یہ ڈیوٹ [۱۷۰] نے کہا "اور تو کیا راہ مسافت کی رہی
صرف گنجائش اب اک شغلِ ظرافت کی رہی،
خوانِ بے ہودگی پر عام ضیافت کی رہی۔
آدمی میں نہیں حس ذم سے مرے، لطف و لطافت کی رہی
خو نہ سنجیدہ، ثقہ، صاف ثقافت کی رہی،
میرے باعث شرفِ آدمیت پہ ہے زوال
ذوق کو میں نے کیا ہے پامال،
ابتذال اس قدر اقدار کے اندر دیا ڈال

برتن اب صاف نہ ہو آدمی دل کا ترے۔ جتنا بھی کھنگال'
پڑ گیا شیشۂ تہذیب میں بال
صالح اب ذہن رہا اور نہ دل نیک خصال'
اختلال ایسا ہوا وردِ حال ---
رقص ہے اس کے لئے بھونڈی چال
ہے اچھل کود کتھک ناچ' دھمال
بی جمالو پہ ہے سچ مچ کا جمال'
شیخ چلی کے مزے --- لال بھکڑ ہے نہال'
فارغ البال ہیں بھڑوے' دلال
بھانڈ' بہروپئے' بھٹ' مسخرے' خوجی' نقال
نیلے پیلے کئے منہ ہاتھ' رنگے جامہ ہرا' اودا' لال۔
بھانت بھانت اور بھی سفلے' چنڈال
کوئی کرتب کرے مجھول لئے تاش کبوتر رومال'
اونٹ گھوڑے کو نچا کر کوئی دکھلائے کمال'
ڈگڈگی کوئی بجائے --- کوئی گڑوی' کوئی تھال'
ناچتی گاتی ہیں بنجارنیں اور ڈومنیاں رس بھرے جوبن کو اچھال'
واہ وا دیکھئے کھڑتل کھڑتال!
یاں لگائے ہوئے مجمع ہے عطائی -- تو وہاں پر رمّال
پوتھی بیغا لئے بیٹھا ہے -- بتائے احوال
انٹ شنٹ اب یہ نکالے کوئی فال
اور تیار کرے زائچہ بھی اوٹ پٹانگ از روشِ ماہ و سال
مان کر جس کو چلیں خام خیال۔
میری تفصیل کا ہے یہ اجمال:

یہ بنا ترشے تراشے کندے
یہ جنھوں نے نہ سہے سول بسولے رندے'
بے خبر' ہیچ مداں یہ بندے
صاحبانِ ہنر و فن سے بڑے اچھے ہیں
وہ بُرے اپنے ٹھکانوں پہ ہیں یہ رہ میں پڑے 'اچھے ہیں'
ترو تازہ سے بسے اور سڑے اچھے ہیں'
اچھے اچھوں کے یہ حالات کڑے --- اچھے ہیں
کہ نہ انساں کا عقیدہ رہے اچھائی پر
خوب اقدار کی اس غیر پذیرائی پر ---"

❖ استبدادیت

پھر مہادیو دہاڑا -- تھی یہی قدرتی اس کی آواز
جیسے جنات کا ساز'
جیسے چلّائیں کناموں میں اکٹھے شہباز'
یا بیک وقت کمانوں سے کریں تیروں کے جھرمٹ پرواز'
جھنجھلاہٹ میں تھا بھونچال کا لرزاں انداز
اہتزاز ایسا' نشیبوں میں اتر آئے فراز'
شورو شر افزا و فتنہ پرداز-
ایسے غرایا وہ: "موجود ہے انساں کی تباہی کا جواز
کہ ہوا ہے مرے انجام سے اس کا آغاز!
پس نہیں آؤں گا باز
جب تلک کھاد ہر اک کھیت میں وافر -- عوضِ بول براز
میں لہوڈیاں اس کی نہ بنالوں -- مری رسی ہے دراز!!
بندہ پرور ہوں نہ میں بندہ نواز

میں نے انسان پہ طاقت کا کیا فاش یہ راز
ہے اسی چیز سے سارا اعزاز
اس پہ قائم ہے مباہات و اداکاریِ ناز
ورنہ سب عجز نیاز ---
بسکہ طاقت ہے صداقت کی دلیل و برہان'
آن بان اس سے تمام' اس سے ہے سب شوکت و شان'
آدمی زیر رکھے اس طرح انسانوں کو
جس طرح زور سے حیوانوں کو ---
ایک سلطان نہ برداشت کرے دوسرے سلطانوں کو'
ایک فغفور نہیں دوسرے خاقانوں کو'
نہ ہی اک خان' دگر خانوں کو ---
دوسرے شہروں میں لے جائیں بیابانوں کو
اپنی مضبوط فصیلیں رکھیں' محفوظ محلات کو' ایوانوں کو '
خوب آباد ہمیشہ کریں بے ضابطہ زندانوں کو ---
--- میں نے تخلیق کیا قیصرو کسریٰ کا نظام
(جابرانہ ستم انگیز عملداریِ آقا و غلام)
اک نہنگ' اک ضرغام!
اہتمام ان میں کیا باہمی خونریزی کا
بیج بویا خوئے چنگیزی کا'
تاخت و یورش و حملہ کا سدا سلسلہ جاری رکھیں
دہشت و دبدبہ طاری رکھیں'
سلطنت خون میں غرقاب یہ خونخوار رکھیں ،
گرم بازار رکھیں

مار دھاڑ اور رتبہ کاری کا
صلح اور امن سے بیزاری کا۔
تھی ابھی ایک قلمرو، ابھی اقلیم دگر ہلّوں میں،
تل رہی تھیں کبھی نیچے، کبھی اوپر یوں ہی تاریخ کے دو پلّوں میں،
مستقل تھا یہی سودا سر میں
نام کا ڈنکا بجے اور چلے سکہ زمانے بھر میں۔
--ملک گیری کی ہوس میں برے حالوں میں ملے
اب تو انسان پیادوں میں ملے، ناقہ سواروں میں رسالوں میں ملے،
امن گوروں میں نہ پیلوں میں نہ کالوں میں ملے،
اب یہ خوابوں میں نظر آئے خیالوں میں ملے۔
یہ تو ام قیصر و کسریٰ کا طریقِ فرتوت
جبریت یہ جبروت
ایک چکی کے تھے دو پاٹ، عوام ان میں پسے جاتے تھے،
جسم اور جان کے ناسور رسے جاتے تھے،
ان کے ریوڑ کبھی بازار میں ہانکے جائیں
کوڑیوں مول بھی آنکے جائیں،
دست و پا میں ہیں سلاسل تو بدن داغا ہے
یہ نشانی ہے کہ ہر جنس کا کون آغا ہے،
کیا کوئی چنگلِ شہباز میں ممجرہ ہو گا---
صلہ خدمت کا فقط دُرّہ پہ دُرّہ ہو گا،
ہے مشقت بھی شقی اور تشدد بھی شدید
کہ نہ خواہش رہے جینے کی مزید۔
بھاگ سکتے ہیں نہ رہ سکتے ہیں

سختیاں سہنا ہیں۔ سہہ سکتے ہیں وہ یا نہیں سہہ سکتے ہیں۔
اور مرنا بھی کہاں ہے بس میں
پھڑپھڑایا کرے بے دانہ و آب ایسے قفس میں...
کہ ہے پر قینچ یہ طائر--- بسمل،
قتل کی مشق بھی گردن پہ کرے، دے بھی نہ مرنے قاتل ،
بسکہ جینے کا فقط یہ حاصل---
نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے--
خوش ہو سلطانِ جہنم، ہے زمیں ان کو جہنم سے نہیں اب کچھ کم
کیا پڑی، کھایا کریں مفت میں غم....
بے ضرورت یوں ہم،
درد سر اپنا بڑھائیں....
کہ انہیں کھینچ کے معمورۂ آتش زدگاں میں لائیں،
جائیں، مردار، کھپائیں تن و جاں، سر کھائیں،
اور اسی دائرۂ ارض میں آباد رہیں
خونِ دل پیتے رہیں۔ خستہ و ناشاد رہیں۔
قائم ان کے سروں پر وہ مرے سارے ستم ایجاد رہیں،
صید کی فکر میں صیاد رہیں،
نیرو و ہرقل و شداد رہیں،
نسلِ انساں کے یہ جلاد رہیں
ان کے قبضے میں ہر اقلیم، سب افراد رہیں،
---اور برباد رہیں!""

❖ سود خور

سب پکارے بیک آواز مہادیو کی جے !
پھر یہ سنگین حقیقت بھی ہے
کہ وہ یوں نبض شناسائے عزازیل مکمل نکلا
سارا انسان کا کس بل نکلا'
اس نے عفریت وہ پیدا کیا اک سلسلۂ خون چکاں چل نکلا'
وہ دیئے اس نے جلائے کہ یہ سنسار ہی بے جوت کیا۔
---اب مہاجن اٹھا' ڈنڈوت کیا،
جوڑ کر ہاتھ اِسے آداب اُسے پرنام کیا'
مسمسی شکل بنا کر یہ کہا: "عرض کروں کیا کہ نہیں کوئی بڑا کام کیا
میں چڑی مار.....
تو کر پاؤں نہ بگھیاڑ، بگھیلے کا شکار،
ہاں مرے ساتھیوں کی سعی سے ہو کر نادار
تنگ--- مجبور اسامرت [17] نمانا لاچار---
کوئی آجائے مرے پاس 'کروں اس پہ وہ ان دیکھا وار
کہ مرے دام میں ہو جائے گرفتار....
ہمیشہ کے لئے
- کارگر گُر مرے پیشہ کے لئے---
مشقِ تیشہ کے لئے
بے ستوں جیسے مہیا کردوں'
اپنی بھلی کا دھرایا اسے پہیہ کردوں'
اک اہیر آپ کا میں اے مرے دیا کردوں۔
رفتہ رفتہ جو کرے خاتمہ 'بے رنگ وہ گیس
میرے اس حربۂ بے رحم سے لیس

میرے کارندے، منیم اور بہی دار ہر اک دیس میں ہیں
بھیڑیئے آدمی کے بھیس میں ہیں،
عنکبوت ایسا مگس کے لئے کردے تیار
لیس دار.....
اور ملائم لاسہ، اگر کوئی وہاں آن پھنسے
جس قدر سعی نکلنے کی کرے اور دھنسے--- اور دھنسے۔
لوگ، جن کے کبھی حالات الٹ جاتے ہیں
میرے کارندے انہیں چیچڑیاں بن کے چمٹ جاتے ہیں،
بھائی بند ان کے یہ نزدیک ذرا بھی جائیں
جونک کی طرح لہو پی جائیں،
ان کے ہاتھوں سے کسی کی جو بنے فردِ عمل
اس میں از خود ہو اضافہ ہر کل،
یہ سوال ایسا ریاضی کا--- نہیں ہو پھر حل
ہندسوں کا وہ لگا تار ادل اور بدل
عادِ اعظم ہو کہ ذو اضعاف اقل---
حسبِ خواہش مری ہر قاعدے کلیے سے جواب آئے نکل۔
یہ وہ کھاتہ ہے، فقط جمع ہے اس میں کوئی تفریق نہیں،
اس کی تردید کہ توثیق نہیں،
منصفِ وقت و محاسب کو بھی پڑتال کی توفیق نہیں،
کوئی تحقیق نہیں۔
یہ دیا لو کی ہے ایسی پوتھی
کیفیت پھر نہیں معلوم کبھی ہو--- جو تھی،
ایک کنگال کی، بے چارہ خراب اور تباہ

تھی بوائی کی گھڑی یا کسی کنیا کا بواہ
لے گیا چند ٹکے قرض --- چڑھا نام جب اک بار اس میں
گردنیں کاٹتی ہے پشت پسِ پشت وہ پوشیدہ ہے تلوار اس میں۔
میرے کارندے کا کرتب ہے کہ بے زخم دیئے
وہ لہو تن کا نچوڑے' اسے بے اوک پیئے'
اور ادھڑ جائے قبائے شرف اس طور سیئے'
سود در سود کا گورکھ دھندا
اس کا سب مال کھرا' اور کا سارا مندا'
بے پرکھ اس لئے پونجی کا نکاس
ہوشیاری سے کرے یوں کہ بنایا کرے یہ مایا داس
دو سے دس' دس سے پچاس۔
گاؤں میں پھولتا پھلتا ہے بڑے زور کا ساہوکارہ
اس بیوپار میں واں پوبارہ'
سو سوا سو پہ انگوٹھا جو لگا جاتے ہیں
نرغۂ باز میں مجبور ممولے ہیں کہ آجاتے ہیں'
ان پہ پھر ایسی تباہی آئے
حلف ہی کام پھر آئے نہ گواہی آئے'
اور وہ نام کے دو چار اثاثہ جو ہیں
اس کے ابعاد ثلاثہ جو ہیں---
کھیت کھلیان' کٹی جھونپڑی' ہل بیل--- سبھی
آکے اس ذیل سبھی
--- مختصر رقم کے بدلے میں کیئے جائیں ہڑپ،
قابلِ دید ہے بسمل کی تڑپ'

گڑ گیا جسم کے ہر عضو میں پنجہ کیسا
کس گیا سخت شکنجہ کیسا!
اصل زر رو کڑی میں چند چھدام--
پھر وہ محنت سے ادا ہوں نہ ہوں بے باق زخدماتِ مدام،
خود وہ بے چارہ کبھی رہن بنام
آل اولاد کبھی بیع تمام'
جبرِ قانون سے ہو جائے کبھی بر سرِ عام
کوڑیوں مول سب ارزاں نیلام'
مول اور بیاج کا یہ رزقِ حرام
شیرِ مادر سے حلال ان کو بتایا میں نے'
آدمیت سے بہت پست، بہت پست، بہت پست گرایا میں نے'
ایندھن افراط سے دوزخ کا بنایا میں نے۔"
کاہنہ کہنے اٹھی، مثلِ دخاں لہرائی
تو یہ بغلول "اری رک، نہیں خانم تری باری آئی
اور دجال پہ انگشت اٹھائی...
تو وہ یک چشم اٹھا۔ تان ہر اک ساز میں یوں تھرائی
جیسے سنگیت کی میوز اس کی ہی تھی ماں جائی'
باجے گاجے کا بڑا شیدائی
ہاتھ میں بوق لئے' منہ میں دیئے قرنائی
اور بے انترہ و استھائی
سارے ماحول میں موسیقیِ بے ربط کی گنجار ہوئی--
❖ راس رس
صاعقہ بار ہوئی----'

یہ تسغب شور پڑا جب مدھم
تو سنائی دیا دجال کا یہ نعرۂ غل ہے ہنگم :
"عام معلوم ہے ہو گا یہ تماشہ میرا
اک جلوس آئے گا ہمراہِ دف و بربط و تاشہ میرا--'
وہ تو جب ہو گا-- مگر تان سریں مستقلاً "بنتا ہوں
تانپورے پہ کبھی طبلے پہ سر دھنتا ہوں'
عود و الغوزہ و طنبورہ کبھی آپ سناتا ہوں، کبھی سنتا ہوں۔
اس رعایت سے پس اے زندہ دلانِ طبّاع
کاروائی کے لئے میں نے سماعت کو چنا---اور فقط بہرِ سماع
اس توقع پہ کہ اس باب میں ہو گا اجماع۔
سو بصد ذوق و داع--
تدرو و فاختہ و تلیرو دراج و ہزار
کبک، کنجشک، کبوتر، بط، سار---
زمزمہ خوان، یہ دوشیزۂ فطرت کے سرود اور ستار
ان نوا سنج پرندوں کی گجر دم چہکار
گوشِ انساں پہ گذرتی ہے گراں-- طبع پہ بار'
اب نئے ماترے تیور، جھنکار
مالکونس اور ملہار
میری حکمت سے سماعت میں انڈ ھیلیں رس، راب
وائلن اور گٹار اور رباب'
نو بہ نو نغمہ طراز
ان کے خود ساختہ پرداختہ ساز
ایک سے ایک اچھوتا کوئی اور ایک سے اک نیارا کوئی۔

اور پھر غیرتِ ناہید گلوکارہ کوئی
سنگت اس طرح کرے ساز کے ساتھ
تان بن جائے لپک، شعلۂ آواز کے ساتھ
اور گت توڑے سے رقاصہ اگر بھاؤ دکھائے
نیم عریاں بدنِ گرم و گداز آئنہ سا جھلکائے
گدّر انگ انگ سے جی برمائے---
دے جو ترتیب تو باہوں کی دھنک بن جائے،
سو تو اں ٹانگوں سے محراب کے چن دے پائے،
گنبد اپنے بھرے کولھوں کے بلا تھرکائے،
بل اداؤں سے لچک کر کھائے
نت نئے کون [172] ادھک [173] نیون [174] سم [175] انگڑائیوں میں دکھلائے
نرم اعضا کے خطوط ادھرائے، [176]
جی لہک جائے جو وہ لہرائے،
چھن چھنا چھن کے چھناکوں سے فضا تھرائے،
رنگ پہ رنگ جمے، رنگ پہ محفل آئے---
وہ غضب ڈھائے....
نشہ - اور نشہ --- اور نشہ --
آنکھ اور کان ہوں دو آتشہ....
غافل اسے خود اور خدا سے کردے،
کتنی آسان یہ دوزخ بھر دے!"
خود عزازیل نشہ خوردۂ ایں بادہ تھا،
گیت سنگیت کا دلدادہ تھا
خوش زیادہ تھا.....

ہوئی بزم جو آراستہ موسیقی کی
سو بن آئی تھی اب اس اک انکھے زندیقی کی'
وہ عزازیل کا ممتاز مقرب ٹھہرا،
مستزاد اس کا یہ فرض اب ٹھہرا
رہ چھلکے بول بڑے شانت یہ سارے گاما
پادھے نی سا--- انہیں کومل سے کرے ہنگامہ'
ہو زبوں ذوقِ غنائی--- اسے بے ہودہ کرے
سقم آلودہ کرے'
میگھ دیپک ہو کہ ہنڈول وسنت اور وہ بھیرو سارنگ [۱۷۷]
ڈال دے رنگ میں بھنگ'
تال بے میل' غلط زیر و بم
خلط ملط اس طرح آپس میں ہوں مدھم پنچم
ہاو ہو ایک مچے بے ہنگم۔
فن کی یوں ماہیتِ قلب کرے
لطف ماؤف کرے' ذوقِ سلیم و حسِ خوش سلب کرے'
دھم' دھما چوکڑی' ہڑبونگ بنادے اس کو
آرٹ سے ڈھونگ بنادے اس کو۔

❖ کالا علم

پھر عزازیل نے رخ کاہنہ کی سمت کیا "اب بولے
میری خاتون' وہ آوازے کانوں میں مجیرے کی نوائیں گھولے۔"
کاہنہ کہنے لگی "کوئی کہانت کی کہانی نہیں ہے میرا طلسمِ کہنہ
یہ کہ من بھاؤنا ہے' من موہنا
کرکے ایجاد اسے ہو گئی آباد سرِ عرش درخشاں زہرہ

موجد وہ تھی -- مگر اب یہ مرا فن ٹھہرا
گو بنی جان پہ سو بار، مگر پھر بھی سنبھالا ہے یہ علم
ٹھیک ہی کہتے ہیں کالا ہے یہ علم،
میں نے مقبول بنایا بنی آدم میں اسے حیلہ بہ حیلہ آخر
دفعِ آفات کا ٹھہرا یہ وسیلہ --- آخر،
تھی مرے سامنے سلطانِ جہنم کی نظیر
اپنی ہم اصل زنِ بے تدبیر
کام میں لائی ہوں میں --- خام ہے وہ اس کا خمیر
ایسی کم ظرف بہت جلد اُبھر سکتی ہے،
سہل شیشہ میں اتر سکتی ہے۔
میں نے دم پھونک کر اس پر اسے سر گشتۂ اوہام کیا،
کاسہ لیسِ نظرِ لطفِ صد اصنام کیا،
دستِ نادیدہ کی دریوزہ گر اندھی، درِ معدوم کی میری سائل!
پھر رہا کوئی نظریہ نہ عقیدہ حائل
آپ اس نے ہی کیا مرد کو بھی سحر کی جانب مائل،
اب تو وہ --- ہو ترا اقبال بلند -- ایسے ہوئے ہیں قائل
ہو گئے عزم و ارادہ گھائل ---
کر لیا ہے اسے ایسا بہ دل و جان قبول
ہو گیا ترکِ مساعی کا اصول،
تکیہ اس پر ہے مصمم، کوئی مشکل ہو، اسی سحر سے آساں ہوگی،
بات امکان سے بیرون بھی اب درخورِ امکاں ہوگی،
اس میں وہ زور وہ قدرت ہے کہ تبدیل بری قسمتِ انساں ہوگی،
یہ مسلّم اسے، اس کی طاقت

مثبت اس سے بنے منفی، بنے منفی مثبت،
ٹھیک تقدیر کرے بے کششِ آب، وہ،
دولتے ہست کہ یابد بہ سرِ راہ، وہ،
آدمی، سحرزدہ، پھر گا ہے
غیر کا حال اسی سے بہ بدی بھی چاہے،
ہو عمل خواہ کہ مرجائے رقیب،
خود بخود اس کے شبستان میں آجائے حبیب،
سازگار اپنا ستارا رہے -- دشمن کا نصیبہ پھوٹے
ہاں کمند اس کی لبِ بام پہنچ کر ٹوٹے --
-- پھر اسی سحر سے کیا کیا ناٹک
مرد بد ہو بنے --- عورت کے نئے نت کوتک،
یک بیک چڑھ گیا آسیب، ہوا بھوت کا سر پر سایہ
حال ہے غیر بے معمول کا ہر پیرایہ
منہ میں کف اور بکا جو بھی زباں پر آیا --
--- پھر پلٹ جاتی ہے اک دم کایا
اجنبی، واہ رے عامل، یہ جو دھونی کے فلیتے لایا
ٹھنڈ سی پڑ گئی کیسی تپ کر،
وہ چھلاوا کہ لہو میں تھا، بھگایا گیا، اب کام کا منتر جپ کر۔
مسئلے کیسے ادق ہو گئے حل
واہ وا جادوئے تسخیر کا دلچسپ عمل،
جا گزیں میں نے دل و ذہن میں اک چور کیا
آنکھ پھوڑی تو نہیں، پھر بھی اسے کور کیا،
عملِ سحر سے انسان کے ایمان کو کمزور کیا

دوزخی، قعر میں درگور کیا۔

❖ جنسی بے رہروی

گونج اٹھی ساری فضا -- داد کا ہر ایک نے وہ شور کیا۔
-- دیو استھان میں تب ہو گئی آراستہ اک نوٹنکی
گھونگرو بج اٹھے --- پائل چھنکی،
گونج اٹھا گنبدِ ماحول جھنا جھن کیسا،
اور سیفوسی[۱۷۸] طرحدار --- ابھارے ہوئے جوبن کیسا --
یوں سخن ساز ہوئی ویشیا وہ :
"یورپ، افریقہ ہو یا ایشیا وہ --
ہر جگہ دیکھئے --- موجود ہوں میں بے خطر و اندیشہ
شہر تو شہر نہیں مجھ سے تہی ہے بیشہ --
گپت لنگی ہوں میں شہوت پیشہ،
بدن افروش و ہوس پرور و جنس آسودہ،
--- ان کے مشرب میں گناہ آلودہ ---
احمقو! چھوڑو یہ بکواس، کرو بند سیاپا، دیکھو
وا کیا بندِ قبا، جسم کا جغرافیہ کیا ہے --- یہ سراپا دیکھو
کوہ و میدان و دمن کا نقشہ :
خوش نقوش ایسے کہ نقاش نے نقشین کیا نقش بہ نقش ایک چمن کا نقشہ!
تجزیہ میں نہیں کرتی ہوں، نظر خود ڈالو
اور یہ خفیہ خزانے پالو ---
بیسوا، کنچنی، رنڈی، زنِ بازار و طوائف، جو بھی
کچھ سہی میں --- یہ نجس میرے کوائف جو بھی ---
ہاں گنو، ان شرفا کو کئے ہیں نذر تحائف جو بھی

غمزہ و ناز و ادا ہی نہیں، تہذیب بھی مجھ سے سیکھیں
سولہ سنگار ستِ ابرن کی وہ ترتیب بھی مجھ سے سیکھیں،
نو بہ نو پیار کی ترکیب بھی مجھ سے سیکھیں!
---یہ نظریہ ہے مرا، میرا عقیدہ یہ ہے
بے بدل کس قدر اہلِ دل و دیدہ یہ ہے:
زندگی-- جسم ہے، جاناں ہے، جوانی ہے فقط،
ماسوا اور، کہانی ہے فقط،
رنگ دار ایک تکون ایسی ہے یہ "جیم" کی--اضلاعِ بروں
جنس کے گرم و گداز و گلگوں،
ہے بایں طورِ مرقع یہ تحیر افزوں:
جانور جتنے بھی ہیں، ساخت کا جو تیور ہے
ان میں یہ امر ہر اک شبہ سے بالاتر ہے
حسن و خوبی میں نمایاں-- نر ہے۔
کیفیت حضرتِ انساں کی مگر دیگر ہے---
مرد کا جسم سپاٹ
کوئی گمٹی ہے نہ قوسین کی ڈاٹ،
زاویوں اور لکیروں کی ملائم نہیں کاٹ،
ابرِ گیسو نہ گلِ چہرہ نہ ابریشم اعضا ایسے
شبنم و شعلہ بیک کسوتِ مینا ایسے،
منجمد نشہ لبوں پر نہ ہے آنکھوں میں خماری ایسی،
سانس میں بادِ بہاری ایسی۔
زن بیک وقت ہے شیریں، نمکیں، مدھ [۱۷۹] ہرن اور مدھ وانی [۱۸۰]،
لون، ماکھو، [۱۸۱] نشہ، نیبو [۱۸۲] پانی،

جمع تو ایک ہی باس میں ہیں سارے باہم
ذائقہ ان سے جداگانہ فراہم -- تاہم۔
بدنِ زن ہے --- حسیں بسترِ جولانِ حیات ،
یہ ہے قندیلِ شبستانِ حیات ،
نرم گرم ایک شعاعِ مہِ تابانِ حیات --
اور اس مرد کا نک سک 'قد و قامت -- ہیہات ،
فنِ تخلیق کی یہ گر ہے کرامت 'ہیہات!
پس نرینہ سے زیادہ ہے مجھے مادینہ
ہفتۂ زیست میں بھی روزِ جوانی ہے مجھے آدینہ ۔
جسم ہی ٹھوس حقیقت ہے 'مرتب ہے اسی سے یہ زیست
دگرے چیزے نیست'
زندگانی میں بھرے جسم تو بھرپور جوانی کا زمانہ کم ہے '
الف لیلیٰ میں یہ دلچسپ فسانہ کم ہے ،
چاندنی کھلتی ہوئی ہے یہ مگر چند ہی دن ،
مختصر ہے -- مری زن -- جسم کا یہ روپ 'جواں سال یہ رن '
تجھ میں کوئی بھی سلیقہ ہے قرینہ ہے اگر '
دور اندیش ذرا سی بھی حسینہ ہے اگر '
یہ ترا جسم ہی تقدیر کا زینہ ہے اگر
تو بنا رنگ محل -- قصرِ زر و سیم کی تعمیر اٹھا ،
فائدہ -- کر نہیں تاخیر -- اٹھا۔
ہیں ترے ہوش بجا گر ترا حاضر ہے دماغ
آج ہے 'کل نہیں ہو گا یہ الہ دیں کا چراغ '
خوابِ خوش خواہشِ خوشہ طلبی کی تعبیر --

آگ سے، پانی سے، مٹی سے، ہوا سے مترتب یہ خمیہ
خوب اٹھتا ہے، جوانی کا جو بکٹیریا ہو،
نا سمجھ تو یہ سمجھ ---ورنہ تو ہسٹیریا ہو---
مجھے اندیشۂ تردید کسی سے ہے نہ خوفِ تنقید
آشکارا کیا یہ رمزِ مفید:
شمع ضو تاب ہے تو انجمن آرا ہو گی،
ورنہ ہرگز نہ گوارا ہو گی۔
جسم و جانان و جوانی ---یہ مری جیم کی رنگیں تثلیث
لے اڑا مردِ خبیث۔
پھر پسِ پردہ و بے پردہ کیا، کیا نہیں غارت زن کو
کر دیا مالِ تجارت زن کو،
کی برآمد یہ دساور کو، بکی دیس کے بازاروں میں
چند تقدیس کے دیندار ثنا خواں بھی ہوئے اس کے خریداروں میں،
ہوئی مستعمل اسی طرح یہ بدکاروں میں
ہوٹلوں، کوٹھیوں، چوباروں میں،
پس بہ ہر دور ---قدیم اور حدوث
مرد کنجر بنا، بھڑوا بنا، بلکہ یہ کمینہ دیوث۔
مرد جب بن گیا بد ذات مرا نقالی
دونوں ہاتھوں سے بجی پھر تالی،
بات پات اس پہ بھی میں ---گر تھا وہ ڈالی ڈالی۔
میلہ اس دھندے میں ہے میری بدولت ---نہ سہی میری عمر یا بالی،
عمر اس کام میں بیکار نہیں ہے ڈھالی
کہ ہے مشہور جنابِ عالی

قحبہ چوں پیر شود پیشہ کنند دلالی!''

○

ویشیا بیٹھ گئی' بات میں ایسا تھا مزہ اور مزاح
سب ہوئے ایک سے محظوظ' تھا ہر اک مداح
غرقِ نفسانیت اب کونسا حاضر تھا وہاں یار کہ دھگڑا نہ ہوا'
نوچیاں نوچ کے نچوائی نچائی بھی' پہ جھگڑا نہ ہوا۔
دیوا ستھان کا ماحول طرب زار بنا'
اب کہاں ،جسم پہ ملبوس کہ تھا بار بنا۔
دل لگی' دل کی لگی عام بجھانے کا ہوا تھا عالم۔۔
جھانک کر نیچے ،جہنم میں یہ پایا ہر دم
ٹھٹ کے ٹھٹ لگ رہے ہیں آگ میں انسانوں کے
نفس پروردہ ہوس رانوں کے'
اس طرف کھل گئے در جیسے شبستانوں کے
قحبہ خانوں کے....
پرے کوٹھوں کے بدنام مکانوں کے....
غلط کاری و عشرت کے مراکز۔۔۔ بڑے ایوانوں کے'
نرم گرم آدمی کے گوشت کی دو کانوں کے۔
ویشیاوش کے یہ مارے تھے ،جہنم میں گرے جاتے تھے
ان کے منہ شانہ و گردن سے پھرے جاتے تھے'
وہ مناظر کہ عزازیل کو دل جاں سے پسندیدہ تھے
ویشیا بائی کے زائیدہ تھے۔۔۔
دیکھ کر۔۔ ہولیا خوش 'اور بہت دیر وہ جب جھوم لیا
تو اٹھا' ویشیا کا پیار سے منہ چوم لیا۔

گو عزازیل سے یوں داد زیادہ پائی
عزت افزائی، عجوزہ نے بھی خوش ہو کے، بہت ویشیا کی فرمائی،
مرحمت ماتھے کا جھومر کیا، پھر ناز سے بولی: "بائی!
اب سے مجھ محترمہ کی ہو گئی توماں جائی۔
جی میں آئی ہے کہ ننگا سرِ دربار کروں
اشتہار آئنۂ چشم میں، جغرافیۂ جسم کے سب وادی و کہسار کروں،
جسم کو دار کروں اور ترا جسم سپرِ دار کروں،
لطف کا راستہ ہموار کروں
بھینچ کے پیار کروں---
اے سپیرن! کے کھل کھل کے کتھا کیسی یہ ساری تیری
بین کے ساتھ پٹاری تیری،
سانپ نے پھن جو اٹھایا، اسے بانبی میں اتارا، تارا [۱۸۳]
کیا مزہ دے کے اسے چوس گئی بس پارا،
زورِ منبہ زور کا اس طرح تلف ہو سارا
ادھ موا روز پڑے بے چارا---
نفسِ امّارہ کے مارے کو یہ تو نے مارا
آفریں، آفریں اے بدکارہ!"

❖ سقیم ادب

بو قلم--- بوقلمون و عجب، اک صاحبِ حلیہ اٹھا
سیمیا کیمیا کے جیسے لئے ذہن میں جرثومہ و خلیہ اٹھا،
خود بخود--- اذن ابھی گو نہ ملا تھا۔ مگر آگے آیا
عرض کرنے کے بہانے سے کہا--- بلکہ کہو فرمایا:
"مہربانم--- کہ توجہ جویم

مدح در شانِ خودم می گویم '.......
دارم ایں زعم بجاذاتِ گرایِ منم
ہم اہم است کہ من اہل فنم، ہم چمنم
کہ بسانِ گل ولالہ مرا رنگم بویم '....
ایں تعلی کہ سرایم
بنمایم
کہ ہمہ مستیِ ہستی است زتوفیقِ قلم
کردہ ام نشرِ الم!

سرفرازِ لقب و نامِ چند---
تازہ گو، جدّتی، تجرید نگار و مترقی ادبی، دانشمند،
اور یہ میری صریرِ کلکی
استوار اس کا ہوا آپ سے اب سلسلۂ لا سلکی--
آپ کے فیض سے میں صرف اندھیرا مانوں،
رات تسلیم کروں---اور سویرا نہ سویرا مانوں،
میرا آدرش ہے خود رائی--- مرا ذہن ہے بند،
گو لگاتا ہوں تخیل کی فضاؤں میں زقند
دل کا ماحول ہے تنگ---
ہے کہیں سبز، کہیں سرخ، کہیں گرہے سفید اور یہ میرا رنگ!
---میرا مقصودِ نظر شہرت و ننگ---
میری تحریر میں معتوب ہیں توپ اور تفنگ
پر نظریات کے بے طور بجھا کر اسے ڈھنگ
خوب انسان سے انسان کو رکھتا ہوں میں تیار بجنگ،
غیر پیوستہ فصاحت سے وہ پیوستہ دنگ!!

--- میرا فتویٰ ہے کہ ماضی ہوئی آلودۂ زنگ
زندگی، حال میں جینے کی مزید ار امنگ ---
سقم کو خوب کروں، خوب کو میں وجہِ ملامت کردوں
زہر کو قند کروں، دار کو میں یار کی قامت کردوں،
حرمتِ لفظ کو پامال کیا وہ میں نے
غلطی ہائے معانی کی بھی باندھی ہے، ہوا وہ میں نے
عام مشہور کیا عقلِ الٰہی کا وسیلہ فن کو
اور در اصل بنا کر ترا حیلہ --- فن کو
سربسر کردیا ہے رہنِ حواسِ خمسہ،
لعبتِ فکر کرے اطلسِ قرطاس پہ کلک ایسے کشیدہ کہ ہوا ن کی شمسہ،
میرے فیضان سے اصلیت و افسانہ ہوئے ہیں اب ایک،
میرے دم سے، جو بہم تھے کبھی بیگانہ، ہوئے ہیں اب ایک،
عاشق و شاعر و دیوانہ ہوئے ہیں اب ایک۔[۱۸۴]
مہرباں! یہ بھی نہیں زاویے اس فن کے نہیں کچھ خوش زیب
وہ مگر میں نے کیے ہیں در جیب،
جو ہر اصل کہ ہے مبنیٔ حق و اخلاص
تیری خاطر نہیں دی اس پہ توجہ کوئی خاص
بلکہ یوں کہیے ہمیشہ کیا اغماض و گریز ---
وہ جو تھا روحِ رواں علم کا --- احساس کی تجسیم کا اک فلسفۂ فکر انگیز
بلطائف اسے میں نے کیا ہے شر آمیز،
ہزل و پستی و ذم سے لبریز ---
--- زن کو میں فن کا بنا لیتا ہوں دلچسپ آلہ
مستقل رکھتا ہوں کلیات میں معشوق اسے سولہ سالہ،

پھر کبھی زد کا فقط جلب کیا کرتا ہوں
کہ وقوفی عملِ فن سے کبھی سلب کیا کرتا ہوں،
مضحکہ خیز بہت ماہیتِ قلب کیا کرتا ہوں،
کبھی ذراتِ زمیں مثل کو اک سرِ افلاک سجا دیتا ہوں
پھر کبھی لہجے کو اندازِ ہجا دیتا ہوں،
شہرِ تہذیب کی تب اینٹ سے میں اینٹ بجا دیتا ہوں۔
--میں نے کیا کیا کیا اخلاق میں پیدا نہ فساد
کہ برہنہ کیا تخلیق ادب---مادرزاد...
گرم کردی شبِ تنہائیِ سرد، ایسے مضامین لکھے
شعر رنگین لکھے۔
صاف آئینہ سا ہر عضو کو چھاپا لکھا
ایسا دوشیزہ سراپا لکھا،
بعض گمنام تصانیف ہیں جو، حلفیہ لکھیں میں نے
الفیہ شلفیہ لکھیں میں نے!
--ایچ پیچ اتنے رکھے فن میں کہ جو چاہوں، لکھوں جھک ماروں،
ہمشکس [۱۸۵] اور ہمشکس [۱۸۶] کے پردے میں کئی روپ انوکھے دھاروں--
نفسیاتی کبھی نفسانی ارادوں سے ملوث، لئے غلّے بہ غلیل
کلک کرتی ہے کلیل---
گرم تخئیلِ زبوں رکھا ہے انسان کے اس جوہرِ سفلی و سفالی نے مجھے
بسکہ کافر کیا اصنام خیالی نے مجھے،
رہبری دی ہے مگر آپ ہی کی صحبتِ عالی نے مجھے!"
دی عزازیل نے شاباش شتاب
اور فرمایا: "رکھ آوارہ یونہی شوق کو اور ذوق کو ایسے ہی خراب

یوں تو کم ہوں گے۔ مرے شیفتۂ شاہد[۱۸۷] و شادانِ شراب !۔۔۔
مرحمت ہوں تجھے جتنے بھی خطاب
تو مقرب ہے مرا، خاص یکے از احباب'
وہی ''''غاوَن'' خیالات کی وادی میں روانہ در خواب۔
دست شستہ زہمہ 'گشتہ قلندر' بہ یکے نعرہ کہ مارا دریاب'
زبدۃ الحکمتِ بے حکمت و دیدہ ورِ بے دیدہ عطا پس متجانس القاب!''

○

چھپکلی کوئی گرے یا کوئی چوہا کودے'
بے کئے کھڑ کا گرے یا کئے ہوہا کودے'
اس طرح روزنِ گنبد سے وہ دھم آن پڑے
اب نہ یہ جان پڑے
تھے عمائد سے وہ یا مرتبہ دارِ اولیٰ'
کوئی آندھی کہ بگولا۔۔۔
وہ ادھر آ گئے 'بھولے ایسے
کچھ نہ کھلتا تھا کہ مبہم تھے ہیولے ایسے۔
دخلِ بے جا کی یہ جرأت (وہ کوئی بھی تھے) بری سب کو لگی ،
صحبتِ لطف تھی کیا 'ہو گئی کیا بد مزگی'
نائب النار تو اس واقعہ پر خاص پریشان نظر آتا تھا
رنگ چہرے کا اڑا جاتا تھا'
وہ کہ اکثر نہیں گھبراتا تھا
اب مگر اس نے بگڑتے ہوئے تیور دیکھے
سخت غصے میں لرزتے ہوئے سب سر دیکھے'
بند ہوتی ہوئی کھٹ 'کھلتی ہوئی جھٹ مٹھیاں ۔

ناک چڑھتے ہوئے ' ہنستے ہوئے منہ لیتے ہوئے دانت تنک پکچیاں '
اور رسوائی تباہی بھی پڑی کانوں میں ----
پس اسے تاؤ بہت آیا گیا دوڑ کے دربانوں میں '
کی انہیں ڈانٹ ڈپٹ فرض میں کوتاہی پر
کیوں نہ بد ذاتوں کو روکا تھا درِ واہی پر '
شک اسے ہو گیا تھا گرم ہوئی ہے مٹھی
جی میں آتا تھا ڈھیلتوں کو وہ اب مار لگائے پٹھی --
کیسے ممکن ہوا تھا جائے مخصوص میں یوں گھس آئے
کون منحوس تھے وہ دونوں دھوئیں کے سائے ،
کوئی بولے ' کہے کچھ بتلائے -
چپ تھے وہ ' سانپ انہیں سونگھ گیا ہو جیسے
آپ حیران کہ آئے تھے یہ آسیب کدھر سے ' کیسے ؟
واقعہ دیکھ رہا تھا یہ عزازیل تحمل سے ' اسے خوب نظر میں تولا
پھر وہ بغلول سے ہنس کر بولا :
" بد حواسی کا یہ عالم کیوں ہو
وہ کہ خود آ گئے ہیں ' ان سے ہی کیوں پوچھ نہ لو ؟ "
اور جو دوڑتے پھرتے تھے پریشان ' رکے
روبرو خسرِ دوزخ کے جھکے ،
مانگ کر جاں کی اماں بولے " اس انساں کے ہیں دشمن ہم بھی
سب جو حاضر ہے یہاں ان سے کسی طور نہیں پھر کم بھی '
ہم نہیں عرض گذاران سے ہمیں بھی چن لو
ہاں مگر کار گذاری سن لو - "
خشمناکی سے یہ بغلول نے چاہا انہیں خاموش کرے

بلکہ بیرون بیک بینی و دو گوش کرے'
روک کر اس کو عزازیل نے ان سے یہ کہا: "ہاں ہاں کہو کیا کہتے ہو

❖ وسوسے اور وہم

کون تم لوگ ہو' دوزخ میں کہاں رہتے ہو؟"
ایک بولا: "ہے مرا نام چھلاوا' یہ چھلپائی ہے
بلکہ ضد کر کے یہی مجھ کو یہاں لائی ہے'
اور میں نے -- کہ ہوں روپوش چھلاوا (ہے مرا یہ دعویٰ)
کیا انسان پہ اندر کی طرف سے دھاوا'
میں ہوں ضحاک کے حق میں کاوی
کر دیا میں نے خراب آوے کا (سارا) آوا'
نیو سے گھر یہ اکھاڑا اس کا
سیدھا سیدھا رہا اب' آڑا نہ آڑا اس کا'
الغرض حلیہ بگاڑا اس کا---
آئینہ میں نہیں پہچان اسے عرض سے جو ہرکی یہ بے آئینی بھی
خود نمائی بھی ہے انسان میں خود بینی بھی'
خود یقینی کی مگر اس میں ہے وافر قلت
اس لئے سہل ہوا میرے لئے -- بے علت
کر دیا ہے اسے مخبوط --- پریشاں' حیران
چو کس ایسا وہ بزعم' اس کے اڑائے اوسان'
مار دی مت' کئے گم ہوش حواس
جاگزیں کر دیا دل ذہن میں خوف اور ہراس'
بدن و جاں کی بھری وہ کولی [۱۸۸]
ڈر کی ڈھڈو وہ بنائی کیا ہے بھاؤ کا تیا رہ وہ تو امیں نے

کردیا ہے اسے سہا ہوا کوا میں نے
کہ غلیل انگلیاں کر دو تو بدک جاتا ہے '
یہ بھی خود ساختہ ایں آں سے اُدک جاتا ہے۔
دیو آسیب بسیرا کہیں کرتے ہیں کہیں بھوت پریت
یہ رہے ان کے ادھک خوف سے کھیت '
وہ سراسیمہ و ششدر -- مبہوت
وہم میں عقل پہ ڈالے نہ ذرا بارِ ثبوت '
اب نہیں جسم میں اک بوند لہو --- گر کاٹو
وہ نہیں بولے گا پرزے بھی اڑا دیجئے یا سر کاٹو '
دور ویرانے میں آئے جو ہوا کی سنکار
غول کی چیخ سمجھ کر وہیں چڑھ جائے بخار '
بھوتنی بھوتنا پیچھا کریں گذرے جو بیانوں سے
ہول قبروں سے تو دہشت اسے شمشانوں سے '
سہمے وہ اپنے ہی رحلت شدہ انسانوں سے --
کوئی مردہ نہ لپٹ جائے کہیں
آتما جلتی ہوئی کھوپڑی سے آن چمٹ جائے کہیں '
منہ کو اف گھور اندھیروں میں کلیجہ آئے
ہر جگہ کوئی چھپا ہے کہ نکل کر کھائے '
جس طرح سائے سے گھوڑا بھڑکے
کوئی پتہ کہیں کھڑکے تو مُوا دل دھڑکے '
اپنے پرچھائیں سے ڈر جاتا ہے
خوف کے مارے وہ بے موت بھی مر جاتا ہے۔
مختصر یہ کیا گم اس میں سے انساں اس کا

اور سالم نہیں رہنے دیا ایماں اس کا'
اس قدر ہو گیا وہ خوف زدہ
اس نے تیا رو ہارا کیا' اصنام کدہ
جن سے مرعوب ہے' صورت انہیں دے کر کوئی
ان کے چرنوں میں گرے ---- نردوئی'
نہ ڈرائیں اسے تکلیف نہیں پہنچائیں
وہ بچائیں تیا پانچہ ہی نہ کر ڈالیں بلائیں......
کوئی اندازہ کرے ایسی دل و ذہن کی یہ ایذائیں '
ایسے بے اصل سہارا رکھے
یوں (من الجوع) من الخوف رہائی کی تمنا بھی بچارا رکھے۔
کوہ سے' بحر سے' طوفان سے ہیبت آئی
بادیہ اور بیابان سے ہیبت آئی'
غار و قعرو حجر و نار و شجر
فلک و انجم و خورشید و قمر
باد رعد ابرِ سیہ صاعقہ باراں۔ دریا ---
کبھی اک بالی سنوریا '
تو بھیانک
کبھی ماتا چیچک'
رام رام اپنا انہیں جان کے مورکھ بھگوان
آرتی بھور لئے سانجھ ڈھلے پر لوبان'
داسیاں بھینٹ اسے' اسپہ کرے کنیادان'
بت گھڑے' مورتیاں رنگ برنگی ڈھالیں'
ہم نے دوزخ کے لئے امتیں کتنی پالیں ---''

واہ---- بے ساختہ بول اٹھا عزازیل: "مرے خفیہ و روپوش وکیل
خوب تو نے کیا انسان کو ہر شے سے ذلیل
اور یزداں کو ملول'
مابدولت کو ہیں خدماتِ گراں قدر قبول
آج سے تم مرے ممتاز اراکین میں ہو
خاص نزدیک کے دو تین میں ہو---"
---ڈرتے ڈرتے ہوئی نزدیک پچھلپائی-- بڑے ہی مدھم

❖ دخترکشی

اجنبی لہجے میں کہنے لگی-- لکنت تھی زباں میں پیہم:
"میں نہیں مانگتی انعام کے موتی گہنے
گو مرے ہاتھ سے بھی خوب اسے روگ پڑے ہیں سہنے
جس کی تخریب کا یوں ذکر یہاں ہوتا ہے،
ہم کہ سب جاگتے ہیں، چین کی وہ نیند پڑا سوتا ہے'
جیسے یوں بھی وہ شریروں [189] میں چھوئے ترسول!
بول سکتی نہیں میں کوئی بڑا سامنے بول
کہ سمجھتی ہوں وہ ان دو کی بڑی ذات کہاں
مجھ میں وہ ویشیا و کاہنہ کی بات کہاں
وہ کہاں، مجھ سی کم اوقات کہاں---!
کارنامہ مگر اک بڑھ کے کیا ہے میں نے
کہئے سرچڑھ کے کیا ہے میں نے'
مامتا ماں میں رہی روہانسی
باپ کے ہاتھ سے بیٹی کو چڑھایا پھانسی'
مرد ہے-- مرد کی غیرت کو اچھالا میں نے

ناک والا ہے وہ' یہ ذہن میں ڈالا میں نے
اس طرح نام ڈبوئے نہیں وہ آپ کبھی
وائے لڑکی کا بنے باپ کبھی'
سرپہ ہے ہے' جو یہ لے اس موئی جورو کا کیا پاپ کبھی۔
یہی جانے کہ جنے سانپ ہی جننے والی'
گود اس کی کرے نفرت سے وہ ایسے خالی
جس طرح آئی ہوئی سر سے قیامت ٹالی'
سینۂ مرد سے بیٹی کی محبت کو نچوڑا میں نے
رشتہ اس طرح یہ توڑا میں نے
بین کرتی رہے ماں' مامتا بے طرح مچاتی رہے شور
باپ کردے اسے زندہ در گور'
مجھ سے منسوب روایت ہے یہ
بالعموم ابن آدم کو شکایت ہے یہ ---
چیر کر لاش چباتی ہوں کلیجہ اکثر'
نہیں مُردوں سے مجھے لینا' الٹ دیتی ہوں مُردوں کا ہی بھیجا اکثر'
ان کے دیدے یہ کھلے' پٹ کردوں
سامنے ان کے کلیجے ہی کے ٹکڑوں کو صفا چٹ کردوں۔
میرا نکتہ ہے اگر لڑکیاں سب مٹ جائیں
آدمی آپ ہی تب مٹ جائیں....
بانس بیشک سہی لیکن کہوں باجے گی نہیں بنسری پھر
مرد واحور پری سے کرے' ہم بستری پھر'
سورگ یا قاف پہاڑی پہ پھرے' زن سی تو پلّے کوئی صورت نہ پڑے!
آدمی کے لئے دوزخ کی حدیں اور بڑھانے کی ضرورت نہ پڑے

سر کھپانے کی ضرورت نہ پڑے '
میں یہ کہتی ہوں بغیرِ افسوس
عورتیں ذات کی ہوتی ہیں بڑی ہی منحوس...."
کہتی وہ اور بھی پر کاہنہ نے اب اسے تیکھا دیکھا
کلموئی نوج ---نہ خار ایسی بھی تریا سے کھا!
ناک بھوں ویشیا نے بھی وہ چڑھائی توبہ
مونڈی کاٹی یہ لگائی توبہ
ہاتھ سے اپنی چتا آپ جلائی --- توبہ ---
لال پیلی تھی عجوزہ بھی وہ بولی: "یہ جو یوں بن رہی علامہ ہے
مال زادی ہے یہ کھیلاڑ ہے 'قتامہ ہے'
کوئی حرّافہ --- نہیں ہیجڑہ ہوگی کوئی '
بندھیا ' بانجھ ' سندھڑ '[190] کھوکھ کی روگی کوئی '
ایسی موذن کو تو الٹا ٹانگیں
مردے اس پہ چھلانگیں....
اسے مل دل کے برابر کریں ' چیریں جھانگیں '[191]
صنفِ نازک کی یہ غدار ہے --- میری اری ار بیگنیو[192]
کرو مردار اسے ' جانے نہ پائے یہ --- لیئیو!"
یوں انہیں چیں بہ جبیں دیکھ کے گھبرائی اب
الٹے پیروں وہ پچھلپائی --- اب
دیوا ستھان سے بھاگی کہ گنوا آئی ہو سدھ ہوش کہیں
ہے وہ اس وقت سے روپوش کہیں ----

❖ جہل

اس کے جانے پہ کسی نے بھی نہیں خاص کوئی دھیان کیا

گر کیا بھی یہی دو چار کو حیران کیا'
خود عزازیل نے قابو میں رکھے یوں حالات
جیسے بالکل نہ ہوئی ہو کچھ بات'
نائب السلطنت النار کی جانب وہ ہوا ایسے متانت سے رجوع:
"کاروائی ہے بدستور شروع
تو خریطے کو ٹٹول
اے مرے خاص مصاحب درِ رِ حکمت رول!"
جو ہراس طرح دکھانے لگا تقریر کے اٹھ کر بغلول:
"میں نے یزداں سے کیا خوب مخول
ناطقہ بند کیا نطق میں ناطق کے دیا زہر وہ گھول!
---- علم و جہل ایک ترازو میں برابر دیئے تول'
آدمی پر وہ چڑھایا ہے مکمل نرے حیوان کا جھول
ذہن سربند کیا دی ہے زباں اور بھی کھول'
اپنے گنبد ہی میں کیا گونج رہا ہے ہر بول
آدمی خوب، بجاذات کا ڈھول،
------ اول فول
ایسے بکے جا کہ جو ہیرے ہیں سخن کے انہیں گدلائی میں رول'
شیخیاں ٹھوٹھ بگھار اور اڑا ٹھیٹھ ٹھٹھول۔
شرطِ ناگفتہ و گفتہ نہ رہے
عیب کوئی بھی نہفتہ نہ رہے
بالیقیں تجھ میں جو حیوان ہے -- خفتہ نہ رہے۔
اے مرے اول جلول
گاؤدی! تجھ میں گدھے کا ہے مکمل یہ حلول

جہل نعرہ ہے مرا، جہل لقب کنیت نام،
جہل ہے شغل مرا، جہل لگاتار ہے کام'
روز مرہ یہ مرا، یہ مرا تکیہ سخن و تکیہ کلام'
میں کروں نشر یہ ہر عہد و زمانہ یہ بہ ہر جا و مقام
خاص تا خاص امرا ہیں کہ وہ پیرانِ کرام'
العوام' اس کی رعایت سے جو مشہور ہوئے کالانعام۔
جہل کا ہے وہ قوام
پختگی اس کے اثر سے ہو خام'
عقل کا کام تمام'
پھر سمجھ آئے نہ وحی والہام
بلکہ کوئی بھی نہ اربابِ بصیرت کا پیام'
دیکھتی بھالتی آنکھوں پہ گرا دیتا ہے پردہ گہرا
سنتے کانوں کو بنائے بہرا'
صاف برساتا ہے چہرے پہ ہونق پن یہ
کیسا بھلا [۱۹۳] اسے کرتا ہے' اسے کودن یہ۔
جہل سے وہ گورو گھنٹال بنے
آدمی بودم [۱۹۴] بے دال بنے،
جہل کے دم سے سویرا نہیں ہو سکتا ہے
پو پھٹے' رات کٹے۔۔۔۔دور اندھیرا نہیں ہو سکتا ہے
فہم کی فصل اگا سکتا نہیں جہل کے بنجر میں شعور'
پردۂ جہل سے ہووے نہ بصیرت کا ظہور'
جہل ذم، جہل خلل، جہل ریا، جہل فتور۔
اس نے تربیت کی

طبعِ اقوام میں عصبیت کی'
پست سے پست تر و پست ترین لوگوں کی ذہنیت کی۔
جہل سے زندگی کرنے کے ہیں مفقود آداب'
جہل باقی نہیں رہنے دے حیا اور حجاب'
جہل زائل کرے احساس کہ ہے روزِ حساب
آخرت اس سے خراب اور یہ دنیا بھی خراب ---
فلسفہ میرا -- نداند و بداند داند
ابد الدہر دریں جہلِ مرکب ماند!
بہرِ گلدستہ کنم رد گل و من خار و گیاہے چینم
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خرمی بینم ---
احمق و ابلہ ہمہ دان بنے پھرتے ہیں' ناقص کامل
بے پڑھے لکھے ہیں اور نام محمد فاضل ،
حرف گیرندہ و خوردہ بیں یہ
موشگاف اور دقیقہ چیں یہ
عیب جُو منشی و نقاد و محقق -- مری تخلیق ہیں یہ
ایسے بر خود غلط افراد کہ خود قابلِ تحقیق ہیں یہ ---
علم کی شمع جہاں ہو' اسے گل کرتا ہوں
کم سواد اہلِ نظر کے تئیں میں جزوِ کم اوقات کو کل کرتا ہوں۔
یہ مرا پختہ نظریہ ہے کہ بے علم خدا کو نہیں پہچانتا ہے
بلکہ خود کو بھی نہیں جانتا ہے'
سچ کو وہ جھوٹ سمجھتا ہے مگر جھوٹ کو سچ مانتا ہے'
ہفتخواں آپ کو گردانتا ہے
وادیِ گمرہی کی خاک سدا چھانتا ہے ---"

دلپذیر.....
ایسی یہ تقریر.....
کہ گویا وہ عزازیل کے اپنے ہی خیالات کی گویائی تھی،
غرقِ اغراق و غلو لغو بیاں ہرزہ سرائی تھی .....
لہٰذا -- اسے حد درجہ پسند آئی تھی،
اس کے مذموم امید اور ارادے سبھی برلائی تھی۔
اور بغلول کا منفی کردار
عقلِ انسان پہ یہ کاری وار
کر گیا چشمِ عزازیل میں وہ چند بلند اس کا وقار،
اس کی گردن میں پڑا نو لکھا ہار
سر پہ رکھی گئی سہ طرہ و کفچہ دستار،
مرحمت کی گئی دو پارچہ خلعت زرتار
پھر عطا شام چڑھا کلسی دار
صولجانِ حشم و عزّ و تبار،
سرفراز اور ہوا، عہدہ میں پایا وہ قرار
یک لکھی منصب دار،
اور خطاب اس کا ہوا زادہ و دلبندِ جہنم سرکار!
تھے جو ایجنڈے پہ، وہ کر چکے اظہارِ خیال
تا بہ بغلول تمام از گھنٹال
بلکہ دو اور -- کیا ایک نے تو وقت ہی غارت کہئے
سعیِ خوشنودیِ سلطانِ جہنم وہ سپھل، اور یہ اکارت کہئے،
اب عزازیل مخاطب ہے، بڑے جبر و تحمل سے سنو

آک کے پھول چنو--

''میرے ممتاز تریں معتمدو!

آفریں آپ پہ ہو

کس قدر کردیا تزویر و ریا سے آسان

تھا جو دشوار امکان'

تم نے دکھلادیا یہ کارِ نمایاں کرکے

آدمی کو نہیں جنت ہو میسر مرکے'

پھر بھی تم اس سے بدستور رہو گے ہشیار

کہ ہے یہ ذاتِ شریف ایسا حریفِ مکار،

ٹھینٹھ' چرغیلا' منافق' عیار۔

یہ کبھی اوٹ میں یزداں کی بچ بھاگے گا'

دایم اس بات کا اندیشہ رہے-- جاگے گا

عرش سے آئے ہوئے پھر کسی مضمون سے یہ'

دھت جو یوں ہے گنہ و ظلم کی افیون سے یہ'

تاہم اے معتمدو' سہل نہیں ایسا بھی اس کام کا آساں ہونا

ریزۂ سنگ کا' یاقوتِ بدخشاں ہونا۔

❖ ذات پات اونچ نیچ

میں ہوں موجود اگر' تم نہ پریشاں ہونا

ہے یہ منظور مجھے تو نہیں دشوار ہے انساں کا شیطاں ہونا.....

میں نے یوں برتا ہے اس ملت کو

راہ دی ان میں ہمیشہ کے لئے ذلت کو'

اس طرح ذریتِ آدم و حوا کو کیا بانٹ کے ذرہ ذرہ

ہے اگر کوئی کمین اور کمیرا تو کوئی صاحبِ عزّ و غرہ!

مثلِ اعضا (یہ مسلّم ہے) برابر ہیں یہ
زہمیں مصدر و جوہر ہیں یہ --
متفرق انہیں چوں مردمِ ماء الدم و خلقِ علَق و ریم کیا،
منطق اوندھی وہ چلائی ہے کہ تقسیم کیا
افقی اور عمودی -- انہیں دو نیم کیا'
پیشہ و ذات کی بنیاد پہ پابستۂ تنظیم کیا۔
اونچ نیچ ایسی کہ نرجات اچھوت جاتی کا ہووے محکوم ،
-- یہ جہول اور ظلوم۔
مبتذل ایسی مہم -- میں نے تمام
اس کے اعضا ہی کے اطلاق سے دی سرانجام'
ذات پات.....
ایسی -- لہو ایک وہ تسلیم کرے اور نہ دھات'
پھر یہ قضیہ نہیں ہے ایک ہی نکتہ پہ اکیلا چھیڑا
بیج [195] دھرتی کا جھمیلہ چھیڑا'
پھر بواہ -- اور اسی نام سے وہ ڈھونگ کہ بس'
بہرِ تسکینِ ہوس
ارش اسور اور پشاچ اور سوئمبر [196] راچھس
پھر تو وہ گوت نگوت [197]
کہ بھسم ہو گئی ساری ممتہ [198] دیپ کی جوت۔
بسکہ ان کے لئے یہ سلسلہ ہے ذاتی و بے ذاتی کا ---
ایک بھگوان کے تن سے ہے جنم جاتی کا
اصل کا اور فروعاتی کا ---
سر سے تخلیق برہمن ہونا

اور اس۔۔ کا شرفِ کل سے مزین ہونا'
وقر میں، قدر میں ارفع اعلیٰ
ساری تعزیر و خطا سے بالا'
علم میراث فقط اس کی، وہی ہے پنڈت
کوئی ڈالے نہیں اس میں کھنڈت'
دھرم صرف اس کا اجارہ ہے، اسی کو معلوم
آتما [199] اور پرم آتما کے بھید کا اُتم مفہوم'
دھرم شالاؤں پر اس کا ٹھیکہ
دیو تاؤں کا ہے سسرال بھون [200] اس کا، یہی دیویوں کا بھی میکہ'
اپسرائیں بھی پدھاریں یہیں داسی ہو کر
دیودرشن کہ پیادرس [201] کی پیاسی ہو کر'
آرتی کے لئے کلیاں، دیئے لوبان کے، پیتل کے لگن
ناریاں نار کریں بھینٹ انہیں تن من دھن'
کیرتن اور بھجن'
گن، اگن، پاپ کہ پن
اس کا پیمانہ ہے صرف اس کے چرن۔۔ روپا ہن!
الغرض بات یہی ہے چکتی
سیوا با ہمن سے ملے گی مکتی۔
دھرم کی شان ہے یہ، آن ہے یہ، مان ہے یہ
روپ بھگوان ہے یہ'
اس کا سر سے ہے جنم اس لئے شوبھا اسے یہ لگتی ہے
اور ترمورتی [202] کا بھی ہے بھگت، اس ہی کی سیوا میں کھری بھگتی ہے۔
۔۔۔اور بھگوان کی باہوں سے ہے مولود کشتری جاتی

رن کا میدان بچھونا ہے 'لباس اس کا نسندھ اسپاتی ،
سورما' بیر' مہابیر -- یہ ساونت سدا سینہ سپر
کوئی بلوہ ہو کہ گھیراؤ کہ دھاوا -- ڈٹ کر
تیر تلوار ترسول ٹکانی کا دھنی
دیش پر جب بھی بنی '
چندر بنسی ہیں کہ وہ سوریہ بنسی 'یہی ٹھاکر' یہی رانا راؤ
جسم پر کھا کے دھڑا دھڑ گھاؤ ،
کھیل کے لام کے پیچ اور داؤ
جان پر جھیل کے کام آتے ہیں '
چکرورتی 'مہاسمراٹ میں صرف ان ہی کے نام آتے ہیں -
--- اور بھگوان کی چھاتی سے جنم ویش کا ہے
دونوں ان جاتیوں کے خیر طلب اور بہی اندیش کا ہے '
یہ عظیم اس کی ہے ذمے داری
کھیتی باڑی 'بیوپارہ' جگت اُدیام' [۲۰۳] ہنر 'حرفہ وصنعتکاری'
یہ مہاجن بھی ہیں 'بنیے بھی ہیں یہ سیٹھ بھی ہیں 'سارے یہ دھن اینٹھ کھو
منڈیاں بولیاں گھرہاٹ نخاس ان کے لگے پینٹھ کھو!
دیکھ کر ان کو سمجھ آئے کہ میّا ہے نہ بھیّا جگ میں
ہے اگر کوئی بھلا تو ہے روپیّا جگ میں!!
یہ تنومند لحیم اور شحیم --- آب ہے چہروں کی انوپ
اصل روپا کا یہی لوگ ہیں روپ -
-- پاؤں سے نکلا ہے بھگوان کے شودر -- پریا
وہ ہری رام' ہری سنگھ' ہری چند 'مگر یہ ہریا '
باگھ مرگ اور وہ ریچھ

تو ہے یہ گھونس --اچھوت اور ملیچھ'
پٹ ہی دیتے ہیں یہ شٹ [۲۰۴]
ہاتھ لگ جائے کسی چیز کو ہوتی ہے بھرشٹ'
پاس سے گذریں تو موتی کھری اچ جات کے جھڑ جاتے ہیں
سانس سے آتما پر آبلے پڑ جاتے ہیں'
ان کے چوپال پر آئیں نہ بھریں ان کے کنوئیں سے پانی'
پاؤں مندر میں دھریں اور نہ سنیں وید کی دیوہ [۲۰۵] بانی
کہ وہ اشلوک پوتر سارے
شبدیونی [۲۰۶] برن' اچھتر سارے
کہیں ناپاک نہ یوں ہو جائیں---
چاہئے پس کہ وہ بے باک نہ یوں ہو جائیں!
ہو جو یہ پاپ تو کانوں میں ابلتا ہوا سیسہ ڈالیں--
لازم ان پہ ہے کہ دھندے وہ سبھی پست و زبوں اپنا لیں'
ہیں تلھڑو [۲۰۷] کہ سدا بالدی ہوں' چرکٹے ہوں' نیاریئے یا گھسیارے

❖ طبقاتی تفریق

ڈوم' اسپا تیے [۲۰۸] ' لکڑہارے'
تانتی' [۲۰۹] تیلی' تنبولی ہوں یہ بھٹ کنجڑے مچھیرے رہیں یا بھٹیارے'
نائی' ترکھان' چمار--اور للیت [۲۱۰] اور کھٹیک اور کناس--
یعنی اچ جاتی کے ہر ڈھنگ میں سیوک اور داس!
ہیں کم اوقات بہت
صرف بے ذات نہیں بلکہ وہ بدذات بہت'
الغرض ان کے ہر اک دن پہ مسلط ہے گھنی رات بہت۔
پھر جتائیں انہیں اچ جاتیے ہے اپنا کیا آپ ادھرموں کا یہ

پھل ملا ہے برے کرموں کا یہ'
لے کے ہر قسم کی خدمت انہیں پھٹکاریں بھی دھتکاریں بھی
کوئی الزام نہیں جاں سے اگر ماریں بھی ۔
اور تفریق کا یہ دائرہ محدود نہیں
کس جگہ دم ہے مرے کہتر و مہتر میں بہم راستے مسدود نہیں'
آگ سے صاف الگ دود نہیں'
یہ رعیت ہیں بچارے تو وہ بے حس حکام'
امرا اور عوام
اور احرار و غلام'
ہیلنی [۲۱۱] اور ہیں' بربیرین [۲۱۲] اور
ہیں کوئی اور پلے [۲۱۳] بین تو پری ٹیرین [۲۱۴] اور'
پھر غریب اور امیر---
اہلِ سرمایہ و مزدور' یہ آجر وہ اجیر
چودھری اور روڈیرے ہیں' کمین اور راہیر
دین کے ناتے مرید اور مشائخ اور پیر'
اور آزاد و اسیر'
پھر انہی میں ہے کوئی باتدبیر
اور کوئی بندۂ جبر و تقدیر'
---الغرض اک کا جنم ہے اسے انعام تو دیگر کو سراسر تقصیر:"
---کی عزازیل نے یک لخت پھر آوازِ بلند:
"اے خداوند!
... سرِ عرش فرشتوں کو لئے بیٹھ آنند
اپنے ماحول میں خرم خورسند'

اور آدم یہ ترا خاص چہیتا دلبند
تو نے چاہا تھا کہ فرمائے اسے از رہِ آموزش و پند
ارجمند اور برومند — نجستہ' فرخند
ژند پا ژند.....
صحائف دگر آناں ز سرِ عرش آیند
اپنشد گیتا — و توریت و زبور و انجیل
اور احکام کے بارے میں برائے تعمیل...
عوضِ نیکیِ یک اجر کا وعدہ دہ چند
راستہ ایک سے اک تو نے دکھایا ہے اسے فائدہ مند'
(...نام ہے میرا عزازیل
کہ لالچ اسے دے کر میں کہیں اس سے قلیل...)
آؤں گا آڑے' اسی دوزخِ سوزاں کی مجھے بھی سوگند
گو تری ذات گرامی کو یہ ہو گا نہ پسند
میں کروں گا ترے دروازۂ رحمت کو اب اس پر یوں بند
کہ ترا نور فزا عرش کا خاکی فرزند
زہر کو جان کے قند'
ہر جفا اور خطا میں کامل
آپ ہو جائے گا امت میں ہماری شامل۔
ہم سے اس سعی میں رہنے کی نہیں کوئی کمی'
بوجوہِ حتمی
اب یہاں میں نے جہنم میں بنایا ہے ٹھکانہ اس کا'
مل گیا ہے مرے افسوں سے فسانہ اس کا —"
— پھر عزازیل اٹھا تا کرے جلسہ برخاست

کہ یہ بغلول نے کی پیش ادب سے درخواست:
"کی ہے روداد اراکینِ معزز نے بیاں بے کم و کاست
اور رائے بندہ نواز آپ نے فرمایا ہر اقدام ہے راست'
دی ہیں اسناد انہیں، مرحمت انعام کیا
صاحبِ عزت و اکرام کیا'
پھر سنائی ہے نوید
لاکھ آمرزش و آموزش -و- اربابِ ہدایت کی وعید
گمرہی اس کا مقدر رہے مزید--
آدمی کو تو میسر نہیں انساں ہونا
واقفِ رمزِ دل و جاں ہونا
عارفِ مسلکِ یزداں ہونا'
بسکہ اس کھیل کی ہوگی تکمیل
صور پھونکے گا کبھی زور سے جب اسرافیل'
ٹک کے آرام سے بیٹھے گا شقی عزرائیل'
رزق کے خرمنوں پر قفل چڑھادے گا ہمیشہ کے لئے میکائیل'
نوعِ انساں کو اگل دے گی زمیں کی زنبیل'
ہوں گے پیوستہ ازل اور ابد کے ڈانڈے
پھر نہ کھڑکیں گے شر و خیر کے باہم کھانڈے--
وہ مگر دن ہے بہت دور، بہت دور ابھی
جنگ جاری ہے بدستور ابھی
شد و مد سے یہ، بڑے زور کے ساتھ
سرپھرے آدم پر شور کے ساتھ'
کیجئے یاد دیا تھا جو حوالہ -- ہو گا

چار حرفوں سے رقم عظمتِ انساں کا قبالہ ہو گا
ایک نقطہ کے تغیر سے محیط . . . .
جو سرِ ارض و سماوات -- عجب بخت بلند آوردہ
جانئے بلکہ ہے یزداں بکمند آوردہ'

گرچہ معلوم ہے دنیائے بسیط ....
رطلِ "ا لظلم" سے مسموم ہے یہ
اور انسان ذرا بھی نہیں معصوم ہے یہ'
شور زن --- عندی تریاق بمالا راقی [۲۱۵]
اور ہے وجہِ تسلی باقی ۔
اس گراں لفظ میں تاثیر و کشش
ممکن اس وقت ہے' اسلوب و معانی رہیں بے غلّ و غش ۔
پھر بھی یہ باعثِ تشویش تو ہے
جلد ہی میں سہی' محسوس مگر ریش تو ہے'
مسئلہ یہ ہے ادق
فکر برجستہ ہے گر ہے لاحق
ایسی صورت جو کبھی ہو گئی' پھر کیا ہو گا
پیش آئی جو یہ مشکل نئی -- پھر کیا ہو گا ،
رستے اس کے لئے کھل جائیں جو اس سے کئی پھر کیا ہو گا؟
پھر تو ہو جائے گا آدم سے نبٹنا دشوار
ڈال کر ہاتھ 'پلٹنا دشوار'
روبرو کاٹنا کٹنا دشوار'
پیش از یں روزِ سیہ لائے تباہی ایسی
کہ پھرے منہ پہ سیاہی ایسی ---

یہ ہے مشہور--- کہ پیشِ اسلحہ بندی ہے خردمندیِ پیش آگاہی ___[۲۱۶]
چاہیے قبلِ سفر راہ سے واقف راہی ،
آپ اس لفظ سے فرمایئے آگاہ---- وہ آخر کیا ہے
ایسا دلخواہ وہ آخر کیا ہے
جس کی تاثیر سے انساں نہ ہو گمراہ--- وہ آخر کیا ہے؟
تاکہ اس زہر کا تریاق ابھی تیار کریں
سر قلم کرنے کو صیقل نئی تلوار کریں!"
تب عزازیل تجمل سے ہوا یوں گویا:
"رمز در رمز کے زیرک جویا
آگہی چاہیے--- وہ ہوش ربا لفظ اثر دارِ طلسم
جس سے کھل جائیں چٹانوں میں بھی در--- وہ سم سم--
اسمِ اعظم، وہ عظیم اسمِ عمل دستک قسم:
گر بیاں کیجئے از نسبتِ جسم--
سببِ ساخت و تعمیر، تو محنت 'محنت
سحر سے جس کے حقیقت بنے پیرایۂ تدبیر--- تو محنت محنت'
کامیابی کی ضمانت کہیئے!
پھر اگر روح کی اس شے کو امانت کہیئے
تو یہی لفظ محبت ہے--- کہ تسخیر ہے یزداں جس سے'
پیچ آمرزیہ انساں ہے سرِ عرشِ بریں انجمِ تاباں جس سے
مالکِ کون و مکاں!!
استوار اس کی بدولت ہے، ہماں ربط میانِ تن و جاں
فوق اور تحت یہ نقطہ کبھی حاشا دیکھو
م ح ت میں کبھی نون کبھی بے کا مبدل نہ تماشا دیکھو!!!

فیض سے ان کے وہ اونچا کئے سر بھی جائے
یہ بجا ہیں تو اگر آدمی مر بھی جائے ۔۔
آدمیت نہیں مر سکتی ہے
زیر اسے کوئی بھی طاغوت کی طاقت نہیں کر سکتی ہے۔۔"

○

توبہ یہ تو پگیاں، شیخیاں شیطانوں کی
فتنہ، عدوان، بدی، بدعت کے ۔۔۔۔۔
قہرمانوں کی، ستم رانوں کی
مدح کر کر کے محبت کی، قصیدے بھی وہ پڑھ پڑھ کے بہت محنت کے ۔۔۔
ہجو کرتے تھے زمانہ بہ زمانہ وہی انسانوں کی،
بے تکاں صف میں کھڑا لا کیا حیوانوں کی
مطلقاً "مطلق و مجہول ددودابہ سے نادانوں کی،
تن دہی سے تھے کمربستہ کریں گے اسے بالکل گمراہ
اس کا سب نامۂ اعمال سیاہ،
زندگی اس کی بنادیں گے فقط جرم و گناہ،
کر کے چھوڑیں گے اسے خوار و تباہ،
اس غرض سے ہے یہ گٹھ جوڑ، یہ سنگھٹن، یہ ملاپ ۔
۔۔۔دیکھتے سنتے رہے بیٹھے ہوئے ہم چپ چاپ
جی میں کیا کیا نہ کڑھے آپ ہی آپ ،
دیواستھان کا تھا سامنے چوپٹ پھاٹک
خضر کے واسطے جیسا بھی سہی یہ ناٹک
وہ لگائے ہوئے تک
دیر تلک
پاسداری مری ملحوظ تھی جو دیکھا کئے یوں سارا

ورنہ کر ڈالتے آئینہ میں ٹھپ نظارا---
کار آمد یہ تماشا تھا مرے واسطے تاہم کیا کیا'
عہد بر عہد ہوا اس میں فراہم کیا کیا!
ان کا اجلاس بڑا دیدہ کشا تھا مجھ کو'
فاش تاریخ نما تھا مجھ کو
یہ جو اوراق تھے تصنیفِ زمانہ کے مسلسل گرداں
کتنے آثارِ نہاں
آشکارا کیے جاتے تھے بیاں'
یہ پر آشوب جہاں:
شورش وفتنہ وعدوان کے ہر وقت یہ تازہ ساماں
قہرماں قوتیں' یوں سنگدلی سے ہیں مخالف کہ ہے معدوم بقا کا امکاں!
پھر بھی ایسا جو نہیں---اور ہے ناکام فتورِ شیطاں
تو اسے جانئے کیا--اس کے مقابل انساں
واقعی عظمتِ محنت کا قصیدہ خواں ہے'
یا محبت کے طلسمات کا نکتہ داں ہے'
سخت اعضا و توانا جاں ہے۔
نامساعد بڑے حالات ہیں لیکن یہ زماں بعدِ زماں
زندہ موجود ہے---یہ معجزہ بالذات ہے--یا پھر یزداں
والئ ارض وسما' والا شان
مہرباں' لطف کناں
ہے نگراں
اور نگہباں---- عیان وپنہاں'
وہی لاریب رحیم ورحماں!

چوتھا دفتر

❖

درازل پرتو حسنت......

❖

طے کر آیا ہے پر آشوب بیابان کی راہ
اے مرے خامہ چل اب بسم اللہ :
اک طرب زارِ سکوں آیا ہے
آدمی وادیِ اندوہِ پیاپے سے بروں آیا ہے'
بنی آدم کی عبودیت و آقائی کا عصرِ نویِ بو قلموں آیا ہے'
فہم میں نکتۂ سرِ ازل و کن فیکوں آیا ہے
معرضِ ہست میں انسان یہ کیوں آیا ہے؟
اب عزازیل کا دورانِ زبوں آیا ہے
اب بساط اس کی الٹ جائے گی
سرخیِ خوں افقِ وقت سے چھٹ جائے گی'
ہو گی اقلیمِ شیاطین تباہ
سان چڑھ جائیں گے انساں کے دل و ذہن و نگاہ'
جہل کی رات سیاہ
ختم ہو جائے گی' کٹ جائے گی۔
حائل آڑ آئی ہے جو خالق و مخلوق میں۔۔ ہٹ جائے گی'
آدمی آدمی میں فاصلے کی خندقِ حیثیتی پٹ جائے گی'
ظلم کے سامنے مظلومیت' اب پا کے نیا حوصلہ' ڈٹ جائے گی۔
بے شعوریٔ شر و شرک کا کافور اندھیرا ہو گا
تابناکانہ سویرا ہو گا'

آدمی، لے کے رواں اپنی بزرگی کا پھریرا ہوگا
کوچ دنیا سے عزازیل کا ڈیرا ہوگا۔۔
رائگاں جائیں گے سب غولِ شیاطین کے حیلے حربے
اور پاتال میں وہ ڈھونڈ کے گندے ڈربے
ان میں خود کود کے محبوس و مقید ہوں گے،
باہماناں حسد و کد ہوں گے،
باہمہ سلسلۂ شیطانی!
وہ خباثت نہیں کر پائیں گے اب من مانی،
ہیں بحال ایسے تمیز و شرفِ انسانی
آدمی میں ہے اجاگر صفتِ ربانی
سارا ماحول ہوا نورانی!!

❖ بیرِ زمزم

اب کہ آئینۂ فرجام کا رخ سوئے عرب ہوتا ہے.....
اک تماشا، بہ تقاضائے ادب، ہوتا ہے
معجزہ ایک عجب ہوتا ہے۔
ایک بی بی سعی کرتی ہیں چٹانوں میں کہ پانی کہیں دو گھونٹ ملے۔
اوٹ مروہ یا صفا کھونٹ ملے،
شبنم و اشک کی مقدار ہی سے مل جائے
گود کے پھول کا کمھلایا ہوا منہ کھل جائے۔
---وہ سماں ایسا تپیدہ ہے، کلیجہ ہل جائے:
جس سے سانس الجھتی ہے، جلاتی ہوئی لو چلتی ہے.....
کنکریلی بھی ہے پتھریلی بھی
ارضِ بطحا کی یہ وادی --- بڑی ریتیلی بھی--

گرم تانبے کی طرح جلتی ہے.....
وہ غضب ناک تمازت ہے کہ غش آتا ہے
سانس میں سوزِ عطش آتا ہے---
--رونما واقعہ ہوتا ہے---کہ حیرانگی افزا کہئے
صاف مظہر یہ ربوبیتِ حق کا کہئے'
غیب کے فیض سے، جو کر سکے ممتا کہئے ،
ناطقہ سر بگریباں ہے' اسے کیا کہئے !
یک بیک بیرِ زمزم کی زلال افشانی
ایک ماں ڈھونڈ رہی تھی پانی!!!
غیرذی زرع یہ وادی تھی--یہاں زندگی کرنے کی ہوئی آسانی'
یاں پہ متعاربہ 'مستعربہ وعاربہ ہوں گے آباد
خلفشارِ ہمہ اقوامِ جہاں سے آزاد-

❖ تعمیر کعبہ

پاک بیت اللہ کی رکھی گئی اس جا بنیاد--
یہ وہی بادیہ ہے ہاجرہ ہیں اور براہیم خلیل
راحتِ قلب و نظر' ان کے پسر اسمٰعیل'
اک عجب خواب میں ہے حکمِ خداوندِ جلیل
باپ کے ہاتھ سے بیٹا ہو قتیل'
وہ بھی راضی بہ رضا بے تاویل---
اور تاریخِ بنی نوعِ بشر میں نہیں ایسی تمثیل!
آزمائش ہوئی پوری---ہوئی نیت مقبول
ذبح اب حکمِ خداوند سے کرتے ہیں عوض میں' یہ رسول
گوسفند ایک زلال اور زلول [٢١٧] ---

پھر یہی بادیہ ہے --اور براہیم خلیل اور ذبیح اسمٰعیل
یرفعُ (پاک) قواعدِ من البیتِ [218] (جمیل)۔
گھر وہ دنیا میں خدا کا پہلا
دیدۂ مردم الگ، مردمِ چشمِ شہلا
وجہ اللہ کا تماشا کرے، بھرپور حسیں نظارہ
(یہ ملعب آئینۂ حق آرا)
گر یہاں بار ملے، سامنے دیدار کرے---
آدمی کو تو یہاں بادۂ توحیدِ الست نشہ سے سرشار کرے،
فنِ تخلیق کا شہکار کرے۔

❖ عرب میں بت پرستی کی ابتداء

--ہم مگر آئنہ میں کیا یہ اچانک دیکھیں
رخ نہ تھا اس کی طرف، اس میں عزازیل نمودار چھلاوہ سا بھیانک دیکھیں،
چہرے سے گردِ ملال اڑ کے دبیز اس پہ ہی جم جاتی ہے
اس کی آوارہ نظر کعبہ پہ تھم جاتی ہے،
تا بہ عرش اتنی کشادہ یہ فضا، اس میں عزازیل کا دم گھٹتا ہے
قبضۂ دستِ فسادی سے یہ دامانِ زماں چھٹتا ہے
سارا اندوختۂ فتنہ و شر لٹتا ہے،
اس کے منحوس عزائم کا یہاں خون ہوا،
لاشۂ تیرگیِ فاسقہ مدفون ہوا،
وائے ہر سمت اجالے کا شعور
چاہیے کوئی فتور!
پہلے معمار کا غم یاد آیا

یک دم آذر لئے ہاتھوں میں صنم یاد آیا،
اور پھر آب سراب--
حجرالاسود اسے دیکھ کے دھیان آیا چمکدار شہاب
اس میں وہ فرطِ تجلی نایاب
گرچہ اب سرد فروکش تھی-- مگر اس سے تپیدہ تھے قلوب۔
یہ خیال آیا وہ اس خوب سے پیدا نہ کرے کیوں ناخوب
گذرے کعبہ سے ہی ضالّین کی راہِ مغضوب'
بسکہ فی الوقت وہ اس فکر میں تھا
حرزِ نسیاں کرے جو وقتِ بناذکر میں تھا۔
ربنا (لب پہ بہ اخلاص دعا تھی یہ) تقبّل منّا'
ہو فراموش وہی نکتۂ "للہ [219] اِنّا"!
کعبتہ اللہ سے براہیم کے اس "رب" کو وہ بیروں کردے
اس میں اربابِ تراشیدۂ سنگیں بھردے'
نہ رہے دینِ براہیم کا اسلوبِ حنیف
وہ مبیں اور متیں شرعِ شریف
ایسے اک ڈھنگ سے موقوف کرے
دل کو دوبارہ کثیف--
از سرِ نو وہ دماغ آدمی کا مختل و ماؤف کرے۔
---اور جب ایک زمانہ بیتا---
نہ رہے دہر میں وہ "بیت" بنانے والے
صدقِ نیت سے دعا مانگ کے بنیاد اٹھانے والے
"تو اسے رکھیو سدا مرکزِ اہلِ توحید--"
واقعہ بن گیا افسانۂ ماضیِ بعید'

توعزازیل نے اندازہ کیا' اب جو لگے داؤ تو جانو-- جیتا!--
--خاص چیلے کئے اس نے مامور
ذہنِ انساں سے کریں خاتمۂ معرفت و درک و شعور'
معبدِ دل میں فرو مشعلِ نور
مسخ و مقلوب ہوں آدابِ حضوری و حضور--
اس کی یہ تازہ شرارت ہمیں آئینہ میں اب مملکتِ شام کو لے جاتی ہے
ریل پیل اور دھمک دھوم نظر آتی ہے'
کوئی تہوار ہے-- اک میلا ہے
چھابڑی میں وہیں کچھ مال لگائے ہوئے طاغوت کا اک چیلا ہے'
یہ عمالیق [220] کا اک شہر ہے معب' اور بڑے زور پہ ہے کاروبار
ایک گاہک ادھر آتا ہے-- یکے از تجّار--
عمرو بن لحی [221] خزاعہ--- تو دوکاندار نے ہر قسم کا عمدہ و گراں مال دکھایا اس کو'
اور پھر اک بتِ یاقوت کے بارے میں بتایا اس کو
اس کرامت کا وہ حامل ہے کہ حیراں کر دے
آدمی کی کوئی مشکل بھی ہو--- آساں کر دے!
عمرو نے سوچا کہ اللہ نے کیا سوانگ لیا
چہرہ مہرہ بھی انسان سے یہ مانگ لیا
یہ کہوں' بن کے ہمارا ہی وہ ہم ذات آیا--
یہ ہبل [222] تھا--- وہ عقیدت سے وطن لے کے یہ سوغات آیا'
جوفِ کعبہ میں اسے نصب کیا
مرتبہ اس نے خدائی کا یہاں غصب کیا
بن گیا ثالثِ [223] تقدیر' وہی قاضیِ حاجات ہوا--
یوں پہل ہو گئی- اللہ کا گھر پھر تو جگن نات ہوا

مسکنِ نائلہ ولات ہوا۔

ارباب من دون اللہ

یاں پہ آپہنچے-- اساف اور سواع اور یغوث اور ربعوق اور اقیصر اور عوف [۲۲۴]
پوجتے تھے جنہیں بے دغدغہ غطفان و کنانہ و ہذیل و غنی و لخم و قضاعہ [۲۲۵]، بے خوف
سجدہ زن ان کو ہی محزوم و طے و تیم و عدی و اسد و خثعم تھے،
نوفل و کلب تھے خزرج تھے، ہوازن تھے، بنو جرہم تھے،
تھے خزاعہ و خزیمہ و سلیم ازد بھی--- بت بیش قبیلے کم تھے،
نصر، کعب، اوس، قریش، اعصر و عبس و ذوبیان
اپنے اپنے تھے بنائے ہوئے اصنام کے سب نے استھان،
ہر قبیلے کا خداوند جدا، دیو، خدیو اپنا ہے
بھینٹ انہیں دینا ہے جاپ ان کا فقط جپنا ہے۔
سب شعوب اور بطون اور بنو--
ہیں فقط ان کی عبادت کے لئے قبلہ رو،
ان کے ارباب یہ من دون اللہ
کعبہ ان کی ہے فقط اب درگاہ۔
بت کدہ
شرک زدہ
تیرتھ اک یاترا کا، بہرِ طواف
ضال اضاف
تین سو ساٹھ کا ہے--
بت یہ سونے کا، وہ پتھر کا تو وہ کاٹھ کا ہے۔
پوجتے ہیں کہ بد و خوب کا منبع انہیں گردانتے ہیں،
منتیں ان کی سدا مانتے ہیں،

افضل انسان سے ان ہیچ نیرزوں کو بہت جانتے ہیں---
عین کعبہ میں عزازیل کا دھندا یہ بڑی شان کا ہے' ٹھاٹھ کا ہے!

❖ انسانی قربانی

گھر میں اللہ کے 'اللہ کا عزازیل ہوا ہمسایہ
بت پرستی کو عبادت کا کیا پیرایہ'
ہر کہیں کعبے سے بیرون بھی ناٹک یہ رچایا اس نے
عقل کو انگلیوں پر خوب نچایا اس نے'
واژگوں-- خوار و زبوں' بخت کے مارے محزوں
ذات [۲۲۶] انواط سے لیتے تھے شگوں'
اور پھر غبغب [۲۲۷] ودوماۃ [۲۲۸] وقدید، [۲۲۹]
آستانوں پہ کئے جاتے تھے انسان شہید'
ایک عزّیٰ کا حریم اور جگہ اک حرمِ ودّو مناتِ
وہ جنہیں کہتے تھے اللہ کی بنات-

❖ ایک واقعہ

امراء لقیس نے غصہ میں اٹھا کر ازلام
دے کے دشنام....
تبالہ [۲۳۰] کے دمکتے ہوئے منہ پر مارے'
سات کے سات شکستہ سارے-
تھا یہ دستور ز روئے اوہام
وہ شگون ایسے لیا کرتے تھے در پیش اہم ہو جب کام'
رائج الوقت عقیدے سے اسے بھی یہی درکار تھی فال
اور پوچھا تھا سوال
"اسقنی اسقنی" چلاتی ہوئی پھرتی ہے روحِ مقتول

تومطابق بہ اصول
کہ قبائل میں ہے اک شیوۂ عام
انتقام ایسا ہی لے خوں آشام
باپ کے قاتلوں سے وہ --تومسلسل ہربار
فال کے طور سے 'تیروں کا شمار
ظاہر اُس ضمن میں کرتا تھا صنم کا انکار۔
کام آیا نہ جب اس کا اصرار
تو بصد طیش یہ شاعر نے کہا: "ناہنجار!
لاشہ ہے میرے پدر کا مقتول
تو قصاص اس کا نہیں تجھ کو یہ اے وائے قبول'

سربریدہ
نہ ہوا جسم ترے باپ کا خوں غلطیدہ
ورنہ ہربار نہ یوں فال نہی تو دیتا
فیصلہ از رہِ انصاف جولازم تھا - وہی تو دیتا!"
---وہ کہ تھے صاحبِ جوہر ایسے
بت پرست ایسے تھے خود سر ایسے۔

بناتُ اللہ

ذوالقروح' [۲۳۱] اس کا یہ پر لطف تماشا دیکھا--
اور دو را یک طرف آئینہ میں اس کے پدر حُجر کا لاشا دیکھا'
تھا یہ اصنام پرستی سے نظارا ماخوذ--
پڑھ کے اب خضر نے لاحول ولا اور نعوذ
یہ کہا "پاک فرشتوں کو بھی کہتے تھے بنات اللہ یہ"
تو یہ میں "خوب ہی تھے لوگ مگر واللہ یہ

اپنے حق میں تو یہ قسمت کے نہیں تھے بیٹے‘
بیٹیاں واسطے اللہ کے ’اپنے بیٹے!
تاہم ان میں تھا شعور ایسے حقیقی رب کا
پشتیبان اور کفیل ان سب کا‘
یہ عقیدہ تھا وہ بے شک ہے سرِ عرشِ معلیٰ موجود ،
راہ لیکن ہے رسائی کی بلاواسطہ اس تک مسدود
ہاں بتوں اور فرشتوں کے وسیلے سے ہے اس کا امکاں ،
پھر وہ ہر چیز انہیں باعثِ راحت تھی کہ تکلیف رساں
بن گئی ان کا معبود --
کوئی بے وجہ مضرت نہ کرے ‘کوئی ہو وجہِ بہبود‘
کامرانی کے وہ ماخذ تھے ‘وہی منبعِ ناکامی تھے‘
الغرض ایسی عقیدت کے یہ سب سامی تھے۔

مظاہر پرستی

حضریوں میں تو مروج تھا اس اصنام پرستی کا زیادہ دستور‘
بدوؤں کے لئے فطرت کے مظاہر میں نمایاں بہ وفور:
چاند تارے تھے کہ سورج تھا حجر اور شجر‘ غار کہ چاہ
ان کے معبود نے پائی تھی وہاں ایک نہ اک شکل میں راہ‘
ذہن یوں بند تھے --- یوں کور نگاہ۔
دین بر مصلحتِ سود و زیاں تھا گویا
قہر سے بچنے کا یہ خواہاں اگر ‘مہر کا وہ تھا جویا۔“
خضر کہنے لگے: ”بابل کی طرح گرچہ اساطیر نہ تھے
نظم و تخلیقِ زمانہ کے نظریاتِ ثقہ فہم سے تعبیر نہ تھے۔“
”دیومالا تو نہ تھی“ میں نے کہا ”ان میں مگر حاملِ عزّ و توقیر

دیوتا تھے متنوع و کثیر'
بعل میں روح تھی دریاؤں کی تو وّد کا تھا چاند سریر۔

❖ صابی

صابئین ان میں تھے
جن کا ایماں تھا فرشتے ہیں خداوند تعالیٰ کے ندیم'
اور سیارہ و ثوابت میں مقیم
حسبِ منشائے عظیم
نظمِ کونین جو باقاعدہ مربوط رواں رکھتے ہیں'
اپنے قبضے میں عناصر کی عناں رکھتے ہیں۔
قیس کا دیں کدہ شعریٰ کا ستارا ٹھہرا
زہرۂ نور فشاں نزد قریش ایسی عقیدت کا دوارا ٹھہرا'
گر اسد بھیجتے تھے صدقِ عقیدہ سے عطارد کو سلام
مشتری پر وہاں ایمان اسی قسم کا لائے تھے بنو لخم و جذام۔"
خضر کہنے لگے: "یہ بات اگر ہے تو قبائل کئی زائد ہوں گے
مختلف جن کے نظریات و عقائد ہوں گے؟"

❖ مجوسی

عرض کی میں نے جواباً: "تھے مجوسی بھی عرب میں موجود
اہرمن کا تھا مگر اب انہیں ہرمزد سے افزون شہود'
روشنی آنکھ پہ غالب ہوئی تو ہو گئی دل سے مفقود
ظاہری نور کو یہ جان کے یکسر مقصود
شرر و شعلہ کے اب اپنے کنشتوں میں پرستار ہوئے'
تیرگی سے تو بجا طور پہ بیزار ہوئے
رستگاری کے بھڑکتی ہوئی آتش سے طلبگار ہوئے'

ژندپاژنداوستائے محرّف ہوئیں ان میں مقبول'
جن صحائف میں سے معدوم تھے زرتشت کے اقوال واصول"۔
خضر کہنے لگے "معلوم ہے' یہ لوگ تھے سب نجدو تمامہ میں مقیم
قائل اس فارسی مذہب کے زیادہ تھے وہاں شعبِ تمیم۔"

❖ یہودی اور عیسائی عرب قبائل

یہ کہامیں نے: "عرب میں تھے قبیلے کئی نصرانی وصیہونی بھی
کٹّراس درجہ' جنونی بھی تھے وہ خونی بھی ،
کعب کندہ وحِمیر
تھے یہودی یہاں رہتے تھے مگربن کر غیر'
شہر یثرب میں تھے یہ لوگ زیادہ منہ زور
جلب زر پیشہ' دغاباز' کٹھور'
غیر کے خون پسینے کی کمائی کے چور
کیا پتنگ اونچی اڑی جب کہ لٹی سے ملی ڈھیلی ڈور'
دور خیبر بھی تھا ان کا ٹانڈا
وہاں کھڑکائیں گے وہ خیر سے شر کا کھانڈا۔
کچھ قبائل وہاں نصرانی تھے
اندروں ایسے قضاعہ و ربیعہ تھے' حدِ شام پہ غسانی تھے'
پھراسی دین پہ نجرانی تھے۔"
خضر بولے: "کوئی دیں جان لو جیسا بھی تھا اوہام پہ لیکن نہیں غالب آیا
اپنے بارے میں انہیں عقل نے کوتہ پایا۔"

❖ توہمات

میں نے کی عرض: "عرب گرچہ بہادر تھے' پہ اوہام زدہ تھے بے حد'
تھی انہیں فہم کی ہربات سے کد

ہر غلط بات کے قائل تھے، تعصب کی ہر اک قدر پہ زد:
وہ سمجھتے تھے کہ مقتول کے سر میں سے نکل کر الو
چیختا پھرتا ہے قاتل کا لہو پینے کو مل جائے اسے دو چلّو،
تھا تناسخ پہ یقیں، اس لئے از راہِ قیاس
اونٹ ہر قبر کے پاس
باندھ دیتے تھے کہ مل جائے سواری کو وسیلہ وہی دیکھا بھالا
آئے دوبارہ جو اس دہر میں مرنے والا،
کام بے کام انہیں کاہن سے افادہ کرنا
فال پر خاص یقیں دانش و ہمت سے زیادہ کرنا،
کاغذی پیرہن-- اس کے بھی تکلف سے وہ بالکل آزاد
ہو کے عریاں کیا کرتے تھے ستم کی فریاد،
وہ کیا کرتے ہوں جیسے بھی سفر کا آغاز
ہے شگن نیک مگر شہر کو لوٹیں تو نکالیں گے گدھے کی آواز۔"
خضر بولے: "مجھے یاد آئے سلیمان کے اقوالِ حکیمانہ کچھ
لوگ جو منکرِ ایزد ہیں کہو تم، نہیں فرزانہ کچھ
خالی الذہن ہیں--- اور چونکہ وہ صنعت کے کمالات نہیں جانتے ہیں
کیا عجب، جو نہیں صنّاع کو پہچانتے ہیں۔
پس فضا، بحر، شہابِ ثاقب
جب مکمل نہیں کر پائے نظر ان کا تعاقب
تو انہیں دیوتا گردانتے ہیں،
بلکہ رب مانتے ہیں۔
ناقص الفکر گماں ساختہ یہ آب، یہ آتش، یہ ہوا
کائنات ان کے اثر میں ہے، زماں پر ہے انہیں استیلا۔"

میں جواباً: "ہمیں آئینہ میں آتا ہے نظر جو فی الیوم
کیجئے اس پہ بجا نوحۂ عقلِ مرحوم۔
جانیں انسان کی قسمت میں ہے اب کیا مرقوم
دیکھئے دینِ عزازیل کی دھوم
دمن و کوہ سے تا ماہ و نجوم
سب کے سب بہرِ عبادت ملزوم،
توبہ توبہ انہی مصنوع خداؤں کا ہجوم
عین کعبے میں بھی لشتم پشتم۔۔
پستیٔ آدمیت دیدم و حیراں گشتم!"
ہم نے تب چاہا کہ آئینہ میں اس دور کے کچھ اور بھی ایام ملیں
روزمرہ کے نظارے ہمیں سب خاص ملیں عام ملیں،
مضحکہ خیز تھے اوہام اگر، رسم و رواج ان کے تھے تکلیف انگیز:
سامنے آئی نظر صاحبۂ مہرو جہیز۔۔
زن کہ مردوں کے لئے صرف تھی تسکینِ ہوس کا آلہ،
بین الاختین روا بیاہ تھا۔ اولاد کی ماں یا خالہ
تھیں بیک وقت حرم میں، تو سوا اور بھی مدخولائیں،
مائیں سوتیلی پسر از رہِ ترکہ پائیں،
مرد کی گر ہیں کئی زوجائیں
زوجِ زن بھی متعدد لئے ہے پہلو میں،
(چند شوئی کی یہ تصدیق مسلّم ملی ہے دفترِ سطرابو میں)
عورت ان کے تئیں سرمایۂ ذاتی سے ذرا بیش نہ تھی
کم تر از مادیان و گاؤ، بزو میش نہ تھی،
بیچ دیتے تھے جو بک جائے یہ اچھے بھاؤ،

اس پہ لگتا تھا جوئے میں داؤ'
اور پیدائشِ دختر تھی ملامت ان کو'
سربسر وجہِ ندامت ان کو
اپنے سر لائی ہوئی آپ جو آفت یہ تھی
ماردیں گھونٹ گلا اس کو شرافت یہ تھی'
سنگدل ماں کہ شماتت سے ڈرے گود کرے یوں خالی
جیسے جنتی ہو سنپولن کوئی جننے والی۔
کی مزید آئنہ نے صورتِ احوال کی پرتو پاشی
مصرفِ زیست نظر آیا نہ تھا اور بجز عیاشی'
غرق سب چھوٹے بڑے لعب میں تھے لہو میں تھے
ایک سے ایک غضب سہو میں تھے'
کھیل تھے یا کہ تماشے تھے برائے تفریح
سوقیانہ و قبیح
غیر سنجیدہ مشاغل تھے صریح۔۔
مے تو گھٹی میں پڑی تھی جیسے
دختِ رز پیرہنِ شیشہ میں عریاں بہ حضور آن کھڑی تھی جیسے'
آپ بھی کرلیا کرتے تھے کھجوروں سے کشید
عانیہ' جدریہ' بابلیہ' قطربلیہ' صریفون درآمد تھی مزید'
تھے شراب اور کباب' اور شکار اور قمار ،
رقص رومان لطیفے اشعار ،
ساز سنگیت لگاتار
وہ امروز میں زندہ انہیں فردا کا نہیں کچھ غم ہے'
پھر نہ دوبارہ حیات اور نہ پسِ مرگ دگر عالم ہے۔

بیکراں وادیٔ بے نام ہے دنیا کی فضا سے آگے---
قبر منزل ہے نہیں کوئی بھی امکانِ معاد اور فنا سے آگے۔
آشکار آئینے میں آیا تمام ابنِ حبیب [٢٣٢] اپنا حماسہ لے کر،
بوالعجب، گو نہیں ہے لطف سے خالی یکسر
بات جو اس نے کہی۔
جی میں آتا ہے کہ دہراؤں وہی
از پئے بہر تفنن بھی -- مگر یوں بھی کہ ہووے اظہار
کس طرح وہ مرا شاعر -- مرا یار
دیکھئے زیست سے کرتا ہے فرار!
بحرِ دیگر ہے پر ایسی نہیں گذرے جو طبیعت پر بار----
سنئے ابو تمام سے رمزِ راز -- مختصر:

"بادۂ ناب اور کباب صبح و مسا، پہر پہر
ناقۂ تیزگام پر مستقل و رواں سفر
وادی و کوہ و دشت و در سبزہ و ریگ خشک و تر
تیز ترک اڑا پھروں سطحِ بلند و پست پر
ہائے وہ مرمریں بدن، زہد شکن، ادا فگن
واہ زمرّدی لباس، بندِ قبا پہ ہاتھ دھر
گردشِ روزگار میں نرم روی سی آچلی
کوئی، سرود مطربہ، کوئی نشید نغمہ گر
نرم گلو مغنیہ، غم کا ہے یہ معالجہ
بر دل و ذہن مرحبا، رامش و رقص کا اثر
آہ غریب یا امیر آہ قلیل یا کثیر
موت کے ہیں سبھی اسیر موت کی سب پہ ہے نظر!"

❖ ایام جاہلیہ

خضر اس طرح سخن سنج "معاذ اللہ برے مشغلے یہ' طور طریقے مذموم
جاہلیت سے بجا ہے یہ زمانہ موسوم۔"
عرض کی میں نے "مگر صاحبِ من ہو معلوم
آدمی نابلد جو ہر و اسلوبِ جہاں تاب نہ تھا
علم اس دور میں نایاب نہ تھا'
شعر گوئی میں وہ حاصل ملکہ تھا وہ کمال
پھر رجز'[۲۳۳] سجع'[۲۳۴] قصیدہ کی ادب میں نہیں ملتی یہ مثال۔
--- عام مشہور ہے یونانیوں نے سنگتراشی میں سمویا ہے جمال'
اور عبرانیوں نے خوب مناجات میں جذبے کو دیا ذوقِ خیال'
اور عربوں نے قصیدہ سے کیا شعر نہال'
تھا یہ ضرب المثل ان میں کہ ہے انسان کا حسن اس کی فصاحت سے عیاں،
ان کے نزدیک تھا کامل انسان
شہسوار و ہدفی تیر زن و نغز بیان
جو بیک وقت ہو--- پھر کوئی فصیح و لسّان'
پھر کوئی نکتہ طراز.....
منفرد صاحبِ تخیلِ سپہریں پرواز۔
شاعرِ طرز طرح دار و شگفتہ انداز
پیش تخلیق کریں بر سرِ عام آن کے در جشنِ عکاظ[۲۳۵]
پھر رعایت نہ لحاظ'
داد بالائے طرفداری و تنقیص و حسد دیتے تھے،
لوگ فنکار کو مقبولیتِ فن کی سند دیتے تھے۔
عنترہ' قیس' زہیر

طرفہ و حارث و عمرو اور لبید __ ان کے سخن زار کے پھولوں کے بغیر
ادبی بن سکے گلدستہ نہیں ممکن ہے،
عربی شاعری کا درک ہی برجستہ نہیں ممکن ہے
شوکتیں ان کی بڑی، مرتبے زائد ان کے
عین کعبے میں معلق تھے قصائد ان کے---"
خضر تب طنزیہ لہجے میں یہ بولے: "بھئی درباب ہجا
کچھ کہو - با قلمِ سحر رقم رہنے نہ دیتے تھے بسا ہوش بجا
دشمنی کو وہ بلاخیز ہوا دیتے تھے،
خرمنِ امن میں کیسی شررِ شاعری سے آگ لگا دیتے تھے-"
میں جواباً انہیں: "نقادِ من اس طرح بھی بے شک ہے کہانی ان کی
گل کھلاتی تھی کچھ ایسے بھی کبھی شعلہ بیانی ان کی،
بات ہے آپ کی ٹھیک
شاعر اس دور کا ساحر تھا ہر اک کے نزدیک---
وہ جن آسیب شیاطین کا پراسرار شریک،
خوب ناخوب پہ یکساں تھی اسے قدرتِ فن،
قہر ڈھاتا تھا بناتا تھا اگر عصبیہ -- موضوعِ سخن-
دیکھئے ایک جگہ آپ یہ مضمون بطرزِ احسن
ذوبیان نابغہ در مدحِ شہِ حیرہ (دلاور نعمان)
یوں گریز اپنے قصیدے میں کرے -- ہاں غسان
نقص صرف ان میں ہے یہ - کند ہے ہر ایک فتا کی صمصام
اس کی ہے جوشنِ اعدا سے جو پرخاش مدام!"
داد اس شعر کی دے کر یہ کہا خضر نے: "احساسِ زبوں
عصبیہ جسے کہتے تھے---- کبھی ہوا افزوں

کھل کے سر چڑھتی تو آنکھوں میں اترتی لئے خوں'
عام کرتی تھی لڑائی کا جنوں
کہ قبائل کو بیک دیگرے سفاک کرے'
زندگانی کی فضاؤں کو خطرناک کرے"۔
تو کہا میں نے :"یہی اپنے قبیلے پہ گھمنڈ' آن' اکڑ' سنگدلی' کٹرپن
پشت ہا پشت بنا تا تھا ذرا بات پہ ایسا دشمن
قتل و غارت میں کسی قسم کی رہتی نہ تھی ان پر قدغن'
عام تھا ان کا مقولہ ہے فلاں میرا قبیلہ' وہ غلط ہے تو غلط ہوں میں بھی
راستی پر وہ اگر' راستی پر تب ہی فقط ہوں میں بھی۔
اونٹنی نے کہیں اک کھیت میں چنڈول کے توڑے انڈے ۲۳۷
تو بنو بکر و تغلب میں چلے وہ ڈنڈے
چھڑ گئی حرب بسوس اور رہی خون فشانی کوئی چالیس برس'
اور گھڑدوڑ میں غبرا سے جو ہارا داحس
مادیاں سے یہ فرس'
ذوبیاں اور بنو عبس میں ٹھن جائے کہ بد کانے کا بدلہ لے لیں
وہ تریسٹھ برس اک دوسرے کے خون کی ہولی کھیلیں۔
طبع تھی عصبیہ و غزوہ و بدلہ سے شر انگیز ان کی'
ایک سو سال کی تاریخ ہے بارہ سو اسی نوع کی پیکار سے خوں ریز ان کی۔
پس کہوں میں کہ وہاں جہل کی ضد علم نہ تھا
سب انہیں درک تھا' البتہ طبیعت میں سمائی نہیں تھی حلم نہ تھا'
جاہلیت کا یہی ہے مفہوم---
ہو یہ شوریدہ سری' ظلم' تعدی کی روایت معدوم'
نسخہ درکار تھا اک' ان کی بیاضوں کی فصاحت سے بھی ارفع' مرقوم

کہ سمومِ دمِ ہر زندگی اس سے ہو نسیم،
اس کے فیضان سے ہو باز کناں طبعِ سلیم،
ہاں---الف لام اور میم!"

❖ بعثت

رحمتِ حق بہ سوئے معتکفِؐ غارِ حرا آتی ہے!
علّمَ بالقلم---اقرا کی صدا آتی ہے!!
مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربیؐ
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطّلبی!!!

ورد کرتے ہوئے تب خضر درود اور سلام
مجھ سے گویا ہوئے: "دیکھ آئینہ میں وقت کا آسود خرام،
یہ جہاں اب ہے شرف یابِ ہمایوں قدمِ خیرِ انامؐ
صاحبِ خیرِ امم‌ؐ-- تا بہ قیامت بنی آدم کے امامؐ"
جو خدا نکلا تھا سینا سے، جو ساعیر پہ چمکا تھا، وہ فاراں سے پدیدار ہوا
مستند طور پہ اظہار ہوا
کیوں یہ انسان کی تخلیق ہوئی، عالمِ کل کس لئے تیار ہوا۔
رحمتِ حق ہے محیط---
آئی آوازِ خدیجہ: "یہی انجیل سے نوفل کی بشارت ہے نبی فار قلیط
آئیں گے--دیں گے نئی صبحِ حقیقت کی نوید،
خالق و خلق کے رشتہ کی کریں گے تجدید،
نور زا دیں گے مکمل وہ پیام
جس سے ڈھل جائے گی کل تیرگیِ گمرہی و جہل کی شام،
اور ہو جائے گی تام

عقلِ انسانی خام---
بسکہ واضح ہیں یہ آیات تمام
میرے سرتاج علی الفوق بہ رضوان مقامات [٢٣٩]، مقام!
آپ پر لائی ہوں ایمان--- یہ ہو کر آگاہ
اے محمدؐ--- وہ ہو تم 'لا الٰہ الا اللہ!!''
دل گداز ایسا سخن، روح نواز ایسی یہ آواز--- کہ تھی'،
منکشف آپ پہ ہستی ہوئی، چالیس برس تک وہ تہِ راز کہ تھی۔
خضر سرشار ہوئے
اور پھر وجد میں یوں مائلِ گفتار ہوئے:
''اے دانائے سبلؐ
خاتمِ انبیاؐ و ختمِ رسلؐ
سرور و ہادی و مولائے کلؐ
للہ الحمد نصلّی علیٰ انسانِ عظیمؐ
بشر و جنّ کے آقائے کریمؐ
برساں خویش بہ او--- دیں ہمہ اوست
از نگاہِ کرمش آدمی را جنت نکوست--''
تھا مرے لب پہ رواں--- ''صلِ علیٰ، صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ
رہبرِ راہِ صفا'
نسبتے نیست بہ ذاتِ تو بنی آدم را
بہتر از آدم و عالم--- تو چہ عالی نسبی،
سیدی انتَ حبیبی و طبیبی عجبی
بہرِ قلب و نظرِ مضطربی۔
پئے درماں طلبی

چوں بہ تو نوعِ بشر آمدہ-- آں از ہمہ آلائش رست'
بسکہ دنیا ہمہ تو باشد و ہم دیں ہمہ تست۔

قریش 'قدیم تاریخ

وہ قریشی--لقبِ ہاشمی و مطلبی---"
آئینے میں نظر آیا ہمیں پس منظرِ تاریخ بہ دوراب عقبی:
شہر (مکروبہ) ہے مکہ کہ وہاں فہر فروکش ہے--گرامی ملک التجار اک
صاحبِ دولت و سرمایہ و زر سردار اک'
گرچہ سالار نہ تھا صاحبِ جیش
تھا میسر اسے ہر طرح کا آسائش و عیش
القریش
اس کا لقب---
بعد ازاں اس کی چھٹی پشت میں اشرف بہ نسب
اک قصی نام کا---- تنہا' یکّہ
سرحدِ شام سے پہنچا مکّہ'
اس جگہ شعب خزاعہ کی عملداری تھی'
اور اولادِ قریش اس لئے اہمیت و اعزاز سے تب عاری تھی
کہ نہ شیرازہ بہم تھا ان میں'
گرچہ سب خوبیاں موجود تھیں' دم تھا ان میں۔
وادیِ مکہ میں ان سب کو اکٹھا کر کے
پہلے تو اک بڑے مشکیزہ میں بادہ بھر کے
سادہ سردار خزاعہ 'ابو غیشاں [۲۴۴] سے لے لی عوضاً" کعبہ کی چابی اس نے'
کی بتدریج درست اب کہ جو پائی تھی خرابی اس نے'
ٹھیک کی از سرِ نو بیتِ حرم کی تعمیر'

کی دگر اور بھی ہر طرح معاشی و سیاسی تدبیر۔
بن گیا شہر کا وہ متفق الرائے امیر'
دوسرے شہروں میں ارسال کئے اپنے نمایندہ سفیر'
اندروں کعبے میں قائم کیا دار النّدویٰ'
خانوادے کے کمیدان کو وہ عقدِ لویٰ
جنگ میں دینے لگا'
ہر گھرانے کو جداگانہ کئے اس نے عطا
خازنہ خیمہ دیتہ قرعہ حجابہ [۲۴۵] —
کیا پھر نظمِ سقہ ٹھیک' مرمت ہوا حوضِ آبہ '
(زمزم)' ایامِ منیٰ میں کیا محصولِ افادہ عائد
زائرینِ حرمِ پاک پہ -- منجملہ ہوئے اس سے میسر یہ فوائد
کہ ہوں گر شہر میں وارد کبھی ابنائے سبیل
ان کی حاجات کی فی الوقت ہو یہ رقم کفیل'
لنگر اس سے وہ رکھیں گے تیار'
میزبانی کی صفت' رسم ضیافہ کو یہ از بس درکار۔
بعد مجموع [۲۴۶] قصیٰ -- اس کا پسر عبد الدار
جانشیں ہو کے بنا وارثِ کل عزّ و تبار' —
اس کے مرنے پہ بھتیجوں میں بٹی سرداری
عبد شمس آپ مناصب سے سبکدوش ہوا' تو ساری
عمرو ہاشم [۲۴۷] کو سیادت ہوئی تفویض مگر جلد امیہ پسرِ شمس بنِ عبد مناف
مدعی حق کا بنا -- حق نہ کریں گے یہ معاف:
اب بنو (شمس و) امیہ بنو ہاشم سے' تہیہ ہے یہ صاف
زور سے لیں گے بہ میدانِ مصاف۔

❖ عام الفیل

یک بیک آئینہ میں جنگ کا منظر آیا
ابرہہ [۲۴۸] الاشرم (بخران) نظر سامنے مکہ کی زمیں پر آیا'
ہاتھیوں کا وہ لئے کوہ سا لشکر آیا۔
شیبہ [۲۴۹] نے اس سے کہا: "آپ کا لشکر مرے سو اونٹ بھگا لایا ہے
وہ مرا مال ہیں' سرمایا ہے'
مہربانی سے مری چیز مجھے واپس ہو
پھر چلائے جو کسی کا بس ہو۔"
ابرہہ کہنے لگا: "واہ عجب بات ہے یہ
کعبہ --- اسلاف سے اک جائے عبادات ہے یہ
فکر اس کی نہیں' آیا ہوں کہ اس کو ڈھادوں
اپنے اونٹوں کے لئے آئے ہو --- وہ لوٹادوں!"
بولے سردارِ قریش: "اونٹ مرے ہیں' سو مجھے چاہئے صرف ان کا خیال
اور کعبہ --- سو وہ جس کا ہے' وہی اس کی بنے گا خود ڈھال!!"
--- کعبہ کا حلقۂ در تھام کے وہ مانگ رہے ہیں یہ دعا'
جب تضرع سے کہا
ہم نے محسوس کیا عرش ہلا' ---
لاہم ان العبد یمنع رحلہ' فامنع لالک
لا یغلبن صلیبھم و محالم غدوا" محالک
ان کنت تارکھم' قبلتنا فامر ما بدالک ---
بندہ گھر اپنا بچاتا ہے --- ترا گھر ہے' بچالے اس کو '
کل نہ کردیجو چلیپا کے حوالے اس کو
ان کی تدبیر سے کر تو کوئی تدبیر سوا

اور یہ قبلہ ہمارا اگر اب ان کے لئے چھوڑ دیا
تو ہمارے لئے پھر حکم ہے کیا؟---
کیا نہیں دیکھا ہے-- کیفَ فعلَ ربکَ اصحاب الفیل
کیا نہیں مکر بھی پھر ان کا ہوا-- فی تضلیل' [٢٥٠]
ارسلُ طیرِ ابابیل
علیہم
کہ لگاتار وہاں' ترمیہم [٢٥١]
وہ--- حجارہ [٢٥٢] تجّیل!
اب یہ ژالہ تھے کہ چیچک' کوئی تفسیر' کوئی بھی تاویل [٢٥٣]
کردیا تھا انہیں عصفٍ ماکول!! [٢٥٤]
عامِ فیل--
اس میں ہوئے جلوہ فگن دہر میں (ہوں ان پہ دل وجان فدا) پیارے رسول!
دراَزل پرِ توِ حسنتۂ ز تجلی دم زد!
عشق پیدا شد و بہ آتش بہمہ عالم زد
آپ پر لاکھ درود اور سلام - - -
درِ (شہوار) یتیم- آمنہ کے لال' محمد ﷺ رکھا دادا نے وہ پاکیزہ نام،
ہے مبارک یہ ربیع' [٢٥٥] اس میں ربیع' اس میں ربیعِ انور،
نور پر نور پہ نورِ اطہر......
ورد ہو-- صلِ علیٰ' صلِ علیٰ' صلِ علیٰ شام و سحر!
خضر کہنے لگے: "اے دوست جواب
ہے تجھے خواہشِ دیدارِ حیات طیب
چاہئے آنکھ کو زمزم سے وضو کر کے وہ آئینہ میں جھانکے بہ ادب'
عین ممکن ہے بصارت سے نہ برداشت ہو سب .

ان شب و روزِ مطہّر کی حسیں تاب و تب'
چشمِ باطن سے کر امداد طلب۔"
میں نے کی عرض :"سمیٹ اب نہیں پائے گا جو کل حسن و جمال آئینہ
پس یہ لازم ہے کروں فکر و خیال آئینہ --"
---اور راضی ہوا یوں صورتِ حاکی آئینہ
تھے وہ حق پیشہ فقط پیشِ خدا خم سرِ بر حق تسلیم
حرمِ کعبہ میں مصروفِ دعا --عزّت بماعاذہٖ ابراہیم'
لیلۃ القدر --وہ طاہر شبِ فرمانِ قضا . . . .
گوشۂ غارِ حرا
سبق امیؐ کے لئے لائے ہیں جبرئیل --اقرا!
علّم بالقلم ،علّم الانسان ما
(آج تلک) لا یعلم---!!
پھر نہ وحدت کے مقابل رہا کثرت کا بھرم
ہے فقط ایک ہی ربّ الاکرم---
امن 'توحید 'مساوات کا جب لے کے چلے وہ پیغام
ایک ہنگامہ اٹھا اس ہنگام...
بولہب عبدِ (صنم) عزیٰ و بوجہل ہشام'
خاص سردار نہیں صرف یہی 'بلکہ عوام
تین سو ساٹھ خداؤں کے پجاری وہ تمام
ڈٹ گئے-- آپؐ کی تبلیغ بنا دیں ناکام ،
منکرِ وحی نہ مانیں گے ہدایت کے لئے یہ جو ہوا ہے الہام۔
قم [٢٥٦] فانذر کا نزولِ فرمان
پھر [٢٧٥] بما تومر اعرض--- سو کیا آپؐ نے اسلام کا واضح اعلان'

غیر گر اس پہ پریشان تو اپنے حیران !
دین کیسا تھا- یہ کس بات پہ کہتے ہیں کہ لائیں ایمان'
سرگراں ہو کے قریش ان سے الجھ جاتے تھے

مخالفت

باپ دادا [۲۵۸] سے سنی ہیں، نہ کہیں اور سے باتیں جو وہ بتلاتے تھے'
نئے آئین سے بڑھ کے انہیں مرغوب وہی طرزِ کہن '،
مرحلہ ہے یہی قوموں کے لئے سخت کٹھن--
ہم کہیں مسلکِ اجداد [۲۵۹] سے ہٹ سکتے ہیں
اپنے ماضی سے 'کوئی کچھ کہے 'بالکل نہیں کٹ سکتے ہیں-
انگلیاں [۲۶۰] ٹھونس کے کانوں میں وہ پیغام ہی سنتے نہ تھے جو دیتے تھے .
غل غپاڑے میں کبھی وعظ ڈبو دیتے تھے'
وہ انہیں ساحرو کاہن کہتے'
ہر قبیلے کی روایات کا دشمن کہتے'
کوئی بنکارتا-- مخبوط ہیں 'دیوانہ ہیں ،
صاف افسون عبارت میں ہے 'موضوع سو افسانہ ہیں-
-- کل یہ صادق انہیں ؐ کہتے تھے 'کیا کرتے تھے تسلیم امیں ،
اختلافات اگر آتے تھے کہیں
وہ انہیں ثالثِ مابین بنانے والے'
سر ہر اک فیصلے پر آپ ؐ کے چپ چاپ جھکانے والے'
اب ڈھٹائی سے لگائیں الزام
کچھ نہیں آپ کا ارشادِ گرامی 'بجز اضغاث احلام' [۲۶۱]
ان سے موقوف سلام اور پیام
یا کبھی ہو تو بہ تشنیع بہ دشنام کلام'

کوئی دھمکائے، کوئی للکارے
کوڑا کرکٹ کوئی پھینکے، کوئی پتھر مارے،
ہو گئے جان کے درپے سارے---
راہ میں خار بچھائے کبھی حمالہ حطب،
نابکار ابن معیط آپؐ کی گردن کو کبھی گھونٹ کے چادر سے کرے جان بہ لب،
پھر کبھی دیں وہ زمین و زن و زر کی ترغیب--
کارگر ان کی ہوئی کوئی نہ لیکن ترکیب!

❖ وجوہِ مخالفت

بولا ابوجہل: "اگر سچ بھی کریں ہم تسلیم
دے رہے ہیں جو محمدؐ تعلیم
اختیار اس کو کریں کیسے یہ اجداد پرستی کے منافی ہوگا،
اس پہ یہ قہر اضافی ہوگا:
کہ وہ اک شخص یتیم اور غریب
اس عجب دیں کا نقیب
ہادی و راہ بر اپنا بنے-- ہم لوگ بڑی حشمت و ثروت والے،
طائف و مکہ میں ہیں لوگ امیر اور بھی دیکھے بھالے
وہ عموماً" مقبول،
کیا بنا سکتا نہ تھا ان میں سے اللہ رسول!
یہ مساوات کی تک کیا ہے-- برابر ہوئے ہیں خانم و خواجہ کے غلام اور کنیز،
نسل، رنگ اور امارت کی نہ ہو کوئی تمیز-
زندگانی یہ کہ اک بار میسر آئے
وہ کسی حشر کے اندیشے میں بے لطف گذاری جائے،
اور پھر دھیان کرو-- کعبہ میں یہ سب اصنام

ہم قریش ان کی بدولت ہیں 'اگر ہیں خوش کام'
لوگ تو ان کے بغیر آ کے چلے جائیں گے بے نیل و مرام
ان کا صدقہ ہے یہ سب درہم و دام۔
لوگ آتے ہیں یہاں ان کے لئے از یمن و بر الشّام ·
دھوم دھام
ان کے سبب 'ان سے ہے رونق یہ تمام۔۔
نہ رہے یہ تو بھلا کس کی زیارت ہوگی '
ذوالمجاس اور عکاظ اور نہ مجنہ ہی کے پھر میلے لگیں گے نہ تجارت ہوگی'
کعبے میں آمد و رفت ان کی اکارت ہوگی
ایسی بخت آوری و میمنت اس شہر کی غارت ہوگی۔۔
متولی کہ ہیں کعبے کے قریش۔۔ان کی نہ یہ شان و امارت ہوگی۔"

❖ چیرہ دستی کفار

کچھ مگر اہلِ یقیں
ہو گئے شاملِ دیں 'پیروِ احکامِ متیں
کہہ کہ آمنا و صدقنا۔۔انہیں مان کے صادق 'انہیں کرتے ہوئے تسلیم امیں'
بارسوخ و متمول تھے مگر بس دو چار
بیشتر ورنہ تھے محتاج و غریب و نادار۔۔
طلحہؓ و سعدؓ و ابوبکرؓ و علیؓ و عثمانؓ
پھر زبیرؓ ابنِ عوام اور پسر عوف کے عبدالرحمانؓ [۲۶۲]
سابقین اولین [۲۶۳] اس عشرہ میں تھے زیدؓ و بلالؓ۔
پر وثوق اب نئی تحریک روانہ تھی سعادت ایصال
سارے فرسودہ رویے پامال'
حیثیت گر ہوئے معیار کے اب صرف اعمال۔

انقلاب آیا-- بدلنے لگے سوسائٹی کے خدوخال
وادیٔ خاطرِ اعدا میں اڑی گردِ ملال،
سب قبائل کے لئے باعثِ تشویش تھی یہ صورتِ حال
وہ جو تھے اہلِ اثر ان سے نبٹنا تھا محال'
پس میانِ دلِ سنگین سے اب خنجرِ غصہ کو نکال
وار انھوں نے کیا ناداروں پر'
وہ شقی دست چلے سخت تہی دست پرستاروں پر--
دلخراش اور جگرپاش کریں
یہ قریش اپنے غلاموں پہ بڑا ظلم بپاداش کریں'
اس پہ ہے درہ زنی اور انی سے ہیں چبھو کے اس کو
منحرف ہو'کریں اصرار یہ پانی میں ڈبو کے اس کو'
یہ اگر حبس زدہ کوٹھڑیوں میں محبوس'
زندگی ان کی جھلستی ہوئی لُو ریگِ تپاں پر لے چوس'
دھوپ میں رسیوں سے سخت جکڑ کر کبھی پیٹیں اک کو
باندھ کر گھوڑے کی دم سے کبھی گلیوں میں گھسیٹیں اک کو'
داغ کر لوہے سے تڑپاتے تھے،
ہڈیاں کس کے شکنجوں میں بھی چٹخاتے تھے'
کھال ادھیڑی ہے کسی کی تو کسی کی چھیلی'
واژگوں کر کے دھوئیں دھونیاں دیں زہریلی'
بھوک اور پیاس کی سختی بھی دیا کرتے تھے--
الغرض جو بھی تھا امکان میں--وہ ظلم کیا کرتے تھے۔
تیز تپتی ہوئی دوپہر ہے'سینہ پہ دھری سل بھاری
تازہ زخموں سے لہو ہے جاری

موت سی سخت غشی ہے طاری'
ننگے پنڈے کے تلے بالو ہے
الاحد' پھر بھی زباں پر ہے' لبوں پر کلمہ یا ہُو ہے'
____یہی آوازۂ حق خانہ بہ خانہ' یہی کُو تا کُو ہے۔
کوئی بھی راست عقیدے سے ذرا بھر متزلزل نہ ہوا'
نورِ آنکھوں میں معطل نہ ہوا'
جسم بے حس بھی اگر ہو گئے--دل شل نہ ہوا۔
مار کے گردنیں جلاد تو شرمندہ ہیں:
تارے او جھل ہوئے ہیں ورنہ یہ تابندہ ہیں'
کہ سمیہؓ ہوئیں اللہ کو پیاری' نہ رہے یاسرؓ و عامرؓ__وہ مگر زندہ ہیں'
اولیں دیں کے--سرِ عرش--نمایندہ ہیں!

❖ حمزہؓ و عمرؓ کا قبول اسلام

اہلِ اسلام کے ایامِ بلا کیسے تھے'
ارتقایانہ مراحل بڑے تکلیف دہ' آہستگی زا کیسے تھے--
پھر اثر خیز عجب طور سے دو اہلِ بصیرت پہ یہ پیغام ہوا'
رونما معجزۂ بیّنِ اسلام ہوا----
---ڈھول ابو جہل کو کی ایک رسید اور کہا حمزہؓ نے
رنج سخت ان کو دیا اس کے ہزل ہرزہ نے'
منہ میں جو آیا بکا--ان کے بھتیجے سے بڑی--سخت کلامی کی ہے،
اس کے کردار میں گو بات ذرا سی نہیں خامی کی ہے:
"میں ابھی اس کا چچا زندہ ہوں' کیا تو یہ نہیں جانتا ہے
اب اگر بات یہی ہے ترے پتھر کے بتوں کو وہ نہیں مانتا ہے
باطل ارباب ترے---دیکھ' نہیں کوئی بھی مجبور ان سے'

بھیج کے لعنت انہیں لے ‘ ہوا میں دوران سے ‘
اب کرادے مجھے مقہوران سے ----”
نئی تحریک میں حمزہؓ کی اس آمد سے بڑی جان پڑی ۔
ناگہاں آن پڑی
سخت افتاد ابوجہل کے ٹولے پر یہ
ایک اک آگ بگولے پر یہ ‘
گر رہے لیل و نہار ایسے تو بر گشتہ زمانہ ہو گا
اب محمدؐ کو ٹھکانے ہی لگانا ہو گا ‘
یہ خطرناک مہم خاص نڈر شخص کو سونپی جائے
آزمودہ کوئی تلوار ہی بھونپی جائے!
دور کا ایک بھتیجا ہے ‘ عمرؓ بن خطاب
اسے بھیجا یہ جواب
تم ہی شاباش ‘ شتاب
جاؤ ---اور دور کرو سر پہ مسلّط یہ عذاب ‘
تم جری اور تمہارا ہے گراں ڈیل شباب
کامیاب آؤ گے تم --- کام ہبل سے ہے تمہیں یہ تفویض
مستفیض
اہل قریش اس ہی سے ہوتے آئے!
اور عمر لہرائے
تیغ عریاں ہیں روانہ درِ ارقمؓ کی طرف ---
تیوڑی ماتھے پہ ‘ آنکھوں میں شرر ‘ منہ پر کف ۔ --
دل وہ موتی ہے مگر جس کا ہے یہ جسم صدف --
ہنس کے کہنے لگے ان سے یہ سرِ راہ نعیمؓ

بھانپ کر نیتِ مذموم کا منشائے سقیم :
"واہ واعزم صمیم --- آپ عمر بن خطّاب
لیجئے گھر کی خبر، اور جناب
یہ ضلالت ہے اگر، پہلے وہاں سے ہو پاک
بعد ازاں کیجئے گا جا کے محمدؐ کو ہلاک --"
سابقہ ۲۶۴ صادقہ تھیں فاطمہؓ بنتِ خطاب --
تھک گیا پیٹ کے جب بھائی تو بولیں بجواب :
"توڑ لو، رہ گیا ہے کوئی اگر اور ستم
ہاں مسلماں ہوئے ہم،
راہِ حق سے نہیں ہم لوگ مرے بھائی بچلنے والے
ہم نہیں دین بدلنے والے!"
اور اس کیفیتِ طرفہ پہ حیراں، ششدر
جو وہ پڑھتے تھے، ہوئے اس کے طلب گار عمرؓ
کی جواب آپ تلاوت تو ہوا وہ دل پر
حیرت انگیز اثر
معرفت اس پہ اترتی گئی -- یہ پڑھتے گئے سورہ طاہا
معجزہ ہو گیا -- اللہ سے اس دن جو نبیؐ نے چاہا!
بنتِ اسلام کا سوزِ قرأت
تھا عجب، جس سے دگرگوں ہوئی یک لخت عمرؓ کی قسمت!!
فتح اسلام کی بے شک یہ عظیم الشاں تھی
مہر بر راستیِ قرآں تھی!!!

❖ شعب ابی طالب

دردناک ایسے مناظر تھے کہ مغموم اداس،

ہم ہوئے نقش بدیوار' بنے نقشۂ بحرِ غم ویاس'
مجتمع ہو گئے اس واقعہ سے خضر کے دوبارہ حواس
اور وہ کہنے لگے: "میں مرے، ہم ازمنہ ادریس' الیاس
موت جن کے نہ کبھی آئے پاس
اس طرح اپنوں کے تیروں سے دلِ پُر احساس
چیرہ دستی کا نشانہ ہوتا
ہم سے اس طور روادار زمانہ ہوتا--
یہ نہیں جانتے ہم کیا کرتے
بسکہ مرنے کی تمنا کرتے!"
تو کہا میں نے: "عجب روح عجب قلب تھا ہر قالب میں
وائے جوان پہ ستم توڑے گئے شعبِ ابو طالب میں'
مجلسی قطعِ تعلق-- کوئی اب ملتا ملاتا تھا نہ آتا جاتا
لین دین اور نہ رشتہ ناتا'
ناکہ بندی بھی-- ضرورت کی کوئی چیز نہ پہنچے ان تک
فاقہ سے آیا کرے موت کی نوبت بے شک--
مر گئے تاب مصائب کی نہ لا کر کئی بے چارے نحیف اور نزار
پھول سے بچے ہوئے سوکھ کے خار'
ڈھل گیا عورتوں کا عین جوانی میں جمال
تھے جواں مرد نڈھال'
جھاڑیاں' گھاس جڑی بوٹیاں کھا کھا کے گذارا کرنا
سو جتن کر کے کبھی بھوک' کبھی پیاس کو مارا کرنا۔
تین سال ایسے ہی بیتے-- مگر ایماں والے
روشنی تھے کہ اندھیرا جسے بھرا جیا لے!

زبردستی کے لئے زور زبردست کا حل ہوتا ہے،
قدرتی اس کا مگر ردِ عمل ہوتا ہے.....
اس سے ہوتا ہے فزوں جوہرِ ثابت قدمی
حوصلہ میں نہیں آتی ہے کمی'
جیسے کندن کو لگے آنچ تو آب اور نکھر جاتی ہے'
جیسے تلوار کہ جب سان چڑھے دھار ابھر جاتی ہے'
ختم ہو جاتی ہے رسی جو کئے جاؤ دراز'
دام لے اڑتا ہے عزمِ پرواز۔
--آخرِ کار شقاوت ہی نے ہتھیار رکھے
جس کو اللہ رکھے' کون چکھے۔"

❖ سفرِ طائف

آئنہ میں نظر ایسے ہی کوائف آئے
آپ تبلیغ کو طائف آئے'
نام لیوا وہاں ال لات کے آباد تھے--ابنائے ثقیف
دل کے وہ چور شقی' روح کے معمور کثیف'
کیا سمجھتے وہ سخن ہائے لطیف--
سن کے پس ہادیِ حق کا پیغام
وہ بپھر اٹھے--جواباً وہی زجر و دشنام'
وہ ٹھٹھول اور تمسخر سرِ عام'
اور جیسے نہیں کافی تھی دریدہ دہنی'
مستزاد ایسی شدید اور نپٹ سنگ زنی
بدنِ پاک ہوا زخم ستاں'
پھر بھی ان کے لئے ہے رشد و ہدایت کی دعا وردِ زباں۔

❖ ہجرت حبشہ

روز افزوں وہی مکہ میں عداوت ہے شدید
بد سلوکی و شقاوت ہے شدید ۰
الاماں شدتِ بارانِ ستم، رعدِ ظلم،
فی سبیلِ ہبل افزونیٔ ظلمِ ہمیں من بعدِ ظلم،
کر کے قلزم کو عبور
(ھاجرو -- اذن ملا) -- ایک جماعت حبشہ کو ہے رواں دیس سے دور،
ان کے بعد اور کئی اور بھی لیتے ہیں پناہ -
بازیابی کے لئے عمرو بن العاص، ربیعہ کا پسر عبد اللہ
مدعی ہیں بہ رجلو خانۂ شاہ:
"لوگ یہ مرتد و مفرور رہیں -- ماخوذِ گناہ -"
صحتِ واقعہ سے شاہ نجاشی کو کیا جعفرِ طیارؓ نے ایسے آگاہ:
"اے نجاشی ہے ہمارا یہ قصور
عقل میں ہم کو روا اب نہ کجی ہے نہ فتور
سر جھکاتے ہیں ہم اک رب کے حضور
اب عقیدہ یہ ہمارا ہے کہ بت نقرئی، چوبی، سنگیں
درخورِ سجدہ نہیں ---
اب عقیدہ یہ ہمارا ہے کہ ہے ایک خدا حاکمِ افلاک و زمیں،
کامل اس بات پہ رکھتے ہیں یقیں
حشر ہے، نشر ہے اور پرسشِ اعمال ہے، لاریب ہے اک یوم الدّیں،
صادق القول امیںؐ
اک نبیؐ نے ہمیں دی ہیں یہ ہدایاتِ متیں :
بھائی بھائی ہیں ہم سارے قوی و کمزور ۰

جیتے جی بیٹیوں کو کرتے نہیں اب در گور ،
مال میں ہم نہیں ناجائز خور ۔
کٹ گئی جبر کی ڈور ---
جو بھلے کام ہیں -- وہ کام ہیں ٹھیک
جو برائی ہے -- برائی ہے ہمارے نزدیک --"
شاہ نے سن کے یہ حق بات کہا: "ہے یہ مرا ملک تمہیں دارِ اماں
امن سے تم رہو بے خوف یہاں ۔"

❖ میثاق عقبہ

اور مایوس پلٹ آئے قریش ایلچی -- وہ دونوں سفیر
جس پہ جز بز ہوئے کچھ اور بھی مکہ کے شریر ۔
موسمِ حج ہے -- برونجات سے زائر آئے
سامنے ان کے نئے دیں کے نظائر آئے '
فی سبیل اللہ جو فرماتے ہیں یہ ازرہِ اصلاح رسولؐ
بے تعصب تھی سماعت -- کیا ذہنوں نے قبول ۔
کس قدر تھے معقول
مذہبی اور معاشی یہ اصول '
ہے خدا ایک ' یہاں ایک سے اس کے بندے
ہیں مساوی و برابر ---- ہیں فقط نیچ تو ہیں چال چلن کے گندے ۔
اہلِ یثرب نے توجہ سے سنا یہ پیغام '
ہو گئے حلقہ بگوشِ اسلام --
پھر کیے بعد دگر اول و ثانی سرِ عقبہ میثاق
صاحب اس ضابطے کا کیجیے یثرب میں پہنچ کر اطلاق ۔
لیلۃ القدر میں جو کوہ حرا پر ہوئی تھی بارہ برس قبل فروزاں قندیل

نور سے اس کے ہوئے بالتفصیل
روشن اب چند قلوب۔
دور یثرب میں وہ جا کر اسے خوب
اپنے بیگانوں میں پھیلائیں گے،
عصبیت سے ہیں جو آزاد ان انسانوں میں پھیلائیں گے'
پھر رسولؐ اللہ بھی تشریف وہاں لائیں گے
مستقل آپؐ اقامت ہی اسی شہر میں فرمائیں گے۔۔
ارضِ مکہ میں یہ پیدا ہوا گہوارۂ یثرب میں مگر جھولے گا
وہاں اسلام پھلے پھولے گا۔

❖ معراج

حلقۂ در ابھی جنباں تھا کہ سبحان۔۔ اسریٰ
اور کل معجزہ معراج کا تکمیل ہوا۔
الذی۔۔۔وہؐ کہ تھا ازہمتِ والا بالا
زحرم' ازرہِ بیت الاقصیٰ
قدرتِ حق سے ہوا ہے متمکن اس جا
پائے بوسی کو جہاں ہفت سماوات دوتا
اے کہ فاوحیٰ ازاں ما اوحیٰ'
خاکِ نعلینِ مبارک ہے سرِ عرش رسا
توتیا۔۔
چشمِ ستارہ کے لئے کحلِ صفا'
صاحبِ ہفت قراں' خواجۂ نودُرجِ علیٰ
مدح میں حور و ملائک ہوئے ہیں نعت سرا۔
ہے بہ ہر سمت بپا

ایک آوازۂ لولاک لما'
دلنشیں نغمۂ سبحان اٹھا
غالیہ بیز ہوا -- حسنِ مشکواۃِ زجاجہ سے ہے لبریز فضا ۱۱۶۳
الملا اور خلا --
ریب لاریب 'گماں اور یقیں کی سیما'
سبق اس سے یہ ملا
ہے بہ فتراک علو ہمتی و جستِ براقِ بشریت کونین
تا سرِ منزلِ قابِ قوسین'
وہ بلندی کہ نہ جبرئیل اسے پار کرے
اور توفیق کہاں یہ ہے کہ انسان کا تخیل اسے پار کرے۔
بینِ صدیقؓ و ابو جہل نمایاں حدِ فاصل ہوئی ہے آج کی رات
سندِ کنت نبیا ہے یہ معراج کی رات۔

○

خضر کہنے لگے: "سبحان اللہ -- مکرر سبحان! ۶۷۰۰
الذیؑ --- آپؐ کے صدقے انسان
پائے گا دہر میں کیا کیا نہ عروج
جست گہ طے ہوئے اس کے لئے سیّار بروج'
اس سفر میں یہ بشارت ہے صاف
کھل گیا سلسلہ عقدۂ کاف --"
تب کہا میں نے کہ وہ ایسے رفیع اور عدو ایسے پست'
زعمِ باطل تھا کہ دے دیں گے شکست
وہ کہ تھے نابلدِ سرِ ہست
یہ کہ سرشارِ الست!

زچ قریش اس پہ نہ ایں مردِ خدا زیر اثر می آید
نہ بزور رے نہ بزر می آید'
درمیانِ خطر و خوف بلا خوف و خطر می آید'
راہ مسدود کنند 'او بہ ہمہ طور مگر می آید'
حلقہ اش را سحر و شام یکے بعد دگر می آید--
اہلِ یثرب سے یہ میثاق کے بعد اک میثاق
فکر مند ایسے ہوئے -واقعہ گذرا یہ طبیعت پہ وہ شاق
دارِ ندوئی میں ہوئے جمع 'موثر کوئی تجویز کریں'
غور یہ نیز کریں
خانوادہ ہے معزز' نہ عتاب اس کا کسی ایک گھرانے پر ہو'
تیر بھی ٹھیک نشانے پر ہو !
ایک اک شخص ہر اک کنبہ کا شامل ہو کر
رات کو حملہ کریں گھیر کے گھر
یوں محمدؐ کا کریں کام تمام-
آخری حربہ ہے یہ ---اس میں نہ لوٹیں ناکام
مت ڈریں کیوں کہ کسی ایک پہ آئے گا نہ اس کا الزام! !
کس قدر سوچ کے تدبیر بنائے بندہ
-- قابلِ دید ہے تقدیر کا لیکن خندہ! ! !

❖ عام الحزن

اے قلم چاہئے اک نوحۂ آہ و شیون
کہ ہے یہ عامِ حزن!
چل بسے عم ابو طالب --وہ بھتیجے کے لئے تھے اک ڈھال'

وائے پھر فرطِ ملال
کہ ابھی ان کا کفن بھی نہ ہوا تھا میلا
سایۂ رنجِ شدید اور نیا اک پھیلا'
ہمدم و مونس و غمخوارِ رسول ؐ--
اولیں مومنۂ اقدسہ --اب امِ بتول ؓ
دارِ فانی سے سدھاریں --وہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،
حوصلہ مند شریکِ غمِ ہستی نہ رہا!

❖ **ہجرت**

ہو گئے اس لئے کفار زیادہ ہی دلیر
کی مزید اور نہ دیر
بے دریغ....
اور لئے تیر کماں نیزہ تیغ
گھیر کر بیتِ نبی ؐ روزنِ در سے جھانکے'
سبز کملی میں کوئی پاؤں سے تا سرتنِ اقدس ڈھانکے
استراحت میں تھا--دروازہ دھکیلا' گیا پھر زور سے اندر ریلا'
سن کے بلوائیوں کا واویلا----
ہڑبڑا کر اٹھا سونے والا
لو! کھڑے ہیں یہ علی ؓ سامنے---" ان آنکھوں پہ پردہ ڈالا
ہم نے ایسا کہ نہیں دیکھ سکیں--اغشینا [٢٦٥] !"
اور وہ بینا [٢٦٦] 'بینا
پڑھ کے یٰسین پیمبر ؐ کا نکلنا گھر سے
رہبری لے کے خداوند بساں رہبر سے--
ثور میں تین شب و روز قیام

واں قریش ان کے لئے -- زندہ و مردہ -- رکھیں سو اونٹ انعام'
زر و تزویر کا پھیلایا کئے دام پہ دام
غار کے عین دہانے سے پھرے وہ ناکام -
تھا یہ وہ لمحۂ تاریخ -- کہ بے ریب و گماں
نوکِ نیزہ پہ تھی اٹکی ہوئی تقدیرِ نژادِ انساں!
کارگر وار نہیں شیطنت اس مرتبہ چل سکتی تھی
فیصلہ کن تھا یہ وہ مرحلہ' تاریخ جسے اب نہ بدل سکتی تھی -
ساتھ ابو بکرؓ ہیں -- دیرینہ رفیق.....
دیں تسلی انہیں - "لا تحزن ان اللہ معنا - صدیقؓ!"
(ساتھ اللہ ہمارے ہے مخالف سے نہیں گھبرانا)
لو' تعاقب میں سراقہ کے بھی گھوڑے کا الف ہو جانا!!
--- آخرِ کار نظر آئیں -- وہ یثرب کی حدود
بحفاظت ہے ورودِ مسعود -
مرحبا......
منزلِ اول ہے قبا'
کبھی اترا ہے نہ اترے گا پھر اس شان کا مہماں -- بخدا'
دہر میں رکھی گئی مسجدِ اول کی بِنا ---
فرخ و سعد ہے وہ برج ٹھکانہ جہاں اس ماہ کا ہو'
کشور ایسی ہے مبارک کہ وردد اس جگہ اس شاہ کا ہو'
سب نگاہوں کے احاطے ہیں منور' ہیں دیارِ دل و جاں امن مقام'
خیر مقدم کے زبانوں پہ سلام'
رنگ برلالہ گہر در صدف و بو بہ ہوا
آن قدر لطف ندارد کہ تو در خانۂ ما -

مِن ثنیاتِ وداع [267]
طلع البدر [268] علینا، وجب الشکّر دعا-- لِلّٰہ داع
دف زن و زمزمہ انگیز جوار [269] النجار
حبذا! خیر و محمدؐ من جار!
--یثرب اب تک تھا مگر آج سے موسوم نبیؐ کا یہ مدینہ [270] ہو گا
اس جگہ جلوہ نما نورِ سراپردہ سینا ہو گا۔

○

خضر کہنے لگے: "ہم بادیہ پیما ہیں، وطن کیا جانیں
کیسے اس کے ہیں چلن-- کیا جانیں،
کچھ نہ کچھ سانحہ پھر بھی تو غریب الوطنی ہوتی ہے
بسکہ 'پردیس میں' سنتے ہیں 'سدا جاں پہ بنی ہوتی ہے۔"
تو کہا میں نے: "وطن کے سبب انسان ز ایامِ عتیق
تنگ، زچ اور ہے ضیق۔
مہرباں گرچہ یہ نکتہ ہے دقیق
ہجرت اک فلسفۂ ملتِ اسلامیہ ہے
اور احکامیہ ہے،
وطنیت کا ہے بت اس سے تباہ
محکم اس سے یہ عقیدہ ہے-- الارضِ للّٰہ!
بسکہ ہے ملک کا جغرافیہ تنگ
اور انسانیت کے واسطے کر دیتا ہے یہ قافیہ تنگ،
آپ نے دیکھا نا مکہ میں ابوجہل کا حال
اور تھے از حبش و روم صہیبؓ اور بلالؓ۔
ہجرت-- انسان کی ہمتائی جوہر پہ گواہی ہے یہ،

دھوئے جو رنگ کی زردی و سفیدی و سیاہی ہے یہ'
بہرِ انسانیت اک فعلِ رفاہی ہے یہ'
متقاضئ محبت' رہِ اخلاص کی راہی ہے یہ'
چاہئے ترکِ وطن -- سنتِ محبوبِ الٰہی ہے یہ'
ہجرت اک واقعہ گھمبیر بھی ہے
کہ یہ اسلام کی تاریخ کا اک نقطۂ تغییر بھی ہے۔"

❖ غزوات ثلاثہ

بیس مثقال زر اڑسے ہوئے کیسہ میں بذیرِ دامان
پارہ پارہ ہے گریبان....
کجاوے کو الٹ ڈالا ہے' بیٹھا ہوا خود بر کوہان
خونچکاں اونٹنی کے ناک' دم اور دونوں کان'
ہیئت اجرت کے عوض ایسی بنائے ہوئے -- اور شور کنان
نالہ' فریاد' فغان
آئینہ میں ہمیں ضمضم نظر آتا ہے کہ ہر جا' ہر آن
کر رہا ہے یہ مسلسل اعلان:
"لٹ گیا مالِ تجارت' ارے فریاد سنو' یہ فریاد
اب تو کمزور بھی کرنے لگے کھل کر بیداد!
اہلِ مکہ رہے اب یہ ملحوظ
کارواں شام کا آئے گا نہ بچ کر محفوظ'
سخت خطرہ اسے لاحق ہے سرِ رہ --- متمنّی ہے مدد کا سفیان
کوئی امداد' کوئی ردِ بلا کا سامان'
ہے قوی راہزنی کا امکان
ہیں تعاقب میں محمدؐ کے مسلمان'

ہمارے مفرور
اب تباہی و خرابی ہے ضرور---
وائے وہ مالِ تجارت گیا، فریاد سنو، یہ فریاد
وہ جو زنجیر میں تھے ہاتھ کبھی، ہیں آزاد
صید سے خطرہ میں آیا صیاد،
واشگاف اب تو میں کہتا ہوں، یہ ہے میرا خیال
ہو گیا امرِ محال
تم کسی طور بچا لاؤ گے یہ مال منال--
ناقہ بر ناقہ وہ سندوس، خریطہ پہ خریطہ وہ رتن ہیرے، لال
کئی صندوق عماری، کئی قیراط مثقال!"
--پھر ابو جہل کی گونجی للکار
آتشِ کینہ سے لہجہ تھا غضب شعلہ بار
اور الفاظ شرار
"معرکہ، معرکہ، غزوہ، پیکار!"
تیر چلّے پہ چڑھے اور اپی ہر تلوار،
غُلہ انداز فلاخن کو اگر تانتا ہے، تولتا ہے نیزے کو نیزہ بردار،
اسلحہ کی تھی جھنا جھن-- جھنکار،
جنگ کے طبل کی گونجی گوہار،
لڑنے مرنے کے لئے ہو گئے یکدم تیار،
بیشتر ان میں قریشی سردار
چیدہ چیدہ--وہ جری و جرار
کیل کانٹے سے ہوئے لیس---پیادہ و سوار
کہ تھے تعداد میں سب ایک ہزار۔

---کارواں آگیا محفوظ زراہِ دشوار
منزلیں مارتا بر کوہ و کنار۔
ایک ہرکارا اڑاتا ہوا آتا ہے غبار
اطلاع دی انہیں 'بس ختم ہے وجہِ تکرار'
سرپھٹول ہے فضول اور تنازع بے کار'
پس پلٹ آئیں لوئی لے کے علمدار....
کریں ترکشوں میں تیر' میانوں میں کشیدہ تلوار'
اب وہ کھڑکائیں نہ کھانڈے 'نہ اٹھائیں ہتھیار---
تھا ابوجہل کو لیکن اصرار
فیصلہ چاہئے دوٹوک 'ابھی اور ریک بار
پس لگاتار....
وہ کرتا ہوا آگے یلغار--
ہوگیا بدر میں 'چشموں سے پرے خیمہ زن
کہ وہ اب شہد رخوں سے بجھائے یہاں سینے کی جلن۔
خضر کہنے لگے: "دنیا میں اگر ہیں بوجہل
تو نہیں ہے یہ سہل
ہو محمدؐ کی یہاں امن پرستی تسلیم'
خوش دلی سے علمِ صلح نہ لہرائے غنیم
تیغ ہی تیغ برہنہ کو ہمیشہ کرے پابندِ نیام۔"
تو کہا میں نے کہ بے شک ہے وطیرہ یہی عام
پیش آتی ہے حقیقت یہ مدام
ناگزیر ایک برائی ہی سہی
ٹھونس دی جائے لڑائی---تو لڑائی ہی سہی!

لقمۂ تیغ اجل ہوں کہ ہیں گردن زدنی سارے یہ'
شہر مکہ کے جگر پارے یہ
تین سو تیرہ مسلمان 'انہیں زعم کہ ہے تین گنا سے بھی زیادہ تعداد .....
وہ نہتے 'یہ مسلّح 'وہ پیادہ 'یہ سوار'
وہ فقط تین سو تیرہ ہیں --- یہ ہیں ایک ہزار
ایک جمعیتِ جارح کے مقابل ہوئے مجبور 'کریں چند افراد
فی سبیل اللہ جہاد ---
پھر -- بدرِ نصرکم اللہ
"روسیہ" [٢٧١] کھیت رہی رن میں وہ مضبوط سپہ'
خون آگشتہ بسر خاک 'پراگندہ ہیں اربابِ فساد
نہ ابو جہل بچا اور نہ کئی اور اہم ہیچ سواد'
حضرت! اس معرکہ سے ہوگئی حیثیتِ اسلام نمایاں محکم
واقعہ فیصلہ کن --- معجزۂ ذاتِ رسول اکرمؐ '
تھا یہ دیباچۂ فتحِ عالم!

○

خضر کچھ کہنے ہی کو تھے کہ یہ آواز آئی
"اے صبی دیکھ کے آ 'میری تو جاتی ہی رہی بینائی
(نوحہ گر ہے کوئی) -- کیا المیۂ بدر پہ رونے کی اجازت پائی'
میں بھی تا آنسوؤں کے بند کہ باندھے گئے 'آخر کھولوں
حارث [٢٧٢] وزمعہ پہ جی بھر کے 'تڑپ لوں 'رولوں!"
شاعر اسود کو یہ معلوم ہوا جب کہ یہ غم کی ماری
کشتگاں پر بھی نہ کرپائے بکاو زاری
تو لگی چوٹ وہ دل پر کاری

کہ ہوئے شعر یہ حسرت یہ زباں سے جاری:
جاگ مت 'اونٹ کے گم ہونے پہ بے چین نہ ہو [۲۷۳]
اور اس طرح نہ رو'
گر تجھے واقعی رونا ہے -- تو رونے والی ---
بدر پر رو' جہاں تقدیر نے کی کوتاہی
وہ تباہی
کہ ہوئے ہائے بھرے گھر خالی --
میں نے سن کر یہ کہا: "درد بھرے ہیں اشعار!"
خضر بولے: "بڑے دلدوز' کہے آدمی سن کر ناچار
اِنّ فی ذالکِ العبرہ 'مگر ایسے نہ تھے اہلِ ابصار۔"
تب یہ میں "خاکِ ابو جہل اڑاتی تھی ہر اک دل میں غبار
پھر نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے فتنہ کے شرار'
اسقنی اسقنی کی چیخ پکار۔
حملہ آور وہ مدینے پہ ہیں اب بدلہ چکانے کے لئے'
خون کی پیاس 'وہی خوں سے بجھانے کے لئے'
دل کے گھاؤ بھریں گے دل پہ لگا کر ہی وہ گھاؤ اب کے
آئے ہیں اور پہاڑی پہ احد کی ہے پڑاؤ اب کے'
تا کہ پسپا نہ ہوں وہ پیشِ غنیم
ہندہ و ثقفیہ و برزہ و رابطہ و سلافہ و خناس 'امِ حکیم --
ساتھ آئی ہیں -- رجز گائیں گی 'غیرت کو یہ للکاریں گی'
آگے بڑھنے کو ابھاریں گی
لہو پی کے عدو کا --- جگر و دل بھی چبائیں گی یہ
مارنے مرنے پہ مردوں کو بہت طیش میں لائیں گی یہ

پہلوئے عیش میں ورنہ نہیں آئیں گی یہ۔
دف کی آواز پہ ہم زمزمہ ہیں ۔۔" نحن و نباتِ [۲۷] طارق ۔۔"
زیرِ پا عمدہ نمارق اپنے'
دُر دو پٹوں میں ٹنکے' مشک پذیرفتہ مفارق اپنے'
چال میں کبک' قطا اور ربوارق اپنے'
تضلوا العانق واو تدبروا الأنفارِق ۔۔
دوبدو دست بدست اب پڑا گھمسان کا رن
ھل اُمِت ۔۔اور اَمِت' نعرہ زن
حملہ آور ہوئے اک دوسرے پر یاں کمنیت
واں پہ گو پھن کے بھنکیت'
نیزہ بردار کمیت
آگے دوڑاتے ہوئے پل پڑے یوں ناقہ سواروں کے سمیت
خوں کی دلدل ہوئی ریت۔
تشنہ تلواریں لہو چاٹتی ہیں
گردنیں کاٹتی ہیں ۔۔
ڈھال سے وار رکے گر تو جھلم چھید کے ہے پار انی'
موت بالکل نہیں اب منتظرِ جان کنی
اس طرح چاروں طرف اب وہ بکھیرے لاشیں
جیسے تربوز کی قاشیں....
کرے اک تیز چھری بے اٹکے ۔۔۔
کفر و ایماں کی کشاکش میں فریقین مقابل ڈٹ کے
شد و مد کی ۔۔ کئے جاتے تھے لڑائی'
ہوا واصل بہ جہنم ادھر اک اور ادھر اک نے شہادت پائی'

دوپہر بیت گئے --
اہلِ ایماں کو یہ محسوس ہوا جیسے کہ وہ جیت گئے '
دشمنوں کی صفیں جیسے ہوئیں درہم برہم '
جیسے میدان سے کفار کے اکھڑے تھے قدم ۔
جم کے کچھ دیر لڑے
اور پسپا ہوئے پھر واقعی وہ بھاگ پڑے --
اب جو روکے ہوئے ناکہ تھے کھڑے .....
جس جگہ رخنہ پہاڑی میں ہے مثلِ درباز
متعین تھے پچاس اپنے بہادر سرباز ۔
یہ ہدایت تھی "ہمیں دیکھو پرندے بھی اچک لے جائیں
فتح کفار پہ یا ہم پائیں
ہرگز اپنی نہ جگہ چھوڑنا تم
عہد کرلو -- کسی صورت نہ اسے توڑنا تم !...."
دیکھتے ہی کہ ہوا جنگ میں بھاری پلہ
واں سے ہٹ آئے -- پلٹ کے کیا خالد [275] نے ادھر سے ہلہ
زوردار اور شدید
کہ مسلمان کئی کھیت رہے -- ہوگئے حمزہؓ بھی شہید '
ابتری پھیل گئی اور مزید
کہ گرے جونہی علمدار مصعب [276] ابن عمرؓ (اور یہ چندے تھے نبیؐ کے ہم شکل)
تو یہ قاتل نے کہا -- **اِنّمحمدٌ قدقتل** !
ابتری سخت ہے -- **اقتل امتِ اقتل** کا مسلسل ہے خطاب '
ہیں مگر گردِ نبیؐ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اصحاب
طلحہؓ [277] انصاری تلک جان سپاری کا سماں ایک سا شماسؓ [278] بن عثماں سے

ایک کے ہاتھ میں ٹوٹی ہیں کمانیں کئی تو ایک گیا ہے جاں سے ،
ہاتھ پر طلحہ [۲۷۹] عبیدہؓ نے ' دجانہؓ نے سہی پیٹھ پہ تیروں کی مسلسل بوچھاڑ ،
ہیں قتادہؓ [۲۸۰] کیے خود چہرۂ انور کے لئے چہرہ آڑ ...!
مقتل اس سمت ' ادھر ہے مذبح '
ہو کے مجروح ' نبیؐ نے کہا --- "کیف [۲۸۱] یفلح
قوم جو اپنے پیمبر کو دیئے جائے گزند
اے مرے ربِ ہمہ پست و بلند!
بسکہ بے علم بہت ہے یہ --- لقومی اغفر [۲۸۲]
اس پہ رحمت کی نظر '
فضل فرما ' یہ مری قوم ہے ' کر فضل اس پر ---"
غالب آنے کا نظر جب نہ کچھ آیا امکان
چھوڑتا دل کے پھپھولوں کو پکارا سفیان
بلکہ چلایا -- "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم --- یہ سن لو"
تو جواباً "یہ نبیؐ - اللہ مدد گار ' لنا مولیٰ ولا مولا لکم - یہ سن لو -"
تب وہ سالارِ قریش -- اچھا تو یہ مسئلہ طے آئندہ سال '
ہے بہم گردشِ الحرب -- سجال [۲۸۳]
ہے زمانہ کا عمل یوم بہ یوم
قوم اک زیر ہے فاتح اک قوم '
ایک ہی دائرے میں رسم یہ جاری ہے --- میں آیا تو چل '
ہے احد آج اگر ' بدر تھی کل
اعل [۲۸۴] --- ازلام کا نگران -- ہبل! "
حسبِ ارشاد نبیؐ یوں بجواب اس کو عمرؓ -- "سن کہ اللہ اعل اللہ اجل!!"

خضر کہنے لگے: "دو طرفہ اگرچہ ہوا اتلافِ جاں
جارحانہ ہے بدستور عزائم میں مگر بوسفیاںؓ
یہ پشیمان نہیں --- لاکھ نظر آئے پریشاں حیراں
کہہ چلا ہے کہ ضرور آئے گا --- فتنہ ساماں
بس خدا ہی کی اماں!"
تب ہوا آئنہ میں عکس نما --- اور زمان
حربۂ حربِ نوی پیش ہے شوریٰ میں، یہ بولے سلمانؓ:
"قدرتی آڑ ادھر سلع کی ہے مثلِ فصیل اور بہ یک سلسلہ اطراف مکان
بیچ میں کوئی جگہ گر ہے کھلی --- باغ ہیں یا نخلستان،
سامنے کے لئے تجویز دفاعی ہے -- ہم اہلِ ایران
کرلیا کرتے تھے خندق تیار،
کوئی تعداد ہو دشمن کی اسے ہے دشوار
کرسکے پار ------
اگر ناکوں پہ سب پہرہ دار
مستعد ہوں، رہیں چوکنا، وہ چوکس ہشیار
روک لیں بیسیوں کو بس دو چار ---"
ایک دم جٹ گئے اس کام پہ سب جاں نثار
پھاوڑا گینتی سنبھالے ہیں نبیؐ ساری کھدائی میں شریک
اور یہ شانِ مشقت -- کیا ٹھیک
پیٹ پر باندھ رکھے ہیں پتھر،
والئ شہر ہیں -- پھر بھی ہے کئی روز سے فاقہ پہ گذر!
--- دور افق پر وہ نمودار ہوا ابوسفیان
اب کے ہیں زیرِ کمان

کوئی چوبیس ہزار اوپچی ' سب جنگ کا سازوسامان '
اجرتی بدووزنگی بھی -- قبائل بھی سلیم واسد ومرجع واشجع غطفان '
ہیں پس پشت مدینہ میں منافق بھی خلاف
صلحنامہ سے یہودی بھی ہیں انکاری صاف --
ہاں مگر سارے یہ احلاف ' احزاب
قدرت حق سے ہوئے خوار و خراب!
کاروائی کا نہ باہم رہا امکان کہ خندق ہوئی حائل ان میں '
مشترک کیسے ہوں مابین تدابیر و وسائل ان میں '
بڑھ گئے بلکہ مسائل ان میں '
بن پڑا کچھ نہ تو گھبرا گئے ہم عہد قبائل ان میں
کچھ مخالف بھی بنے امن کے قائل ان میں۔
یہ لڑائی بھی عجب ' پانچ مرے ' چار تھے گھائل ان میں --
بیس دن بیت گئے ' اور جھڑپ کوئی ہوئی بھی اگر ' اکا دکا
تیر اک آدھ چلایا تکا '
پھوٹ کے ہو گئے آثار نمایاں تو بڑھی پھر ان بن
اور **فارسلنا**[۲۸۵] **علیھم ریحا**" --
رشتے سب حیلہ واغراض کے کٹ جاتے ہیں '
تیر تلوار کماں ان سے کوئی آکے جھپٹ جاتے ہیں '
سخت آندھی میں اکھڑتی ہیں طنابیں بھی قناتیں بھی ' کجاوے بھی الٹ جاتے ہیں '
سب کپڑ کوٹ چمر راوٹی پھٹ جاتے ہیں '
سانس الجھتی ہے ' ذہن گرد سے اٹ جاتے ہیں '
مورچے چھوڑ کے ہٹ جاتے ہیں '
بدحواسی ہے فزوں ' جنگ کے میدان سے احزاب پلٹ جاتے ہیں

کیسے مایوس نپٹ جاتے ہیں۔
ہے زبردست کا انجام یہی عزم سے اللہ پہ بھروسہ کئے مظلوم جوڑ جاتے ہیں'
ظلم کے قصے اسی طرح نبٹ جاتے ہیں'
صبح کے سائے ہیں دوپہر میں گھٹ جاتے ہیں۔
الذین امنو' ذکرو کہ چڑھ آئی تھی سپہ بعد سپاہ
جب مدد آگئی تھی من اللہ!
--ہو گئے اب کے قریش ایسے زبون اور خراب
دین اسلام کو محکوم بنانے کا ہوا ختم ہمیشہ کے لئے ان کا خواب'
پھر کبھی مجتمع ایسے نہیں ہوں گے احزاب--
بلکہ اب امن سے سیکھیں گے وہ توحید واخوت کے اصول و آداب۔

❖ غداری کا خمیازہ

خضر کہنے لگے "ہیہات-- مکرر ہیہات
کچھ سمجھ میں نہیں آتی یہ بات
ایک ہی شہر میں ہمسائے یہ صیہونی سات
تھی انہیں ایسی مخالف کیوں گھات
دوست تو دوست' نہیں چاہئے دشمن بھی مگر کم اوقات؟"
تو کہا میں نے "بڑے ہی بد ذات
منہمک سازش و تزویر میں تھے وہ دن رات
اِک ذرا وعدہ و میثاق کا احساس نہ تھا'
عزت نفس کا کچھ پاس نہ تھا۔
ہو گی واضح مرے اک شعر سے ان کی طنیت
"دوست تو خیر غلط ہی تھا مگر وہ شوکت
جب مخالف ہوا دشمن بھی کمینہ نکلا!"

نیش عقرب یہاں تحقیق کے بعد از پئے کینہ نکلا--
شہر یثرب میں مقیم ایک زمانے سے تھے یہ صیہونی
مرفہ الحال مہاجن کی طرح افزونی'
لیکن اسلام سے ناصاف' خلاف اس کے عزائم خونی
بے طرح ریشہ دوانی تھی' وہ ہتھکنڈے' کہو مجنونی
تھے ہلا ہلیئی یہ اور کبھی افسونی'
چھت پہ سے پاٹ گرائیں' کبھی کھینچیں تھونی---
موذی و مفسد و فتنہ پرداز'
وہ دریدہ دہن و دست دراز
کہ نہ غداری و ہنگامہ سے رہنا کبھی باز-
بے سبب ان کی نئے دیں سے ٹھنی رہتی تھی'
دوست دشمن کے وہ ہوں' دوست سے وعدہ شکنی رہتی تھی'
نیک طینت نہ ہو تو بن نہیں سکتا کبھی اپنا کوئی غیر
سو قینقاع و قریظہ و نضیر'
اک کے بعد ایک سبھی کیفر کردار کو پہنچے آخر
وہ نکالے گئے یہ اپنی ہی تدبیر سے تلوار کو پہنچے آخر!"
منتشر قوت دشمن ہوئی بیرون' دروں ختم ہوا سازشی عنصر کا وجود
دیر آید و درست آید--اب اسلام کا چرچا ہے بزود
زد فزد-----اور فزود
جوق جوق آئے کئی' **داخل فی الدین جمیعا**-- کہ ہے یہ عام وفود!
کفر ہوگا نہ مزاحم---جو ہوا بھی کہیں ابتر ہوگا'
آن کے موتہ میں زچ لشکر قیصر ہوگا'
غزوہ نزدیک تبوک اس سے بھی بڑھ کر ہوگا'

خم کرے گا سرِ تسلیم یوحنا، تو گرفتار اکیدر ہو گا'
دوبدو معرکۂ مرحب و حیدرؓ ہو گا
سرنگوں پرچمِ خیبر ہو گا---
مرابطہ اور قصارہ و نطاۃ---اور قموص اور سلالم اور شق [۲۸۶]
ذھق الباطلُ---لاریب بہ فیہ---**جاء الحق**
دین کے چہرہ پہ تاب آئی ہے منہ کفر کا فق'
ہر طرف ایک ہی منظر ہو گا
کل عرب کے لئے صرف ایک خدا' ایک قراں ایک پیمبر ہو گا۔

○

دیکھی جاتی نہیں جندل کی زبوں حالتِ زار
چوُر ہر عضو ہے زخموں سے پڑی ہے وہ مار
پابہ زنجیر ہی مکہ سے بدقت وہ کر آئے ہیں فرار۔
استغاثہ کے قریشی سفرا کو ہے مسلسل اصرار
شرط ہے ازروئے میثاق [۲۸۷] اسے لوٹائیں
یہ مسلمان اسیر' آئے ہیں ہم یاں' اسے واپس لے جائیں'
طے شدہ امر ہے' پس اذن بجا فرمائیں۔
منتظر سارے مسلماں ہیں بڑے درد کے ساتھ
اس جماعت کا تعلق ہے یہی فرد کے ساتھ'
بے توقف یہ نبیؐ کا ارشاد:
"رکھ نہیں سکتے پنہ میں یہاں جندل تجھے افسوس آزاد'
مدعی حق پہ مصر ہیں' تجھے جانا ہو گا'
مصلحت اس میں مرے رب کی جو ہے' جلد ہی آگاہ زمانہ ہو گا۔"
---خضر کی طبع میں کچھ مثلِ عمرؓ میں نے گرانی دیکھی

وہ پشیمان سوئے ظن پہ ہوئے تھے--- سو وہی بات پرانی دیکھی '
غیب داں گرچہ نہیں 'غیب پہ لیکن ہے یقیں
نکتہ چیں کس لئے ظاہر پہ--- بغور اصل بہ بیں
کہ ہے یہ وحیِ متیں
ہم نے اک فتح عطا کی ہے لکَ فتح مبیں!
بسکہ یہ حکمتِ مخصوصِ الٰہی ہے نبیؐ کو معلوم
جس صحیفے پہ رقم ہے یہ 'اسے مان کے چوم۔

○

یا نبیؐ تجھ پہ جو اترا ہے 'سو پہنچا دے یہ
انّ لا نعبدُوا الا اللہ ولا نشرک بہ '
بعض ارباب کریں بعض کو اپنوں میں سے 'من دون اللہ۔
مسئلہ طے یہ عرب میں ہوا 'تبلیغ بروں اب یہ ہوئی شاہ بہ شاہ '
قاصد ارسال کئے دے کے گرامی نامے
ایک خط تھا۔ ز محمد نبی اللہ بہ کسریٰ شہِ ایران-- بایں پیغامے :
"رحمت اس پر ہے ہدایت کو جو دل سے مانے
لائقِ بندگی اللہ کے سوا اور نہ کسی کو جانے '
دل سے کر لے یہ قبول
کہ محمدؐ ہیں رسول '
کیوں کہ سب کے لئے مبعوث ہوں من جانبِ اللہ نبی
دعوت اللہ کی دیتا ہوں تمہیں-- تا کہ دبی
حق کی چنگاری نظر منکروں کو آئے-- یہ ثابت ہو قول
ہے جو زندہ 'میں برائی سے دکھاؤں اسے ہول۔
کر لو اسلام قبول 'اور بچو یوں 'کہ یہ بہتر ہو گا'

کیا انکار-- گنہ آگ پرستوں کا بھی تم پر ہو گا!"
اصل مضموں سے کیا اس نے گریز
سیخ پا ہو گیا، کہنے لگا خسرو پرویز:
"یہ جسارت کہ مرا ایک غلام
کرے تحریر مرے نام سے قبل اپنا نام'
ہو گیا طیش میں جیسے وہ برونِ جامہ
کر دیا چاک گرامی نامہ'
طنطنے میں کیا جاری فرمان
سر نبیؐ کا کرے پیش اس کو، مدائن میں یمن کا باذان۔
دیو استھان میں دور
عود کر آیا عزازیل کی آنکھوں میں ذرا دیر کو شعلوں کا وفور'
اپنے اس آخری داؤ میں بھی لیکن وہ مکمل ہارا۔
سن کے احوالِ خطِ چاک پیمبرؐ نے کہا "ایسے ہی پارا پارا
ہو گا انشاء اللہ ملک اس کا شتابی سارا"
اور بد بختِ ازل بے چارا
خسرو پرویز گیا بیٹے ہی (شیرویہ) کے ہاتھوں مارا!
حبشی شاہ نجاشی و مقوقس شہِ قبطی و بزنطائنی قیصر ہرقل
خوش ہوئے نامہ مبارک سے--- رواداری عمل۔

○

آئنہ اپنی جگہ رہ گیا تھا، خضر مجھے ساتھ لئے
وا مرادیدۂ دل حکمتِ بے طب سے کئے
ظاہری آنکھ سے ممکن یہ تماشا کہ نہ تھا
حسِ محدود سے حاشا--- کہ نہ تھا،

گنبدِ نور میں پھرتے رہے -- یہ دورِ زمانہ وہ تھا'
نہ کبھی پہلے ہی گذرا ہے' نہ ہمچوں کبھی پھر آئے -- یگانہ وہ تھا،
دم بخود راہ پہ اس طرح روانہ وہ تھا
اور میں ششدر و حیراں -- کہ ہمیں کان پڑی اک آواز
سوز لبریز' دل و روح گداز'
عالمِ ہجر میں یہ واویلا :
"ھلَ الالیت [288] "(ف) شعری ابیتنّ لیلہ
-- آہ معلوم نہیں پھر کبھی مکہ میں گذاروں اک رات
ہوں جلیل اذخر و جب میرے سات
آہ ٹھہروں میں سرِ مجنّہ -- (خواہ قلیل)
سامنے ہوں مرے شامہ و نخیل!"
تھے موذّن یہ بلالؓ ---
وائے مکہ میں ہوئے تھے نہ وہ کیا کیا پامال'
تھے مگر یاد میں اس شہر کی کیسے بدحال - - -
ان کو بے مہریِ اربابِ وطن یاد نہیں
کتنے آرام سے غربت میں ہیں --- اندر سے مگر شاد نہیں -
- پھر یکایک --- وہ الھک والھک - [289] - طرفِ کعبہ سے غل -- فریادیں'
پھونک دیں قلب' جگر سلگا دیں'
لاالہ [290] یوم کا شور -- اور چلیں تلواریں
سر بسجدہ ہیں یہ' لیکن وہ ستم گر نہیں چھوڑیں -- ماریں!
دور پھر ایک ہیولیٰ سا نظر آتا ہے
شعر میں عمرو خزاعی وہ حزیں المیہ دوہراتا [291] ہے -
"ہم خزاعی ہیں حلیف آپ کے' بُردہ بُردہ

وائے قتلونا بہ رکعاو بہ سجدہ --- والالیت گنہ ناکردہ'
رکھ لیا باڑ پہ تلوار کی -- آہ
نہ ملی عین حرم میں بھی پناہ'
وہ قریش ان سے ہمارا کوئی جھگڑا نہ نزاع
تھا بنو بکر کا ان سے 'تو ہمارا بھی تو ہے آپ سے اک عہدِ دفاع'
آپ کی ہم بھی اسی طورِ اماں میں ہیں -- مگر وہ سفاک
یوں کریں ہم کو ہلاک'
آپ کے ساتھ کیا تھا جو انہوں نے میثاق
دھر دیا کیسا وہ بالائے طاق!"
---اے قریش! ایلچی بولا" ہے یہ ارشادِ رسولؐ
خوں بہا تم پہ ہے واجب عوضِ ہر مقتول'
جارحانہ جو ہے یہ ساتھ بنو بکر کا --- وہ قطع کرو
اور تاوان بھرو'
یا تو وعدہ کرو ایسا نہیں پھر ظلم کرو گے زنہار
یا جو میثاق بہم ہے --- اسے دو فسخ قرار۔"
زعم سے 'فرطِ حماقت میں قریش اس طرح اعلان کریں:
"ہم کریں گے یہی' چاہیں جو مسلمان کریں
طلب اے واہ وہ تاوان کریں'
جاؤ منسوخ ہوا وہ میثاق
اس کا باقی نہیں ہم پر اطلاق۔"
نقضِ عہد ایسا ہوا تھا سرزد
کہ سزا کی نہ مقرر رہی تھی اب کوئی حد۔
پس روانہ ہوئی ان وعدہ شکن لوگوں کی سرکوبی کو

ختم کرنے کے لئے فتنۂ آشوبی کو
جاں نثارانِ محمدؐ کی سپاہ جرّار'
لیس اب خوب --- پیادہ کہ سوار
جان دینے کے لئے بادۂ حق سے سرشار
یہ کہ تعداد میں تھے بارہ ہزار
اور تھے ہادیِ برحقؐ سالار'
راہ میں کوئی مزاحم نہیں آیا اس بار ---

❖ فتح مکہ

عین مکہ کے قریب آن کے ڈالا ہے پڑاؤ اب کے
رات گہری ہے پہ روشن اسے کرتے ہیں الاؤ اب کے'
مندمل ہوں گے دل و روح کے گھاؤ اب کے
چل نہ پائے گا عدو کا کوئی داؤ اب کے
جھوٹ اٹھ پائے گا وہ بیچ کے نہ بھاؤ اب کے'
--- پکڑا آیا ازلی دشمنِ جان و ایمان
پیش دربارِ رسالت میں ہوا ابوسفیان'
عرض فاروقؓ نے کی "اب کہ گرفتار ہے یہ ناہنجار
گر اجازت ملے بندے کو 'ابھی اے سرکار
ختم کردے اسے میری تلوار'
اس نے کیا کیا نہیں ہم سب کو دیئے ہیں آزار
یاد آتے ہیں شہیدانِ احد --- اور وہ احزاب کے دن دل افگار'
ہاتھ سے اس کے اماں پائی نہیں دور مدینہ میں بھی جا کر ہم نے۔"
جان بخشی کا مگر حکم دیا رحمتِ دو عالمؐ نے
اور فرمایا --- **فھوا امن** [۲۹۲]

اس کے گھر میں جو پناہ لے -- جس دن
داخلِ مکہ مسلماں ہوں ظفریاب --- **فھوا امن**
ڈال دے جو کوئی، ہتھیار لڑائی کئے بن،
عام اس کے لئے بھی عفو کا یہ آوازہ
لے پناہ بیتِ حرم میں کوئی، یا بند رکھے دروازہ --
--- اور پھر سامنے آتا ہے عجب نظارہ
روبرو پیش ہوئے وہ کہ جرائم کا نہ تھا جن کے بجز قتل کوئی کفارہ،
ایک اک شہر کے قانون سے گردن زدنی ان میں ہے
وحی کا ان میں یہ شاعر[۲۹۳] ہے محرف، تو وہ رقاصہ [۲۹۴] بھی ماخوذِ دریدہ دہنی ان میں ہے،
او رہندہ ہے -- جگرِ عم کا چبانے والی!
بھیڑ سب -- نت نئے ظلم اہلِ خدا کیش پہ ڈھانے والی،
یہ ہیں وہ لوگ -- سدا امن کے بدلے کیا کرتے تھے فساد
جو محبت کے عوض رکھتے تھے کینہ، پئے اخلاص عناد،
یہ شکنجہ کش و موذی --- جلاد،
-- سب عوام اور خواص
جن پہ لازم تھا قصاص ---
لیکن ان سارے خطاکاروں کے حق میں یہ ہوا اب ارشاد:
"جاؤ تم ہو آزاد ---
تم پہ الزام نہیں آج کے دن -- لا تثریب! [۲۹۵]
سب بڑے چھوٹے، امیر اور غریب
جاؤ آزاد ہو تم ---- الطلقا۔
وحشیؔ قاتلِ حمزہ سے بصد رنج کہا -- تجھ پہ نہیں تنگ یہ دیں کا حلقہ،
تو نے حمزہ کو کیا قتل کہ تھا جائے پدر

تو مرے سامنے مت آیا کر!"

--- کفر کا ہو گا نہ مکہ میں گذر

حرمِ کعبہ میں باطل پہ ہے حق بالادست ۲۳۰ء

گفت الا اللہ --- بہ لا قامتِ لاتِ شکست![296]

❖ غزوۂ حنین

دورِ آئینہ میں --- میدان و جبل کے مابین

ہے بپا غزوۂ سنگین حنین --

فوجِ اسلام کو تھا کثرتِ تعداد پہ ناز:

ایسے جھپٹیں گے وہ دشمن پہ کہ جیسے کسی کنجشک پہ باز،

شیر کے سامنے آیا ہے غزال،

بازِ جرّار کا لے سامنا جرّہ -- یہ محال

کیا سکت تاب مجال ----

دم کی دم میں وہ کریں ایسا عدو کو پامال

جیسے کھایا ہوا بھس، جیسے پرال! ۲۱۰ء

یہ گماں، زعم، خیال

بسکہ اللہ تعالیٰ کو ہوا نا مرغوب

یہ "**فلم تغن**"[297] سے احساس دلایا گیا خوب ---

اس جمیعت پہ گئی جیسے الٹ بازیِ جنگ

وہ زمیں ہو گئی تنگ،

ایک دم مچ گئی بھگدڑ ان میں

ابتری پھیل گئی ---- اور صفیں، پڑ گئی گڑبڑ ان میں،

رن سے وہ بھاگ چلے ----

ابر میں آیا تھا سورج، مگر ایسا نہ مشیت کو تھا منظور -- ڈھلے!

معاً ”اک نعرہ بڑے زور کا گونجا یہ -- ”انا النبی و -- لا کاذب“
تھی یہ آواز مگر کیا جاذب ---
بھاگنے والے رکے ' اور لڑائی کی طرف ایسے جھپٹ کر آئے
جس طرح ٹکڑی حماموں [۲۹۸] کی پلٹ کر آئے۔
-- فتح مشکور انا النبیّ لا کذب کے پیغام سے ہے ' [۲۹۹]
کفر کا معرکہ یہ آخری اسلام سے ہے '
خیر کا کلیہ طے --- خیر پہ انجام سے ہے۔ [۳۰۰]

❖ خطبہ - حجتہ الوداع

گنبدِ وقت میں سرگرم روانہ ہم تھے
آئنہ میں کبھی نظارہ کناں تھے ' کبھی بر دوشِ زمانہ ہم تھے --
عرفات آئے ہیں -- اللہ ہمارے لبیک!
جمع اک لاکھ کا مجمع ہے ہر اک ان میں پکارے -- لبیک '
باادب گوش نیوش - اب وہ ندا آئی ؛ ”سنو اے لوگو!
خوب اچھی طرح اب یہ سن لو '
بعد اس سال کے شاید نہ مجھے تم دیکھو۔
(انبیا گذرے ہیں اور امتیں گذری ہیں کئی)
لا نبی بعدی و بعد اور تمہارے نہیں امت بھی نئی '
وحی اب ختم ہوئی میرے بعد
پھر نہ آئے گا ہدایت کو کوئی میرے بعد '
خشیتہ اللہ کی کر دی ہے وصیت تم کو
جان ناحق نہ کسی کی بھی لو '
چور ' بد کار ' غلط رو نہ بنو
ہر بری بات ' برے فعل سے تم باز رہو '

ہر برائی سے بچو--
اور یہ بات سنو اے لوگو!
فرض ہیں صوم، صلوٰۃ اور زکوٰۃ
یہ ادا کرتے رہو بالاوقات---
تین باتوں کی تمہیں میری ہدایت ہے یہ خاص:
فرد کے واسطے درکار جماعت ہے عمل کے لئے لازم اخلاص'
حکمراں کے لئے ہو مشورہ سے بہرہ مند-
دلِ مومن نہیں ان پر ہو کسی حال میں بند!
فی سبیل اللہ جہاد---اس میں چلو گر اک شام
اس مساوی نہ ہو آسائشِ دنیائے تمام'
تم پہ اک دوسرے کی زندگی و مال حرام
تاقیامت یہ مدام:
ساعتِ حشر معین ہے-- بڑا روزِ حساب
بہرِ اعمالِ بد و نیک--عذاب اور ثواب-
--عورتوں پر جو تمہیں ہے' وہی حق عین ہے ان کا تم پر'
دھیان اس بات کا رکھو---کہ یہی ہے بہتر
چاہیے عمدگی کے ساتھ کرو ان سے نباہ
کہ روا تم پہ ہوئی ہیں وہ بہ اسمِ اللہ----
---جاہلیت میں تھا جن کا بڑا چرچا--وہ امورِ مذموم
وہ زیاں کار رسوم
ہیں مرے پاؤں کے نیچے معدوم!
ترک ہر خون ہے ماضی کا' رہا ہے مفقود
میرے عباس چچا کا ہوا باطل سب سود'

اور ساقط یہیں کرتا ہوں میں عم زاد ربیعہ بن حارث کا بھی خوں۔
اور لوگو تمہیں پھر حکم ہے یوں
کوئی بدشکل غلام حبشی بھی ہو تمہارا سردار
وہ کتاب اللہ پہ قائم ہے، رہو اس کے بھی فرماں بردار،
۔۔۔ تم غلاموں کو کھلاؤ وہی، جو خود کھاؤ
آپ جو پہنو، وہی پہناؤ،
درگذر کرنہ سکو ایسی خطا ان سے ہوئی ہو سرزد
تو الگ کردو انہیں۔۔۔ ہے یہی انصاف کی حد،
وہ بھی اللہ کے بندے ہیں، مری بات پہ تم کان دھرو
ان پہ سختی نہ کرو۔۔۔
اور میری یہ ہدایت بھی سنو
پھول حکمت کے چنو،
عجمی و عربی میں نہیں ہے فرق نہ کالے سے ہے گورا افضل
صرف تقویٰ سے بزرگی ہے، بڑائی کا ہے معیار۔۔ عمل،
سب مسلمان ہیں بھائی بھائی
فرد سب ایک گھرانے کے یہ۔۔ ماں جایا ہیں اور ماں جائی
خوش دلی سے نہیں دیتا ہے اگر کوئی عزیز
غصب کرنا نہ زبردستی چیز،
۔۔۔ دیکھنا، دیکھنا، کرنا نہ ستم رانی تم
امتحاں میں سے نکل جاؤ مرے امتو تاکہ قیامت میں باآسانی تم۔۔
جو یہاں ہیں، وہ انہیں جو نہیں حاضر ہیں، مری سن کے سنائیں ہر بات
کیوں کہ ہوتا ہے یہ اکثر اوقات
کہ بلاواسطہ سننے سے سمجھ لیتا ہے، بالواسطہ سن کر آساں

کوئی نکتہ کہیں بہتر انساں ---"
-- اور سب لوگ کہ حاضر تھے انہیں کر کے گواہ
پھر یہ فرمایا: "نبوت کا ادا فرض کیا میں نے تمام" الشھدٗا میرے الہ!"
نازل اس وقت یہ آیت -- ورضیتُ لکم -- اسلام' یہ دین'
یوم اکملتُ و لکم' دینکم اتممتُ -- ہے لاریب یہی فتحِ مبین!
-- یوم نحر --- اور بہ میدانِ حمیٰ:
"ما انا الا بشر مثلکم" -- اس بات کو تم صاف رکھو یاد سدا
"نہ بنالینا مجھے اوروں کی مانند خدا!"
-- نصرُ الفتح --- جب اللہ کی آئی' تو سماں کیسا تھا
رایت الناس' (کہ واں) ید خلوفی الدین (متین) افواجا'
اپنے رب کی ہے روا
تو (ہمیشہ) کرے تسبیح و ثنا
(اور) فستغفرہٗ -- تو آبا ---
رو کے بولے یہ ابو بکرؓ "نہیں ہم میں رہا نیک تریں بندۂ خدا کا موجود'
ہے مگر تا بہ ابد دہر میں باقی -- وہ رسولؐ اور نمایندۂ خدا کا -- موجود۔
وقت نے سر بہ وفورِ الم و رنج دھنا
نوحہ جب فاطمۃ الزہرہ کا غمناک سنا:
"مجھ پہ ٹوٹے ہیں مصائب کے جو یہ سخت پہاڑ
دل میں آئی ہے دراڑ
ٹوٹتے گر یہ دنوں پر انہیں راتوں سا بنا دیتے اجاڑ"
(صبت علیٰ مصائب لو انّہا
صبت علی الایام 'حزن لیالیا)

پانچواں دفتر

❖

وقتِ دعا ہے.......

❖

کان بہرے تھے' عزازیل کو آنکھوں سے سجھائی نہیں کچھ دیتا تھا'
اپنے چیلوں سے وہ سرگوشیاں کرتا تھا' سنائی نہیں کچھ دیتا تھا۔
یہ زمانہ تھا-- ہمیں آئنہ میں اور دکھائی نہیں کچھ دیتا تھا
بلکہ حیرت تھی' وہ لٹ پٹ کے دہائی نہیں کچھ دیتا تھا---
اس نے دو چار بڑھائے تھے جو مہرے وہ ہوئے تھے سب مات
صبح سے ہار گئی آخر رات!
علّم الآدم الأسما سے بہت آگے بڑھ آئی تھی بات'
ہو کے توحیدِ الٰہی کا گواہ
آدمی اپنی حقیقت سے ہوا تھا آگاہ'
سایۂ عاطفتِ حق میں میسر اسے آئی تھی پناہ'
کھنچ گئی تھی حدِ معروف و نہی-- صاف تھا واضح خطِ نیکی و گناہ'
مستقیم ایک صراط' ایک تھی سیدھی شہ راہ'
ارتقا کا نیا آغاز ہے مِن عندِ اللہ۔
یہ عزازیل خدا سے نہ دبا تھا' پہ نبیؐ نے اسے محصور کیا'
اپنے اصحاب کو محفوظ کیا' اپنے زمانے سے اسے دور کیا'
سخت پابستہ و مجبور کیا'
پھر زمانہ یہ خجستہ--- یہ قرونِ اولیٰ
او جھل آئینہ میں ہونے لگا-- پھر جیسے کھلا بند عزازیل کا ہاتھ-- اور یہ طرزِ طولیٰ!

جو نہی اس دہر سے رخصت ہوئی ذاتِ عالیؐ
جس طرح مل گیا میدان خالی،
سب اکٹھے کئے پھر اس نے حوالی و موالی....
کئے مامور خرابی پہ-- تباہی کے لئے ایک سے اک لعنتی گرگے چھانٹے،
خاص خاص اپنے پریوار کے چیلے چانٹے،
حکم ان کو یہ دیا: "خیر کی ہر رہ میں بکھیرو کانٹے
جان لوا از سرِ نو کام یہ کرنا ہے شروع،
تیرہ بے شک ہوئے ہم ایسا ہی ضوپاش ہوا مہرِ طلوع،
کہ سرِ دست نہ ہے عالمِ خوف اور نہ ماحولِ جوع،
بلکہ یہ شرع کہ مبنی ہے بہ سجدہ و رکوع.......
اس میں اب عدل بھی ہے، ضبط بھی ہے،........
وہ بنی نوعِ بشر کا محسن،
ان میں موجود نہیں ہے-- لیکن
یہ عجب بات ہے اس ذات سے قائم کسی طور ان کا بہم ربط بھی ہے.....
ان میں ہے ایک کتاب
زندگی بھر کے لئے تا بہ ابد خاص مہیا ہے مکمل یہ نصاب،
ہمتِ آدمی کو رکھتی ہے وابستۂ آں بے ہمتا،
خیر کا سیل وہ اُمڈا، نظر آتا ہی نہیں یہ تھمتا،
منہزم ساتھیو! دنیا یہ عجب تنگ ہوئی ہے ہم پر
یہ مسلط نئی اک جنگ ہوئی ہے ہم پر،
آخری معرکہ ہے-- کھیت رہے اس میں اگر ہم تو شرافت کی مسلسل تگ و دو
ختم کر دے گی شرافت کی یہ رو،
اب کے یزداں نے بڑے عزم و ارادہ سے، بچھائی ہے مکمل بازی

آدمی کے لئے ہے آخری یہ نسخۂ ایماں سازی۔۔
واقعی عالمِ برباد میں حیران کن اب کے نئی تعمیر ہوئی،
کامیاب اس کی یہ تدبیر ہوئی۔
دیکھتے دیکھتے تبدیل۔۔ بگڑتی ہوئی تقدیر ہوئی
جانئے 'خوابِ ازل کی تو بر آمد وہی تعبیر ہوئی
کہ بنی نوعِ بشر صاحب توقیر ہوئی۔
مسئلہ یہ ہے کہ ہم ہار کو تسلیم کریں۔۔۔
بیٹھے دیکھا کریں ہم
کامیابیٔ بنی آدم و حوا پہ جلے جان تو ہونکے بھریں ہم،
مشربِ تازہ سے فردوس وہ یہ ارض کی اقلیم کریں۔۔۔
مان لیں سچ کے مقابل عبث و ہیچ ہے جھوٹ،
امن سے نحس لڑائی ہے، بری صلح صفائی سے ہے پھوٹ،
منصفانہ و مساوات کی تقسیم سے بد لوٹ کھسوٹ،
ڈور گر اس بنی آدم کی مرے ہاتھ سے چھٹتی ہے تو بس جائے چھوٹ،
مان لیں۔۔ عبد کا معبود سے رشتہ ہے اٹوٹ۔
خوابۂ عرش کو مقبول وہ فردوس بدر رندہ ہو
خوابِ نخوت مرا افسوس پراگندہ ہو!
واقعی میرے رفیقانِ خبیث ایسی گھڑی اب آئی
کہ مناسب ہے جہنم کی طرف پسپائی۔۔"
آئنہ میں نظر آتا ہے وہاں جو کوئی خناس ہے، قتامہ ہے،
منعقد مجلس شوریٰ کی نشستِ اہمِ عامہ ہے،
دیوا ستھان میں ہنگامہ ہے،
مشورہ دیتا تھا ہر ایک کہ جیسے وہی علامہ ہے۔۔۔

پھر یکایک ہمہ تن گوش ہوئے
وہ عزازیل کی آنکھوں میں جہنم کی دہک دیکھ کے خاموش ہوئے'
آئی اس کی یہ گرج دار آواز
ٹوٹ کر گونج اٹھے جیسے زمانے کے اکٹھے سب ساز:
"طے ازل میں یہ ہوا تھا کہ ابد تک ہے مجھے آزادی
جس طرح میری تمنا ہو کروں بربادی'
غیر ذی زرع کروں یہ وادی----
ہم پہ بے شک یہ بڑا دورِ گراں آیا ہے
تھا کہاں-- رہبریٔ خاص میں انسان کہاں آیا ہے'
ہو گیا کیسا یہ صاحب کردار----
عمل و قول میں ہر طرح سعادت آثار'
کی ہے تحقیق تو معلوم ہوا ہے مجھے یہ نکتہ بہت پراسرار'
کامیابی کی ضمانت ہے یہی ایک شعار
فرد کا بہرِ جماعت---ایثار-
ذات سے نشۂ صہبائے انا زائل و بادہ کدۂ جمع-لنا-کا وہ مسلط ہے خمار
ایک امت کا شعور--اس پہ مفادات نثار'
--نقطۂ مرتکزہ ہے یہی اس شرع کا محور---یہ مدار
یہی جذبہ ہے سپر ان کی' یہی ہے تلوار'
کارگر چاہیے اس پر اک وار
شطّ .... و شک کے تمہیں دیتا ہوں مؤثر ہتھیار
جاؤ ہم باز کرو' ہم اطوار
شیخ رہبان' احبار----
جن سے تکلیف رہی امتِ مرحوم کے صاحب کردار

آپڑے تھے جو مری راہ میں بے حدّ و شمار '
حجت و فتویٰ و تاویل سے اب تابعِ اغراض نصوص
کہ مساوات سے 'وحدت سے 'عدالت سے جو بیّن مخصوص
کرسکیں فسخ مکمل نہ اگر یا وہ انہیں جزوی نسخ
توبناڈالیں مسخ۔
امر معروف کہ جو صاف بدیہی ہے
نہی 'جس پہ وعید آئی ہے۔ تنبیہی ہے '
خلط ملط ۔۔ان سے تعاون کرو ہوان کی مساعی کو فروغ
زشت لگنے لگے خوب اور بنے راست دروغ '
اب مخالف نہیں یزداں کے ہمیں بد رُو ہیں
ساتھ اپنے علمائے سو ہیں '
لوانہیں ساتھ خرابی کی مہم پھر نہیں ہوگی دشوار
راہ کافی یہ کریں گے ہموار۔
کمرِ شرکسو تم 'کھولنے کو ہو درِ فتنہ تیار
ایک ملت کے بہتر نہیں فرقے تمہیں کرنے ہیں ہزار '
سرپہ رکھ دینا ہر اک فرد کے صرف اس کی غرض کا انبار
منقطع کرنیں کریں رشتہ زمہرِ انوار '
پھول ایک ایک گریں شاخ سے 'رہ جائیں معلق بس خار
۔۔۔روزِ روشن پہ چڑھا دیں گے غلافِ شبِ تار '
ہم خزاں خوردہ بنادیں گے بہاریں حق زار۔
خیر یہ حسبِ توقع ابھی عہد آنا ہے
تالحد آدمی کو تو ازیں مہد آنا ہے '
میں جو دیتا ہوں تمہیں نسخہ وہ فی الوقت چلے

آفتاب آیا ہے، جو نصف نہار---اب یہ ڈھلے---
شطؔ برما ہے وہ اس سے دلِ مضبوط میں بھی درز بنا ڈالو تم،
شک وہ حربہ ہے عقیدہ کی اٹل نیو ہلا ڈالو تم'
آزماؤں گا تماشا کرو میں ردّہ و جاہ
ہے بڑا راست قدم قافلہ کچھ سہل نہیں ہے اسے کرنا گمراہ'
مری ترکیب بھی لیکن---اے واہ!
کور کر ڈالوں گا حق بین نگاہ---
برمغ اب سوئے یمامہ تجھے جانا ہو گا'
لے کے میری یہ ہزل ریزیِ خامہ تجھے جانا ہو گا'
بن کے کذاب [301] تلک حاملِ نامہ تجھے جانا ہو گا----

❖ ردّہ

لیکر اترا یہ کلام اس پہ تو بولا کذاب:
"مجھ سے بھی عرش سے کرنے لگا ہے کوئی خطاب'
سہل مسلک مرا، ٹنٹا نہیں اس میں ہے---عذاب اور ثواب'
نہ ہی لازم کوئی سنجیدہ اصول و آداب'
بے عناں رو میں رہے رخشِ شباب'
کعبتین اور شراب---
لو سنو، تم بھی یہ اک جزوِ کتاب
وحی مجھ پر ابھی لایا ہے یہ جبریلؑ کا کوئی ساتھی:
کون بتلائے گا، کیا ہے ہاتھی؟
دم ذرا سی ہے، مگر خوب ہے لمبی خرطوم'
ہے یہ اللہ کی مخلوق حقیر---اس کی مگر ہے کیا دھوم
ہے یہ کیا، اس کی حقیقت کیا تھی

یہ گراں ڈیل، عجب شے ہا تھی!"
---نوحہ لونڈی کا سنائی دیا "ہے ہے' نہ رہا وائے امیر
ایک حربے نے دیا سینہ چیر
اک غلامِ حبشی نے اسے کرڈالا قتل!"
نعرہ وحشی نے بلند اس پہ کیا "مجھ پہ ہو اللہ کا فضل
میرے اس جرم کا یہ خون بنے کفارہ'
میں نے فی کفر' وہاں جب مارا
ہائے وہ شخص کہ تھا خیر الناس'
نہ کیا میں نے ذرا بھر بھی یہ پاس
کہ وہ تھا حمزہ گرامی' نامی
شرِ ناس آج کیا ختم یہ---فی اسلامی![۳۰۲] "
... گرچہ سیلاب یہ ردّہ کا بہا---
کوئی باقی نہ رہا'
مالک و اسودِ عنسی و طلیحہ و سجاع و سلمہ [۳۰۳]
نبوّیہ اور نبی اپنی شریعت کا پڑھایا تھا انہوں نے کلمہ'
سب ابو بکرؓ نے سختی سے فرو کردیا امت میں یہ شر کا فتنہ---
خضر کہنے لگے "اچھا ہے برائی کو پنپنے نہ دیا--
ورنہ تو پھیلتا معلوم نہیں یہ کتنا---؟"
میں نے تاریخ پہ بھرپور نظر ڈال کے یوں تبصرہ تب اس پہ کیا:
"پر عزازیل کے یہ کھیل بہ ہر عہد و زماں جاری ہیں
نئی حکمت سے نبوت کے نئے نت کئی پرچاری ہیں'
لا نبی بعدی (برحق) سے جو انکاری ہیں---"

❖ جاہ

گفتگو چاہیے تھی اور بھی -- نصرت کے سنائی دیے بجتے ہمیں نقارہ و بوق
اور ساتھ اس کے یہ رقت میں صدائے فاروقؓ:
نیلم و لعل کے یہ طشت، خریطے یہ زر و سیم کے اور اطلس و کمخواب سے پُر یہ صندوق
یہ جواں سال کنیزانِ قمر طلعت و اعضائے حریر،
چاق چوبند غلامانِ کثیر،
نو بہ نو، بیش بہا طرّہ و اکلیل و سریر،
فتح کا مالِ غنیمت یہ خطیر....
اور انبوہ در انبوہ لڑائی کے اسیر
یہ صد افزوئی و گوناں گونی
یہ بسا بو قلمونی --- تو سدا کثرت و تعداد یہ دونی، چونی --
عاقبت کار -- مآلِ بدامت سے بہ حد درجہ ڈراتی ہے مجھے،
ان سے بوئے ہوسِ دنیوی آتی ہے مجھے ---"

❖ فتنہ

نظر آیا ہمیں آئینہ میں محصور مکاں
الاماں، وہ غل و غوغا ہے کہ لے کے ہی ٹلیں گے اب جاں،
پھر کہن سال خلیفہ پہ بپا نالہ و فریاد و فغاں --
خون آغشتہ ہیں اوراقِ کتابِ قرآں،
انگلیاں خون چکاں
اور نیزے پہ علم خون شرابور قمیصِ عثماںؓ -
خون کا بدلہ ہے خون -- اور سرِ عربدہ گاہ و میداں
یہ ہے اب نعرۂ آلِ مرواں!

❖ کربلا

-- تین سو تیرہ مسلمان وہ کتنے تھے' یہ اتنے پہ ہوئے تیرہ تین ۳۰۴
کشت و خونِ جمل و قتل و قتالِ صفین'
اموی پہلے ہی موجود ہیں -- پیدا ہیں خوارج اب یہ
مرتضیٰؓ کے ہوئے ہر فرض میں حارج اب یہ!
-- بر سرِ تختِ خلافت متمکن ہوا حیلہ سے یزید
عام بے راہروی' بدعت و انکار شدید'
صورتِ حال یہ بگڑی ہے' بگڑ جائے گی (تاریخ کو خدشہ ہے) مزید'
ہے روا چاہیے اب اذنِ جہاد
اس فریضہ کو بجا لائے نبیؐ کی اولاد'
مختصر قافلۂ حق سے بکثرت متصادم شمر و ابنِ زیاد
حجتِ دیں پہ بنے زندہ شہادت یہاں جاں دے کے حسینؓ'
کربلا -- دیکھ ہیں یہ فاطمہؓ کے نور العین!!
خضر کہنے لگے -- شیون ہے بجا' المیۂ درد پہ لیکن کہو یہ شور و شین'
اس قدر عہد بہ عہد پسِ عہد؟ تو یہ میں نے کہا "درد میں بین
امر فطری ہے -- مگر اے مرے فی الوقت جلیس
مرثیہ گو نہیں میں -- فن کے ہیں استاد دبیر او رانیس --
ہو اجازت تو سناؤں اسی موضوع پہ موزون خیال'
بہ سیاق اور سباق -- اس کا زمانہ بہ زمانہ کیا ہے تجزیہ کچھ آل بہ آل'
بات ایسی بھی نہیں' جیسا اسے فرض کیا ---"
پا کے پھر ان کا اشارہ من و عن واقعۂ کرب و بلا عرض کیا:
---- سینہ شق روح تپاں' حال پریشاں ہم لوگ
سینکڑوں سال سے شیون میں' ترے غم سے نڈھال
قوم کے ذہن میں خوں پاش رہا ہے پیہم

کربلا کے ستم و جور کا دلدوز خیال---

○

ہم نے چن چن کے اسی وقت کیے سب تہ تیغ
تیرے قاتل--وہ سگِ دہر، وہ مردود، لعین
ابنِ سعد، ابنِ زیاد، ابنِ ذی الجوشن کو
ہم کبھی بن گئے مختار، کبھی توابین

○

آلِ اصحابِ کساء پر جو قیامت ٹوٹی
حشر اٹھا دل میں بلاخیز---شہید ابنِ شہید!
برق بن بن کے گرے آلِ امیہ پہ جو ہم
درسِ عبرت بنا---تاریخ میں احوالِ یزید--

○

عہد بر عہد ہے اس پاک لہو کا بیوپار
جس سے تحریر کیا تو نے صداقت کا پیام
نام پر تیرے کبھی تخت، کبھی تاج بنے
جائے فریاد ہے فریاد، امام ابنِ امام--

○

شعبدہ باز شہادت کو سیاست کر کے
مدعی گو تری دہلیز کی دربانی کے
آلِ عباس تھے یا فاطمی و ادریسی
تیرے رشتے سے تمنائی تھے سلطانی کے--

○

سینکڑوں آئے ترے نام کا پرچم لے کر

لیکن ان سے ترا پیغام تو زندہ نہ ہوا
عبرت آموز تو ہے واقعۂ مرگِ یزید
جیسا کہتے ہیں، وہ اسلام تو زندہ نہ ہوا---

○

غم میں ہے بین روا، اشک فشانی جائز
رفتگاں کے لئے کم ہے کریں جس نوع کا سوگ
کون ہوتا ترے ہمراہ شریکِ غزوہ
سوچتا ہوں جو ترے عہد میں ہوتے ہم لوگ---

○

قرنہا قرن سے گریاں ہیں ترے ماتم میں
بارہا کرتے رہے تیرے توسط سے خروج
اپنا مقصود مگر کب تری تحریک بنی
ہم کو منظور ہوا کب تری ملت کا عروج--

○

--کربلا جو ہوئی پاکیزہ لہو سے سیراب
معبدِ سر تو بنی، مشہدِ گردن نہ ہوئی
جس نئی صبح کی داعی تھی شہادت تیری
وہ کہیں عالمِ اسلام میں روشن نہ ہوئی---

○

خضر کہنے لگے "اس خونِ مقدس سے جو منہاجِ نبی
وائے امت کو نہ وہ رہبرِ معراج بنی
کل ہوئی--اور نہ یہ آج بنی!"
میں نے یہ عرض کیا:

"کربلا.... یاد میں اس کی کریں گر غور ہم اربابِ عزا
برملا.... عرصہ کفِ دست ہے زر کار فصیلوں کی جگہ
پیاس کا چاہئے ماحول -- سبیلوں کی جگہ!"
یک بیک آئنۂ وقت نما جیسے وہ کیلائیڈواسکوپ ہوا [۳۰۵]
نور کم اس میں 'نمایاں اب اندھیرا ہی گھٹاٹوپ ہوا'
اب نظر آئی تو کم ہی نظر آئی ہمیں اس عہدِ نجستہ [۳۰۶] کی جمیل اسلوبی
اصل اسلام کی اعلیٰ خوبی'
وہ پر آشوب تھا سیلابِ جہاں 'ناؤ -- یہ ہوتا تھا گماں -- اب ڈوبی'
کھے کے یاں لے گیا بیرز [۳۰۷] -- وہاں ایوبی! [۳۰۸]

○

ملک در ملک زمانہ ہے رواں
حربہ جاہ عزازیل لئے پھرتا ہے کیسا شاداں ---
یہ مراکو ہے' وہ اندلس ہے' وہ طونوسیہ و مصر' وہ شام و کنعاں
غور' قسطنطنیہ' قاہرہ' غرناطہ و بغداد و دمشق و قرواں [۳۰۹]
دلی و غزنی و لاہور و سمرقند و بخارا و ہرات و طہراں --
جیحوں و نیل و فرات و جمن و دجلہ و گنگ و مہراں --
تاجور -- (ظلِّ الٰہ) میر' ملک' شاہ' اتابک' سلطاں'
کاخ و کوشک' محل و قصر' حصار و ایواں'
مرمریں تخت و سریر' افسر و اکلیل مرصع و جواہر افشاں'
طبل و نقارہ -- لوئی' طوغ' [۳۱۰] نشاں'
قاضی و محتسب و بخشی و داروغہ و چاؤش و برابیگی [۳۱۱] و خانِ ساماں'
اور دا بیگنیاں -- لونڈیاں' قلماقنیاں'
خواجہ و خواجہ سرا - پھر زنِ صیغہ [۳۱۲]' زن شوی و زن [۳۱۳] پیرایہ و خوانندہ زناں

طمطراق و حشمِ بے پایاں!
چشمِ حق بین ہوئی ہے جو بہ غائر نگراں
تو ہر اک خوبیِ ظاہر میں مسلسل تھی خرابی پنہاں'
دین اب رہ گیا تھا محض برائے عنواں'
تھا فرو جذبۂ اصلِ ایماں!

○

سر پہ چنگیز و ہلاکو سے بھی ٹوٹے تھے بڑے کوہ گراں'
سبق ان سے ہمیں لیتا نظر آیا نہ کوئی دوُر بھی واں'
ہے تباہی پہ تو شاعر[۳۱۴] ہی فقط نوحہ کناں۔
بازی گر ور نہ وہی ہیں وہی بازی کا سماں'
گویا اک عرصۂ گوی و چوگاں--
امرا ریشہ دواں'
علماء کھول کے بیٹھے ہوئے فتووں کی دکاں'
دار پر کھینچ اسے--- کرا سے زندہ سوزاں'
متفق معبد و دربار یہاں
سازشی شیخ و جہاندار وہاں--
بسکہ تاریخ ہے اوراق بہ اوراق لہو رنگ-- بڑی خون چکاں'
باہمہ حشمت و شوکت--- ویراں!
ریگ زار ایک سراسر ہے-- اگر ہے بھی تو اک آدھ کہیں نخلستاں---!!

○

خضر بولے: "یہ شب و روز تو ایسے تھے کہ مٹ جائے مسلمان کا نام!"
تو کہا میں نے: "خدا کا ہے یہ وعدہ کہ ابد تک ہے بقائے اسلام
اور احیا کے دکھائی بھی دیئے ہیں آثار!"

ہنس کے وہ بولے "جو سادہ نہیں، خوش فہم بہت ہے تو یار،
تیری خوش فہمی کی بنیاد -- یہ پاکستان ہے
سامنے صورتِ احوال ہے پر، جویاں نہ ہے،
اس جگہ خطرے میں اسلام ہے اسلامیوں سے
بس یہی سنتے ہو نا دین کے ان تازہ ترین حامیوں سے،
ہر طرف بس یہی آوازہ ہے
فتنہ و شر کا ہمیشہ جو رہا -- وا وہی دروازہ ہے!
خیر یہ مسئلہ تیرا ہے -- ہمیں کیا لینا،
سچ عمل ایک طرف، جرم ہوا بات بھی اب سچ کہنا،
ہم مگر شکر بجا لائیں کہ ہم کو نہیں اس جا رہنا،
دین کے نام پہ دنیا کا یہ دھندا یہاں البیلا ہے
ہوس و آزو مفادات کا اک ریلا ہے -------
خود غرض اور منافق --- یہ کہوان کا لگایا ہو بھر میلا ہے،
میں کہوں اس نے مقرر جو کہیں اور کیا خاص کوئی چیلا ہے
خود عزازیل ترے دیس میں کھل کھیلا ہے ---
خون رو! کیونکہ روا ایسے میں واویلا ہے!!"
-- کچھ نظر آ ہی گئی تھی جو مرے دیس میں خامی ان کو
اس قدر پھر بھی یہ زیبا نہیں تھی ترش کلامی ان کو،
عارضی اپنے تئیں ہے یہ مرض ----- کیوں ہوا محسوس دوامی ان کو،
نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد
عالمِ پیر --- دگر بار جوان خواہد شد [۳۱۵]
سوچ کر یہ کہ بہت ان سے مروت ہو لی ---
کچھ جواباً "انہیں کہنے کو بمشکل ہی زباں تھی کھولی

کہ شہابانہ ہوئے میری نگاہوں سے وہ او جھل یک دم!
حضرت آئینہ بھی واں چھوڑ گئے -- اس کا مگر یہ عالم
عرض و جوہر کی خرابی کے سبب، پڑ گیا ایسا مدھم
سلسلہ عکس فشانی کا سراسر ہوا درہم برہم،
کچھ بھی تو اس میں نہیں وقت کا سرمایہ نظر آتا تھا،
ڈوبتا صرف مجھے اپنا سیہ سایہ نظر آتا تھا --

○

حیف در چشم زدن جلوۂ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد --
کھل گئی آنکھ مری -- تھی اثرِ خواب سے اس وقت طبیعت بھاری
اشک امڈ آئے، یہ فریاد تھی لب پر جاری
"خضر نے چلتے ہوئے جو بھی کہا -- تجھ پہ عیاں ہے جزو کل
دیکھ اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ !
تیری امت پہ ترے بعد عجب وقت پڑا ،
زک وہ یزداں کو دے اس کے ذریعے سے 'عزازیل ہمہ وقت ہے تیار کھڑا ،
شاعرِ وقت یہاں فرشِ ندامت میں گڑا،
کاغذی جامہ ہے فریادی کا،
نوحہ گر دورِ پس دور کی بربادی کا،
مستقل لب پہ ہے دل دوز فغاں
متزلزل تو نہیں دین ترا --- یہ مگر اہلِ ایماں
دیکھ کر ان کو خیال آتا ہے - یہ وقت دعا، وقت دعا وقت دعا ہے آقاؐ !
پاک محبوبِ خداؐ،
حاملِ کاملِ وحیِ یوحیٰ
زندہ کرامتِ مرحوم کو پھر، چشمِ عنایت فرما
اے زمانوں کے ہدایت فرما!"

❖

تتمہ

وطن آشوب

❖

رزمیہ ---بارِ دگر با نظرِ ثانی یہ
قارئین آپ کو ہدیہ ہے ---بیاں قصۂ انسانی یہ
آفرینش سے 'خلیفہ ہوا تخلیق تو باوصفِ ہمہ دانی یہ
آدمی 'پرتوِ ربانی یہ'
ہو گیا جب گمراہ.......
بن گیا لعبتِ شیطانی یہ'
-----اور جب غیرتِ حق جوش میں آئی تو بیک سلسلہ جنبانی یہ
پھر بنا پیکرِ روحانی---یہ
ہو گیا خواجۂ کونین ؐ کے فیضان سے سبحان اللہ
کنہِ تخلیق بلد 'خود آگاہ!
نقشِ اول کا بنایا ہے یہ عکسِ دیگر
از روئے قاعدہ لازم ہے کہ یہ ہو بہتر
امتیاز......
اور ہے قائم بھی بدستور اعزاز
کہ ادا صرف کیا میں نے قلم کا یہ قرض'
پس بصد فخر کروں میں یہ عرض:
طبع زاد اولیں اردو کا حماسہ ہے یہ
ادبِ عالیۂ السنۂ غیر کے پن دان کے آگے نہیں کاسہ ہے یہ'
جانچیے اپنی کسوٹی پہ اترتا ہوا پاسہ ہے یہ----
فکر و فن توڑ کے زنجیرِ روائج نکلے

اپنی ٹکسال سے سکہ ---جو نہیں وقت نے فرمایا ہے رائج --- نکلے
آرزو کی گئی، دلخواہ نتائج نکلے!

ٹھیٹھ ہیئت رہی ملحوظ نظر، خاص روایت نہیں تبدیل ہوئی
۷۶۹۰ ذوق وہی سے ادق صبر طلب کام کی تکمیل ہوئی

اور تیار یہ تمثیل ہوئی!
ثانیہ فکریہ ---- اثنائے کلام
پیہم احساس کہ ہو کر بھی نہیں بات تمام -----
حرزِ تاریخ ہوا سعد فزا عہدِ قرونِ اولیٰ،
اب اثاثہ ہے فقط ایک ہیولیٰ
کہ ہے عاری ز جمال اور معرّا ز جلال،
مسخ ہوتے ہوئے آئے ہیں ہمیں نور فشاں خد و خال،
۷۷۰۰ پڑ گئے آئینے میں سینکڑوں بال،
اب وہ کردار رہا اور نہ ویسے اطوار
پس نہ وہ لیل و نہار۔
اے خوشا تب جو وہ تمہید کہ تھی
عید پر عید کہ تھی،
اور اب وائے بسا عبرتی انجام کہ ہے
گردش ایام کہ ہے!
آپڑی بات یہ مقطع میں اسے طبع کسی طور بھی موصول کرے
گسترانہ سخن آرائی پہ لیکن نہیں محمول کرے

○

ثانیہ فکریہ --- تکلیف سے کل عالمِ اسلامیہ کا دھیان آئے

کس قدر قابلِ افسوس خرابی میں مسلمان آئے'
نظر ان میں نہیں اب چودہ صدی پہلے کا انسان آئے'
عہدِ ماضی کا وہ سب کرتے ہوئے سوختہ سامان آئے'
عاقِ مستقبل' ازیں حال پریشان آئے'
قتلِ "نشاۃ" کا وہ کرتے ہوئے امکان آئے
پھر نہیں زود پشیمان آئے'
پس نہ دیں ان کی مدد پر ہے' انہیں کام نہ قرآن آئے۔
---امر فی الواقع اب ایسا بھی نہیں پختہ عقیدہ نہ رہے---
اہلِ اعصاب و دماغ و دل و دیدہ نہ رہے'
یا پھر اللہ نکردہ کئے رہنِ عدو ایمان آئے
شرع کے حق میں بنے باعثِ نقصان آئے'
کہ تلافی کا نہیں مرحلہ آسان آئے----
تاہم اک حادثہ سنگین گذرتا ہوا ہر آن آئے
نرغہ ان پر کئے شیطان آئے'
خاص منصوبوں سے اس نے کیا بس میں ان کو
مبتلا کر کے زمانے کی ہوس میں ان کو'
حملہ آور وہ مسلماں پہ مسلماں آسا
جال اب حکمتِ مذموم کا لایا ہے' خیالاتِ زبوں کا لاسا'
دے کے افیونِ غرض کر دیا ہے فرض سے غافل اس نے
عالی و اعلیٰ اٹھے تھے پہ بٹھایا ہے انہیں اسفل و سافل اس نے۔

○

حکمراں ہیں تو وہ بے بہرہ ہیں آئینِ جہانبانی سے
نبوی اسوۂ عمرانی سے

عدلِ فاروقی و فیاضیِ عثمانی سے،
علم کے حیدری اسلوب سے تو حلم کے پیرایۂ صدیقی سے،
اور بھی سقم ہیں کیا کیا جو انہیں دیکھئے گا غایتِ تحقیقی سے۔
مرحمت کردۂ حق شوکتیں ہیں صولتیں ہیں
بے بہا دولتیں ہیں،
سو بہ سو مملکتیں سلطنتیں اسلامی
زندگانی کے محاذوں پہ مگر مستقلاً "ناکامی"،
جب بھی دنیا میں چلے حیثیت و حرمتِ ملّی پانے
(عاقبت کی تو خبر خیر خدا ہی جانے)
اب یہ عالم ہے کہ دریوزہ گرِ غیر ہوئے،
فتنہ گر طاقتوں سے مستدعی بہرِ ہمہ عافیت و خیر ہوئے،
متوّلیِ حرم و کعبہ! طوافِ کلیسا و کنیسہ بنے ہیں یاتری جا جا کے بہ ہر دیر ہوئے،
ہوسِ سود میں افسوس زیاں کا کوئی احساس نہیں ---
کفر ہر چند کہ مایوسی ہے
والیانِ ہمہ فرخ، خوش و خورسند --- کہ مایوسی ہے
آپ سے خیر کی کچھ آس نہیں۔
اور یہ ملتِ اسلامیہ گر وقت اسے راس نہیں
وجہ اشناس نہیں،
"نسخۂ کیمیا" موجود ہے اس میں یہ کسی کے بھی مگر پاس نہیں!

○

مختصریات ہوئی اب ذرا تفصیل سے میں نوحہ جگر کوب لکھوں
وطن آشوب لکھوں ----
دیکھتے دیکھتے ہی مملکتِ پاکستاں

وائے دولخت ہوئی --- جسم نہیں، بٹ گئی جاں!
--- کیسا بر حق تھا قیام
عزم و ایماں کی بدولت یہ کرشمہ کہ ہوا سرانجام'
یک بیک
ایسا خجستہ و مبارک
یہ عجب واقعہ تاریخ کا خوب آیندہ'
حسبِ امید نتیجہ کا نہ حامل ہوا' ہر ایک نمایندہ
حکومت نے حسیں خواب دکھائے کہ رہے بے تعبیر۔
آپ اپنا یہ وطن وقفہ بہ وقفہ کیا تسخیر
بزورِ شمشیر'
الاماں ! حاکمِ وقت آئے عساکر کے امیر
ایک' دو' تین
اٹھائے ہوئے سنگینیں' برسہا برس اف دورِ بسِ دورِ سقیم و سنگین'
قلمِ اشک فشاں
داستاں یہ کرے تحریر
تو دل' اس پہ لہو روئے' سدا ذہن رہے نوحہ کناں'
حافظہ نالہ کشاں
اس زمانے کا جو دہرائے حال'
تجزیہ کیجے تو مجروح خیال!
ایک آمر کی وہ جمہوریتِ خانہ زاد'
دوسرے غرقِ مے و جام نے کی یہ برباد
آئے ہے منہ کو کلیجہ اگر آئے ہے کوئی واقعہ یاد'
منتشر ہو گیا شیرازہ ریاست کا --- عدو کے ہیں اسیر

وائے فریاد
مرے پاک وطن تیرے مجاہد غازی'
کس طرح ہار گئی---جو کبھی جیتی بازی۔
اور لپٹا ہوا وہ دیں کے لبادے میں امیر
قول میں نعرۂ تکبیر
عمل میں وہ صغیر
ایسا---پڑھے بسم اللہ
جھوٹ فرمانے سے پہلے کہ سیاست کی کرے مشقِ زبوں بُلا کراہ۔
بعد ازاں سال بہ سال
قابلِ دید تماشا تھا---معطل ہے ابھی اور بحال
ٹوٹتی پھوٹتی جمہوریت---اس کو کہیں ہم شامتِ اعمال
نہیں قوم کی---البتہ قیادت کی مدام'
تلک الایام
یونہی نسل پسِ نسل بغیرِ احساس
بیس پچیس نہیں پورے برس بیت گئے حیف پچاس!
فائدہ گیر' خود اندیش' یہ بیگانہ سپاس
ناشناس
اپنے فرائض سے (ہمہ قائیِ ہوش حواس)
حکمراں دیتے رہے خوبیٔ جمہور کی کیا کیا نہ ضمانت
پہ امانت میں ہوئے مرتکبِ جرمِ خیانت
کہ نہ تھا کون نہیں لوٹ کھسوٹ اس کا وطیرہ نہ رہا . . . .
اور پھر مجتہدوں مولویوں مفتیوں کا ان سے رہا جو گٹھ جوڑ!
زخم مت چھیڑ---بیاں کرنہ کہانی یہ چھوڑ

جو بدیوار نوشتہ ہے نہ پڑھ 'بسکہ بدیہی ہے نہ آنکھیں یوں پھوڑ'
وقت تاریخ کے پودے سے اکھاڑے گا خودان کا پتہ!
ہاں گذرتے ہوئے حالات کا مذکور رہے البتہ!---
عام ہے عالمِ قتل و غارت
ڈولتی ہے کسی کشتی کی طرح جیسے عمارت
ہے وہ طوفان بپا---امن و اماں کا جو وطن تھا یہ جزیرہ--نہ رہا!....
خونِ ناحق گلی بازار یہاں جاری ہے'
چور سے مل کے سپاہی بھی گھروں پر وہاں یلغاری ہے'
اور کارندہ حکومت کا کھلا بیوپاری ہے'
گرم بازاری ہے
رشوت کی سرِ عام---یہاں قاعدہ اب جاری ہے
کام ہو گا ہی نہیں خواہ وہ جائز بھی ہو'
ہو تو جب حاکمِ دیندار کسی شعبے پہ فائز بھی ہو'
گر خدا بندہ کہیں ہے بھی کوئی تو اسے سو طرح کی لاچاری ہے'
ذمہ داری ہے
مگر پوری کرے حسبِ ضمیر اس کو یہ دشواری ہے'
ایسا بگڑا ہوا ہے آوے کا آوا سارا
دفتری نظم و نسق ایک دکھاوا سارا'
ایسی عنقا ہوئی ہے فرض شناسی یکسر
کام ہوں کاغذوں میں کاغذی فرضی یہ سراسر وہ قیاسی یکسر'
ہے معیشت فقط اعداد کا گورکھ دھندا
اور انصاف---پڑے جس کے گلے میں پھندا'
یہ حکومت کے ذرائع ابلاغ

دود انگیز چراغ ۔
ریڈیو ٹیلی ویژن ۔۔۔ دور کے ڈھول .....
سہانے نہیں لیکن کہ یہ گن گاتے ہیں
جس کا بھی رزق دیا کھاتے ہیں '
جھوٹ کا پول
قلم تو ذرا دڑانہ کھول ....
طوطے مینائیں سبق ایک رٹیں
"سچ نہیں بول" ۔۔۔۔
نہیں یہ ولی نعمت کو پسند '
ہوں زبانیں ہی نہ پاداش میں بند
گردنیں اس پہ کٹیں ۔۔
اقتصادی ہے زبوں صورتِ حال
غیر کے آگے ہمیشہ کشکول .....
گو عروج آیا نہیں اور ہوئے رو بہ زوال:
دورِ جمہوریت میں وہی پابندیٔ جمہور رہے
رائج الوقت بعنوانِ دگر آمری دستور رہے '
مستقل چند گھرانوں کی عملداری ہے
کل تری آج مری باری ہے ۔۔۔۔۔
روپیہ پٹتا چلا جاتا ہے 'مہنگائی ہے
روکھی سوکھی بھی میسر کسے اب آئی ہے '
چار سو ایک دہائی ہے
کہ دو گھونٹ یہ پانی ہی ملے ۔۔۔
(چیز ہر ایک ضرورت کی زبانی ہی ملے)

پھر جہالت ہے، کئی قسم کی بیماری ہے۔
(کی ہے، پھر بھی نہیں تکلیف دہ فہرست بیاں ساری ہے)!
بسکہ قانون ہے جنگل کا گئی لکڑیوں کے ساتھ مری کاٹھی ہے
بھینس تیری ہے ترے پاس اگر لاٹھی ہے،
کیسا انصاف کہ سلب آج بھی سب حق مرے تیرے ہیں وہی:
ہیں زمیندارے وہی، کمّی کمیرے ہیں وہی،
چودھری خان ملک اور وڈیرے ہیں وہی،
جابر اشرافیہ کے بندۂ مجبور پہ گھیرے ہیں وہی،
گھور قسمت کے اندھیرے ہیں وہی،
دیکھنا آئے جو حاکم یہ ارے رے ہیں وہی
راہزن چور لٹیرے ہیں وہی۔
رزق پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں معدودے چند
کاش ان کو کرے سولی کوئی، مسمار کرے بامِ بلند ،
ڈال دے ان پہ کمند
آئیں یہ نیچے ---- بنیں خاکِ زمیں کا پیوند۔
اطلاع آئی یکایک یہ خبر گونجی ہے
غصب ہر اک کی پس انداز جو بنکوں میں کوئی پونجی ہے،
رقم تھی پونڈ کہ ڈالر میں وہ سب اونجی ہے۔
رات ہی رات میں ہر شخص کا سرمایا حکومت کا بنا ،
احتجاج اس پہ کسی قسم کا بھی، جرم خصومت کا بنا
ملک و ملت کے خلاف،
اے خدا پھر بھی کئے جائے تو ان دیدہ دلیروں کو معاف!
اے خدا تو ہی نگہدارِ سفینہ . . . .

اسے محفوظ سدا رکھ --- کہ نہ ہم میں ہے یہ بوتہ نہ قرینہ....
وہ جو فرمائے گئے تھے بہ نواحِ عرفات
الوداعی کلمات،
دین کا ایک خلاصہ کہ جو تھے
سیرتِ مومنِ حق دوست کا خاصہ کہ جو تھے،
اور امت کی بقا کے لئے موعودِ ضمانت
وہ عنایت ہوئے مصداقِ امانت
کہ ہر اک نسل عمل پیرا ہو،
دے کے ورثہ میں اسے عندِ نبیؐ مستحق "الخیرا" ہو!،
(اے مری کلک شکستہ رہی اب تجھ میں وہ جولانیٔ دُرّاج نہیں)
مرثیہ لکھ کہ جو فرمایا تھا پاس اس کا ذرا آج نہیں
امتی ہیں --- نہیں، ہم مقتدیِ صاحبِ معراج نہیں!

○

بس یہ قصہ نہ کروں اور دراز
بے محل بول رہی ہے آواز،
زائدِ رزمیہ ہے سارا تتمہ نہیں ہے خاص جواز
تاہم اب اپنی ہی تاریخ کے پیشیں اوراق
آئینہ کر کے سیاق اور سباق
رقم اک واقعہ جب وہ کیا تو درخورِ قرطاس و قلم ذکر ہے یہ
خود بخود مائلِ پرواز مرا فکر ہے یہ،
کیونکہ لکھی گئی تصنیف یہ اسلام کے پس منظر میں
فیض اسلام کا ہے، ہم جو یہ بیٹھے ہیں سلامت گھر میں،
جی رہے ہیں بہ فراغ

اور یہ فروغ---ایٹمی جوہر کالگایا ہے سراغ--
رکھ کے یہ سارے کوائف ملحوظ
اس تتمے کو بنا کر ملفوظ
کی ہے تاریخِ وطن ختمِ صدی تک محفوظ-
(اب یہ اچھا کہ برا جیسا بھی دورانیہ ہے)

○

فکریہ ثانیہ ہے
(یہ نہیں برطانیہ ہے) '

رزمیہ-----
اپنی تہذیب وادب کے یہ حوالے سے جو تحریر ہوا
گر نہیں میرے لئے باعثِ توقیر ہوا'
حاصل اس پر جو نہیں اک سندِ فائقہ ہے
المیہ----
اپنی مٹی کا کسی منہ میں کہاں ذائقہ ہے!

❖

تمت

○

EPILOGUE

○

When the subject is great and sentimental
Then of Necessity› Great Grows the Word!
AESCHYLUS316(C:525BC)

❖

تصریحات

۱ All-Dimensional

۲ سکرین (Screen)

۳ (پشتو)خوبصورت

۴ عالم بالا کی

۵ جنتِ ارضی Utopia

۶ ذوق

۷ قدیم دستاویزات کے گھر

۸ نگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہو گا

۹ اصل لفظ مشتق ز آہن

۱۰ طبقاتی و خانوادی

۱۱ تام 'مرکب' زائد

۱۲ حیوانی کردار کہانیاں 'اصل سنسکرت سے دنیا بھر کی زبانوں میں ڈھلیں کلیلہ دمنہ 'انوار سہیلی Aesop'sFables انہی کے فارسی عربی انگریزی روپ ہیں ""پنج تنتر" سے۔

۱۳ اشکار؛

۱۴ بالمیک 'دیدویاس

۱۵ سنسکرت

۱۶ Epic

۱۷ Paradise Lost

۱۸ Dr.Faustus

۱۹ Divine Comedy

۲۰ تبعزاد

۲۱ وفاقی شرعی عدالت کے علم دوست جسٹس ترک کے ایک خطرناک حادثہ میں جاں
بحق ہوئے

۲۲ ILIAD

۲۳ Muses

۲۴ Theme

۲۵ Focus

۲۶ بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

۲۷ وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا تھی

۲۸ پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

۲۹ سودا کا پیش کار

۳۰ اس کہاوت سے۔ نماز پڑھے کوئی کاٹھ کی' کوئی آٹھ کی 'کوئی تین سو ساٹھ کی۔ مصیبت میں 'جمعہ یا عید پر'

۳۱ آئینہ خاکیاں = محاورۃ " آدم' آئینہ بخاکستر پرداختہ 'راکھ سے رگڑ کر صیقل کیا ہوا آئینہ' آئینہ گرفتہ = دھندلا شیشہ 'آئینہ محشر = شفاف آئینہ کہ روز حشر اس میں بدونیک اعمال منعکس ہوں گے اور ہر شخص اپنا کیا صاف دیکھے گا۔

۳۲ محاورہ ہے جگر جگر' ڈگر ڈگر'

۳۳ ڈھکوسلا

۳۴ جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی (غالب)

۳۵ شعر حافظ

۳۶ بساطِ عجز میں تھا ایک دل 'یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

۳۷ آں قطرہ ہم از دست تو لبریز چکیدن
(غالب)

۳۸ گھاس کی مختلف قسمیں

۳۹ چڑیا کی نسل کے عام پرندے

۴۰ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

۴۱ غالب

۴۲ دیوتاؤں کا مشروب Elixir -- الاکسیر

۴۳ عربی نقطر '(مقطر) اردو نکتر Nectar

۴۴ اعلیٰ طبقے کی خاتون

۴۵ بیدل

۴۶ آفتابی خط، جس میں زیریں حصہ آفتاب سا گول ہوتا ہے'

۴۷ مشکیں خط - خالِ مشکیں

۴۸ (فارسی بیت) حدیث سرین و میانش چہ گویم
کہ دیدست کوہے معلق بہ کاہے!

۴۹ تلوے

۵۰ فاختہ

۵۱ حافظ

۵۲ (غالب) ہزاروں خواہشیں... الخ

۵۳ حوا-----

۵۴ منازل ہاؤ ہو / ہو ہو / ہائے

۵۵ مکتی=نجات'

۵۶ بھگتی=معرفت

۵۷ ترشنا=طلب

۵۸ بھکشو- تارک الدنیا بدھ مت کے پیرو

۵۹ اپاشک-بدھ دنیادار

۶۰ چتن=مشق

۶۱ برہمچار=گھرداری یا گرہست کا زمانۂ حیات
سنیاس=ترکِ علائق

۶۲ نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا

۶۳ ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا (غالب)

۶۴ غرازی- کبر

۶۵ غرفش-ہفوات

۶۶ ادائیگی میں تاخیر کا مصادرہ تعلقہ کی آمدن کا حصہ

۶۷ مُتعفن

۶۸ پیپ

۶۹ معنی کم بخت، ٹھیٹھ بے پیند

۷۰ بے وقوف چھوکری

۷۱ گھربار

۷۲ تکلفات

۷۳ بے سروپا

۷۴ مکمل

۷۵ vandal سے

۷۶ تواضع کو سامنے رکھنا' چننا

۷۷ شیر گرم

۷۸ بنات النعش گردوں کا مخفف

۷۹ جامع المتفرقین

۸۰ الجار قبل الدار، الرفیق قبل الطریق- گھر سے پہلے پڑوسی اور رستے سے پہلے ساتھی (اچھی طرح جان لے)

۸۱ مخفف اضافیتی-اضافیت سے

۸۲ رحمت حق بہانہ می جوید

رحمت حق بہانہ می جوید

۸۳ حافظ

۸۴ حافظ

۸۵ شریر=جسم

۸۶ دراصل وہ شور جو آبشار گرنے سے ہوتا ہے

۸۷ ہنگامہ

۸۸ علی الترتیب۔ قوس قزح کہکشاں، شفق، ثریا

۸۹ فارسی محاورہ=مغرور

۹۰ فارسی محاورہ=شہرۂ رسوائی

۹۱ علی الترتیب گرگٹ نیولا، خارپشت

۹۲ کمیں=مناسب جوڑ

۹۳ بیتال=فریبی

۹۴ رافل=اٹلی کا مصور (Raphael)

۹۵ او بنجہ=چین کا مصور جس کا مشہور واقعہ ہے
تصویر بنا رہا تھا پوچھا۔ کیا بنا رہے ہو، کہا
"جو بن جائے"!

۹۶ چغتائی عبدالرحمن

۹۷ الشعر۔ قلب السمع البصر

۹۸ پوڑھائی=قوت

۹۹ کل فان=کل من علیہا فان

۱۰۰ (م)=مکمل

۱۰۱ لور=ایک قسم کی درانتی شکل کی قرولی

۱۰۲ راکٹیں=Rockets

۱۰۳ گیس=Gas(poisonous)

۱۰۴ گرنیڈ=Granade

۱۰۵ مزائل=Missile

۱۰۶ لیزر=Laser(Rays)

۱۰۷ میرینیں=Marines(Sub)

۱۰۸ ریکس=Racks

۱۰۹ گیلوز=Gallows

۱۱۰ پلوریز=Pillories

۱۱۱ گلوٹنیں=Guillotines

۱۱۲ پڑاوہ۔ تودہ

۱۱۳ ٹبس۔ سمندر کے بہاؤ کی تباہی

۱۱۴ ازم=ISM

۱۱۵ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا۔ ذوق

۱۱۶ ڈبویا مجھ کو...... غالب

۱۱۷ فانی

۱۱۸ نہ یہ کہ چور بنے...... غالب

۱۱۹ ریف=میدانی علاقہ

۱۲۰ ابھیمانی=خود پر گمان رکھنے والا

۱۲۱ ڈھاھا=کنارا

۱۲۲ سرپلس=Surplice

۱۲۳ جینو=زنار

۱۲۴ پینتھے یونی=Pantheon(c)

۱۲۵ قمر بازغا

۱۲۶ شمس بازغا

۱۲۷ افل=لا احب الا فلین

۱۲۸ انی بری=انی بری مما تشرکون

۱۲۹ سنگھیٹوں=ساتھی

۱۳۰ قلتباں=ہم معنی ہیں

۱۳۱ چوب چیں=اصطلاحاً امرباز

۱۳۲ ایک ترکان=اے+بک=چاند کا آقا یہاں

مرادماہ چہر ترک لڑکے
۱۳۳ قلماش=لفنگے
۱۳۴ مشہور فارسی... قصر کسریٰ گنبد افراسیاب
۱۳۵ بال باندھی کوڑی مارنا بے خطا ٹھیک
نشانہ لگانا
۱۳۶ برشاکال=سنسکرت-بارش=برشگال
۱۳۷ مدن=مستی نفسانی
۱۳۸ حافظ
۱۳۹ توز=آشکارا
۱۴۰ مکوڑے=چیونٹے
۱۴۱ اوست=حافظ
۱۴۲ ویسارے=ویسارا-وہارا
۱۴۳ پاکھر=دراصل گھوڑے کا بکتر
۱۴۴ نسندھ=ٹھوس
۱۴۵ مکنا=ہاتھی کا بچہ
۱۴۶ کھانگے=کھانگ ہاتھی کے دانت
۱۴۷ ارنا بھینسا، مکھنا ہاتھی، مار کھنڈ سانڈ
۱۴۸ آتشکدۂ نوبہار بلخ کا متولی
۱۴۹ نفس=معنا" جسم
۱۵۰ دھن=طمع راسہ حرفست دہر سہ تہی
۱۵۱ کلکی=ٹھیٹھ کہاوت-دو بیگھے کی ملکی،
راتوں مارے کلکی-کم اراضی پر بھی
اتراہٹ کا یہ عالم-یہاں عدم قناعت
کا مفہوم ہے
۱۵۲ لنکا کارا کھش، دسہرہ پر اس کا پتلا جلاتے ہیں،
۱۵۳ پریام شاہ ٹرائے کا بیٹا پارس ہیلن

کے شوہر منی لیاس برادر اگم امن کا
مہمان ہوا اور پھر اسے لے اڑا--
۱۵۴ اصل مقدم-عام بول چال میں مخادیم-عہد
سلطنت میں وصولی لگان کا ذمہ دار
۱۵۵ بسوا=پیانہ=بالشت
۱۵۶ کھتونی مخفف کھاتا وَنی زرعی گوشوارہ
۱۵۷ روکڑ=پنوار کا کھاتہ
۱۵۸ اُپیقور=Epicure مشہور یونانی مفکر آخرت
کا منکر، عشرت کی تلقین کرتا تھا-
بابر بعیش کوش..
۱۵۹ اژرنگ=مانی کے موقلم تصاویر کا مرقع
۱۶۰ ..... فردائی=حافظ
۱۶۱ ایضاً"
۱۶۲ ترتیب= پکبست کا شعر ہے
۱۶۳ پرلو= آدمی مرلیا تو اس کے لئے قیامت ہو
گئی
۱۶۴ ...... انداز=حافظ
۱۶۵ قوس، کلس=استعارے ہیں
۱۶۶ دیوجانس=Diogenes یونانی مفکر کہ زندگی
سے بیزاری کی تلقین کرتا ہے
۱۶۷ کلیت=stoicism
۱۶۸ جیوٹ=لفظاً"=جی دار یہاں مراد
شورہ پشت
۱۶۹ گھولی=Wash Dirty linen in Public
۱۷۰ ڈیوٹ=بدھو
۱۷۱ نمانا لاچار=کمزور سادہ

۱۷۲ کون=زاویہ

۱۷۳ ادھک Obtuse

۱۷۴ نیون Acute

۱۷۵ سم=زاویہ قائمہ

۱۷۶ ادھرائے۔ابھارے=اگڑائے

۱۷۷ سارنگ=بنیادی چھ راگ

۱۷۸ سیفو=یونان کی مشہور عشق باز عورت

۱۷۹ مدھ ہرن=نشہ اڑانے والی

۱۸۰ مدھ وانی=نشہ میں لانے والی

۱۸۱ ماکھو=شہد

۱۸۲ نیوپانی=ترشی کہ نشہ زائل کرتی ہے

۱۸۳ تارا=تیرا یا

۱۸۴ شیکسپئر

۱۸۵ Semistics=علم اللہجہ

۱۸۶ Semantics=علم اللفظ

۱۸۷ رقاصہ

۱۸۸ کولی=بغل میں بھرنا۔گود میں دبانا

۱۸۹ شریروں=ہندی۔بدن

۱۹۰ سندھڑ=بے نچھڑا گائے

۱۹۱ اصل جانگھ ‘ران جا نگیہ اسی سے ہے

۱۹۲ ار بکینیہ=اردا بیکنیو

۱۹۳ ..ملا=(پنجابی) پاگل

۱۹۴ بودم=بوم مراد احمق (بے دال)

۱۹۵ دھرتی=کچھ بیج کو سراہتے ہیں ‘کچھ زمین کو ‘کچھ دونوں کو۔ناطق فیصلہ یہ ہے بیج کو زمین پر فوقیت ہے۔بدیہی بات یہ بھی ہے کہ اچھا بیج خراب زمین پر ڈالیں تو وہ اپنی اصالت کھو دیتا ہے (منو)

۱۹۶ شادیوں کی مختلف صورتیں۔بیاہ بولی دے کر لڑکی کی مرضی کے خلاف والدین کے فیصلے سے۔لڑکی کی اپنی پسند سے ‘ بلا نکاح فریب یا جبر سے اور اغوا کر کے!ان سے جو اولاد ہوتی ‘سماج میں ان کی حیثیت کے درجے الگ الگ تھے

۱۹۷ ذاتیے ‘بے ذاتیے

۱۹۸ سمتہ=مساوات

۱۹۹ پرم ‘اتم=اعلیٰ

۲۰۰ بھون=گھر

۲۰۱ پیادرس=دیدار محبت

۲۰۲ ترمورتی=برہما ‘ویشنو ‘شو

۲۰۳ دستکاری

۲۰۴ شٹ=ستیاناس مار دے

۲۰۵ دیوتاؤں کی باتیں

۲۰۶ لفظ۔حرف

۲۰۷ حکمبردار

۲۰۸ اسپاتے=لوہار

۲۰۹ تانتی=جولاہا

۲۱۰ للیت=رنگریز

۲۱۱ ہیلنی=Hellenes اصل یونانی

۲۱۲ بربیرین=Barbarians غیر یونانی

۲۱۳ پلے بین=Plebians عوام رومی

۲۱۴ پری ٹیرین=Praetorians خواص رومی

۲۱۵ لاراقی=یزید کے مشہور شعر سے
یا ایہا الساقی.... نہ کوئی دارو
ہی میرے پاس ہے نہ کوئی منتر ٹونا
(کہ غم زیست کو رد کرسکوں)
۲۱۶ Forewarned is Forearmed
۲۱۷ مجازاً"پاک صاف سدھایا ہوا
۲۱۸ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت واسمٰعیل
۲۱۹ بے شک ہم اللہ کے لئے
۲۲۰ عمالیق=بائدہ اقوام کا ایک قبیلہ
۲۲۱ لُحی=بمطابق روایت ابن ہشام
۲۲۲ ہبل=اصلاً"عقیق کا تھا'پھر سونے کا بنالیا
۲۲۳ تقدیر=بذریعہ قرعہ-سات تیر اس کے
سامنے پڑے رہتے جن سے فال لیتے
۲۲۴ بتوں کے نام
۲۲۵ قبائل کے نام
۲۲۶ ذات انواط-نواح مکہ میں ایک درخت
۲۲۷ غبغب- نخلہ میں عزیٰ کا استھان
۲۲۸ دوماۃ=دومتہ الجندل'ود کا مستقر'چاند دیوتا
۲۲۹ قدید-وسط مکہ ویثرب قسمت کی دیوی مناۃ
کا تیرتھ
۲۳۰ ذوالخلصہ کے مندر کا سنگین سفید بت'
سرپر تاج نما کلاہ
۲۳۱ پھوڑوں والا-انگورہ میں ایک شہزادی
کے عشق میں امرا القیس مبتلا ہوا-
زہر آلود پوشاک دھوکے سے اسے پہنائی
گئی کہ سب بدن پھوڑا ہو کر بہہ نکلا-
۲۳۲ ابو تمام بن حبیب'مولف حماسہ'بعہد
مامون و معتصم گذرا-اس حماسہ کے
دس باب میں رزمیہ'مراثی- نسیب
ہجا'الضیاف'المدیح'صفات'سیرو
نعاس(سفرو آرام)ملح(لطائف)
نساء(مذمت میں)اور ادب شامل ہیں
۲۳۳ رجز(لفظی معانی اونٹ کی پیٹھ میں رعشہ)
بحیثیت شعبہ فن نثر سے وجود میں
آیا-عربی مقولہ ہے رجز شاعری کا
پلوٹھی بچہ ہے'باپ
۲۳۴ سجع(نثر مقفیٰ)ہے ماں حدی(گیت)-
قصیدہ از قصد(انعام کی غرض سے شعر
گوئی)تشبیب'(ابتدا مبنی بر مختلف
موضوعات)نسیب'(عاشقانہ مضمون)
گریز'مدح اور مدعا پر مشتمل ہوتا ہے
۲۳۵ مشہور موسمی میلہ اپنی قسم کا(سال میں بیس
دن لگتا) Francaise Academic
۲۳۶ معلقات کے سات شاعر(معلق از علق'
لٹکانا)ان کے سات قصیدے السبع
الطوال یا مذہبات(ذہب=سونا)
کہلاتے ہیں-مگر یہ بیان غلط ہے
کہ سونے کے پانی سے مرقوم کعبہ
میں معلق کئے گئے تھے-محاسن
کے سبب سنہری نظمیں کہتے تھے
۲۳۷ بسوس نام ایک خاتون کا جس کے
مہمان سعد کی اونٹنی نے کلیب کے کھیت
میں چنڈول کے انڈے کچل دیئے انہوں
نے اس کا تھن چھید دیا اور لڑائی ٹھن گئی

۲۳۸ داحس گھوڑا تھا سو اونٹ کی شرط بدی
تھی جیت رہا تھا کہ غبرا گھوڑی والوں
نے بدکا دیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔۱۳۱-۶۳۱-۵۶۸
تک رہی

۲۳۹ مقاماتِ رضوان=فلک ہشتم

۲۴۰ بطلیموس نے اصل نام دیا ہے' سبائی
لفظ مکوربہ (بمعنی حرم) سے ماخوذ'
عربی روایات میں مضاض (مکاس) اس شہر
کا بانی ہے

۲۴۱ لفظی معنی سوداگر

۲۴۲ اصل نام زید' گھر سے دور سرحد
شام میں پلا بڑھا' لہٰذا قصیٰ
(نسبتاً" دور) لقب ہوا

۲۴۳ فہر-غالب-لوئی-کعب-
مری-قصی-عبدالدار-عبد مناف ہاشم
عبد شمس (امیہ)

۲۴۴ عربی میں اب تک محاورہ مستعمل ہے
ابو غیشان ایسا احمق گھاٹے کا سودا
کرنے والا

۲۴۵ مناصب کی وضاحت حجابہ' کعبہ کی
چابیاں سقایہ (سقہ) زمزم کی نگرانی۔
دیتہ دیوانی فوجداری عدالت'
سفارۃ-وکیل حکومت' لوئی-جھنڈا'
رفادہ-خیرات کی رقم لنگر کے
لئے' ندوہ-قومی مجلس' خیمہ-
لڑائی میں لشکر' خازنہ-بیت المال
قرعہ-ازلام کی تحویل

۲۴۶ لقب قصیٰ' اکٹھا کرنے والا

۲۴۷ اصل نام عمرو عمر العلا تھا ثرید بکثرت
عام بانٹا سو لقب ہاشم ٹھہرا

۲۴۸ غالباً" ابراہیم' حاکم یمن ارباط کو قتل کر
کے حکومت پر قابض ہوا تھا' اسی کے
نیزے سے ہونٹ ناک کٹ گئے تھے
لہٰذا اشرم-نک پھٹا

۲۴۹ عبدالمطلب کا اصل نام' چچا مطلب
باہر سے لے کر شہر آئے' لوگوں نے
پوچھا کون ہے مزاحاً" کہا عبد یعنی غلام'
سو یہ نام پڑ گیا- شیبہ کے معنی ہیں-
نو عمری میں سفید بالوں والا' عبد مناف-
شیبہ (عبدالمطلب) کے بیٹے حمزہ
بولہب ابو طالب عبداللہ عباس

۲۵۰ گمراہی میں

۲۵۱ ان پر پھینکے

۲۵۲ کنکریاں-سنگِ گل

۲۵۳ تاویلات اہل مغرب

۲۵۴ کھایا ہوا بھس

۲۵۵ ربیع فی ربیع ونور فوق نور (i)
چہرہ (ii) فصلِ بہار (iii) ماہِ تولد شریف

۲۵۶ وانذر عشیر تک الاقربین

۲۵۷ فاصدع بما تومر' اعرض من المشرکین

۲۵۸ سمعنا فی ابائنا الاولین

۲۵۹ بل تتبع ما لقینا علیہ آبانا ولا تسمعو الہذا

۲۶۰ القرون والغونیہ

۲۶۱ اضغاث+احلام بل افترا بل ھو-پریشان

خیالات کا مجموعہ 'من گھڑت باتیں
۲۶۲ سعد وقاص "عشرہ مبشرہ
۲۶۳ دسویں خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں
۲۶۴ سابقہ صادقہ = سابقات اسلام سے
۲۶۵ اغشینا = فاغشینھم لاھم - یبصرون
۲۶۶ بینا = بین بین
۲۶۷ وداع = وداع کی گھاٹیوں سے
۲۶۸ داع = طلع البدر من ثینات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
۲۶۹ النجار = نحن جوار من بنی النجار یا حبذا
محمد من جار
۲۷۰ مدینہ النبی
۲۷۱ روسیہ = شاحت الوجوہ
۲۷۲ زمعہ 'اسود کا بیٹا حارث پوتا بدر میں مارے
گئے تھے کشتگان بدر پر بین کی
ممانعت تھی
۲۷۳ مرثیہ: اتبکی ان -ضل لھا ابعیر فلا تبکی علی
بکر - لاکن علیٰ بدر تقاصرت الجدود
۲۷۴ طارق پروین ستارے نمشی علی النمارق
ہم قالینوں پر چلنے والیاں - مشی القطا
البوارق چال چکور کی چلنے والیاں'
مفارق - مانگ 'بڑھو گے ہم گلے لگیں گی'
پیچھے ہٹو گے ہم الگ ہو جائیں گی -
۲۷۵ خالد بن ولید ابھی ایمان نہ لائے تھے
۲۷۶ ان علیٰ اہل اللوئی وحقا 'ان تخضب
اللعحدۃ او تندقا ابیشک علمبرداروں
پر واجب ہے نیزہ خون سے سرخ ہو'

یا ٹوٹ جائے!
۲۷۷ دونوں بزرگ انصار تھے
۲۷۸ ایضاً"
۲۷۹ طلحہ بن ابو عبیدہ 'عشرہ مبشرہ سے
۲۸۰ قتادہ نے چہرہ آگے کر لیا ایک تیر سے
ڈیلا رخسار پر آگرا
۲۸۱ وکیف -فلح القوم شجوا نبیھم
۲۸۲ انکھم لقوی بانھم ولا -یعلمون
۲۸۳ الحرب سیا سجال یوم بہ یوم
۲۸۴ اعل - تو بلند ہو
۲۸۵ یا ایھا الذین امنوا الذکرو نعمتا اللہ علیکم
اذ جاء تکم جنودا "فارسلنا علیھم ریحا"
وجنود الم تروھا
۲۸۶ یہود کے قلعے
۲۸۷ میثاق حدیبیہ
۲۸۸ الا لیت شعری ہل ابیتن لیلہ بوارد وحول
اذخر و جلیل - وائے مجھے پتہ چلے میں
کبھی اک رات وہاں گذاروں کہ اذخر
وجلیل میرے ساتھ ہوں - مجنہ چشمہ ہے -
شامہ و نخیل درختوں کے جھنڈ
۲۸۹ اپنے خدا کے لئے رحم کرو
۲۹۰ آج کوئی خدا نہیں
۲۹۱ ان قریش اخلفوک الموعد او نقضو میثا قک
اموکدا فقتلونا رکعا و سجدا
۲۹۲ من دخل مسجد الحرام فھو آمن من القی
السلاح فھو آمن من اغلق الباب فھو
آمن من دخل الدار ابو سفیان فھو آمن

۲۹۳ عباللہ نامی

۲۹۴ قریبہ

۲۹۵ لا تثریب علیکم الیوم اذہبوا انتم الطلقا

آن کہ براعدا در حمت کشاد

مکہ را پیغام لا تثریب داد

۲۹۶ بہ لا قامت لات ،شکست لا کہ کرلات

کا مجسمہ پاش پاش کردیا

۲۹۷ ویوم حنین 'اذا عجبتکم کثر تکم فلم تغن

منکم شیا" وضاقت علیکم الارض بما

رحبت --اور خاص کر حنین کی لڑائی

کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں

مغرور کردیا تھاتو وہ تمہارے کسی

کام نہ آئی اور زمین باوجود جمعیت

کے تم پر تنگی کرنے لگی۔

۲۹۸ حمامہ -کبوتر-(قول طبری)

۲۹۹ انا النبی لا کاذب انا ابن عبد المطلب

۳۰۰ کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے

ہے خاتمہ بالخیر All is well that ends well

۳۰۱ مسیلمہ

۳۰۲ قتلت فی کفر خیر الناس فی اسلامی شر الناس

۳۰۳ دراصل سلمٰی (ضرورت شعری)

۳۰۴ محاورہ تین تیرہ

۳۰۵ Kaleidoscope

۳۰۶ قرون اولیٰ

۳۰۷ معرکہ عین جالوت مملوک سلطان مصر قطر

کے جرنیل بیبرز نے ہلاکو کو شکست

دیکر عالم اسلام کو مکمل تباہی سے بچا

لیا (بعد کو الملک الظاہر سلطان)

۳۰۸ سلطان صلاح الدین ایوبی

۳۰۹ قیرواں

۳۱۰ ترکی-جھنڈا

۳۱۱ باریکی

۳۱۲ زن صیغہ-عارضی زوجہ-زن پیرایہ

خدمتگار خواص

۳۱۳ خوانندہ زناں-دلہن کی سہیلیاں

۳۱۴ آسماں راحق بود گر خوں بہارد بر زمیں

برزوال ملک مستعصم امیر المومنین (سعدی)

۳۱۵ حافظ

۳۱۶ اسکائی لیس :یونانی ڈرامہ نگار-ت-۵۲۵

قبل مسیح-ایلیوسس میں پیدا ہوا-نوے (۹۰)

کے قریب ڈرامے لکھے جن میں سے صرف

سات زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہے-ان میں

سے دنیائے ادب میں Prometheus Bound کو

ایک عظیم مقام حاصل ہے---مجھے یاد پڑتا ہے

محسن احسان نے ایبٹ آباد میں پرامی تھیس پر

ایک عمدہ نظم اردو میں لکھی تھی---اس وقت

اس کا عالم نوخیزی تھا اور اس نے وادی شعر و سخن

میں قدم ہی رکھا تھا--(۱۹۵۲)

○

پ ت: کوشش کی گئی ہے کہ جملہ تلمیحات حوالہ جات کی تصریح ہو اور ادق یا غیر مروجہ / ٹھیٹھ الفاظ' محاوروں اور روزمرہ کی تشریح' توضیح کر دی جائے- تاہم اصل منابع کا علم رزمیہ کو سمجھنے کے لئے لازمی ہوتا ہے-

تراجم و تصانیف

DIVINE COMEDY - DANTE (Complete)

ضربیہ - کربیہ - طربیہ

ILIAD - HOMER - (SIX SECTIONS)

آشوبیہ

(Free - Verse منظوم معریٰ)

TRAGIC LIFE OF DR. FAUSTUS

(Rhymed مقفٰی) ___(Christopher Marlowe)

المیہ حکیم فسطاس

PARADISE LOST ...Milton (12 Books)

فردوس گم گشتہ.... منظوم معریٰ

گیتا نجلی .... ٹیگور .... راگ کی آگ

○

نظمیں، غزلیں، گیت .... جلترنگ، کوئے بتاں

کوئے مغاں، ذوق خامہ، شیشۂ ساعت، خلدِ خیال

منظوم سفرنامہ : یاد آتی ہے راہی کو

.....

رفاقتوں، رقابتوں کی کہانی (نثر)

کہتا ہوں سچ

.....

(زیرِ طبع) - ساتواں مجموعہ - زخمِ زخمہ

رزمیہ کی تخلیق کا پس منظر

حریف، میرے ادبیات عالیہ کے تراجم پر چشمک زن تھے، مجھے ضیق کئے جاتے تھے کوئی طبع زاد رزمیہ قلم بند کرو تو جانیں، ایوب محسن صدق نیت سے ترغیب دلاتا تھا، طبیعت کے جوہر اصل کر کے دکھاؤں قلم کا قرض چکاؤں! میں نے ذہن میں ایک پلاٹ ترتیب دیا۔ زن سامانِ فتن و فن ہے، ہوش و خرد کی رہزن ہے، اس کی اس ادا کا شاہد زمان و زمن ہے، پھر یہی کانٹا پھول بن کر باعث تزئین گلشن ہے۔ آسودگی، ناسودگی، قرار ناقرار، دلفریب ناشکیب۔ غرض خوب بھی ناخوب بھی، بیزار کن بھی مرغوب بھی۔ اس کے مختلف روپ، مختلف کردار تاریخ وار آشکار ہوئے: مذہب کے حوالے سے آدم کی تمنا حوا، لوط کی زوجہ ''عجوز'' فرعون کی ملکہ آسیہ، عزیز مصر کی بیگم زلیخا، سارہ، ہاجرہ، مریم، خدیجہ الکبریٰ، اساطیر و افسانہ کے ناتے سے یونان کی ہیلن، قرطاجنہ کی ڈیڈو، بھارت کی سیتا، دروپدی، رومان کے واسطے سے شکنتلا، لیلیٰ، شیریں، جولیٹ، سوہنی، ہیر اور پھر خالص تاریخی اہمیت کی حامل قلوپطرہ، زبیدہ، رضیہ، جون آف آرک، نور جہاں، زارینہ کیتھرائن، ایلزبتھ، چاند بی بی، سنجوگتا، پدمنی، رانی جھانسی اور ادبی حیثیت سے ممتاز زیب النساء مخفی، شارلی برانٹ، قرۃ العین طاہرہ، رزمیہ کی لڑی میں پرو کر، ان گوناگوں بوقلموں ہستیوں کے گرداگرد ایک طویل کہانی کا ہالہ تیار کیا۔ اس رنگ برنگ تاروپود کا چوتھا دفتر لکھ رہا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ مصرعے کہہ چکا، بیان چل رہا تھا، علاؤ الدین خلجی اور چتوڑ کی مہ لقا مہارانی پدمنی کا: پدمنی آئنہ میں عکس فشاں، سربسر رہزن دین وایماں، ہوش محفوظ نہ اس سے دل و جاں، دیکھ کے خلجی سلطاں، غمزہ و ناز و ادا کی یہ جھلک لمحہ بھر، ایک دم تھام جگر، رہ گیا ہاتھ کو رکھے ہوئے اپنے دل پر---- یک لخت قلم کو روک لیا، یہ تھیم نہیں چلے گا، بات بہ اندازِ رزمیہ نہیں بن رہی، یہ تو ''زن نامہ'' تیار ہو رہا ہے۔ از سرِ نو سنجیدگی کے ساتھ موضوع پر غور کرنے لگا۔

○

جب ساؤتھ ایمپٹن میں میرے دل کی جراحی کا عمل مکمل ہو چکا تو میں نے غور کیا

کہ اردو میں ہر قسم کی شاعری کی گئی ہے لیکن کسی صنف میں رزمیہ کی بات نہیں۔ کیونکہ اس طویل نظم میں ذاتی شجاعانہ مہم جوئی کے واقعات اور اسرار و رموز حیات و کائنات کے ایک قصہ کی شکل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

میں نے سعی کی تھی' ایک رزمیہ ادھورا لکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اب یہاں شہلائے اصفر-- زرد نرگس کی کیاری کے سرہانے مجھے فراغ تھا۔ سوچنے لگتا' کیا لکھوں؟ کیسے لکھوں؟ چیلنج ہے--- سو لکھوں میں ضرور! ملٹن کا قول ہے ایک بڑی کتاب خون جگر سے رقم ہوتی ہے۔ پھیلا کر دیکھو تو سارا آرٹ سیروں خون سے سیراب ہوتا ہے۔ خون جگر کے بغیر نغمہ سودائے خام اور نقش سب ناتمام۔ جاننا چاہئے بالالتزام بہ اہتمام معجزۂ فن کی ہے خون جگر سے نمود (اقبال) --- پشتو شاعر عبدالحمید ماشو خیل کا بھی یہی عقیدہ ہے:(سرخروئی شاعری میں کوئی چاہے تو بے خون جگر نہ ملے گی)

کہ ڻوک غواڑی د حمید سرخرو پہ شعر دا بے خون ئیگر میسر نہ شی!

وہی بات جو آتش کے تجربے میں آئی:

رہا کرتی ہے فکر شعر گوئی کیا کرتے ہیں ہم خون جگر خرچ

اور جراحی سے ڈاکٹر نے دل اور جگر کے درمیان خون کو تیز رو بنا دیا تھا!

متذکرہ یونانی' سنسکرتی' لاطینی' فارسی' اطالوی' انگریزی' رزمیے بہ تمام و کمال دھیان میں آئے۔ ورجل نے ایک دیوی سیبل (Sybil) کو (DIS) علامتی دنیا کی سیاحت میں اپنے ہیرو کا راہنما کیا تھا۔ وہ اس میں غم' فکر' بیماری' بڑھاپا' خوف' بھوک' غربت' کشاکش' لڑائی' مارکٹائی' موت اصل روپ میں دکھا دیتی ہے۔ دانتے نے اسی نظیر پر خود ورجل اور پھر بیٹرس کو دوزخ' برزخ' فردوس کی سیر میں باری باری اپنا رہبر کیا۔ ملٹن نے اسی تتبع میں آدم کو زمان و مکاں دکھانے کے لئے فرشتہ رفائیل اتارا۔ اقبال مرید ہندی نے پیر رومی کو طواسین میں ہم سفر رکھا۔ خیال آیا کہ میں بھی انداز یہی ملحوظ رکھوں۔ سوجھ بھی گئی' خضر جام جہاں نما میں مجھے ماضی کا تماشا کرائیں:----

ایسے عالم میں مری آنکھ لگ--- خواب میں کیا دیکھتا ہوں
چہرہ پرنور' مسن' مرد خدا دیکھتا ہوں
میں نے دریافت کیا اگلے زمانے والے

کون صاحب ہو تو فرمایا خضر--- راہ دکھانے والے!
عرض کی راہ نمائی مری فرمائیں گے؟
مہرباں! ذات کے گنبد سے نکالیں گے مجھے' بادیۂ وقت میں لے جائیں گے'
کہ مجھے ارض و سما کی ہوسِ سیر زمانے سے زمانے تک ہے
آپ کی راہبری میں نہیں کوئی شک ہے!

جاوید نامہ کی شکل بھی یونہی ابھرتی ہے۔ رومی مسافر رابسیاحتِ عالمِ علوی می برد' آنجا' دوست زندہ رود عارف ہندی' مردیست اندر جستجو آوارہ' فلک بہ فلک بہ تماشائے عالم۔ فلک قمر پر ٹوہ لگاتا ہے: چیست عالم چیست آدم چیست حق! یہ ملائک کی وادی طواسین ہے۔ طاسین گوتم' طاسین زرتشت' طاسین مسیحؑ' طاسین محمدؐ۔ پھر فلک عطارد' فلک زہرہ' فلک مریخ' فلک مشتری میں آمد یہاں حلاج' قرۃ العین اور غالب فروکش ہیں: ایک کا نعرہ ہے: کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ مانیست' دوسری نغمہ سرا:- ع
ریشہ بہ ریشہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو! اور یہ دعوت کناں: بیا کہ قاعدۂ آسماں بگردانیم!
فلکِ زحل میں ارواحِ رزیلہ ملتی ہیں کہ باملک و ملت غداری کردہ....

الاماں از روحِ جعفر الاماں   الاماں از جعفرانِ ایں زماں

آں سوئے فلک نٹشے' اور غنی کاشمیری۔ جنت الفردوس' میں ناصر خسرو' احمد شاہ ابدالی' ٹیپو شہید' (مشرق اندر خواب او بیدار بود!)۔ جاوید نامہ سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے "تکوینِ عالم کا مقصد کیا ہے؟" میں نے ملٹن کے پیرائے میں اپنے رزمیہ کو تقویمِ عالم بنایا' آفرینش سے اب تک خیروشر کی باہمی آویزش کی داستان' البتہ فرق اس قدر ہے کہ اس کا پس منظر انجیل ہے' میں نے یہ تاریخ قرآن کی روشنی میں بیان کی ہے اور اسلام کے سیاق و سباق میں آگے بڑھائی ہے۔

سرگذشتِ ابدی--- سیلِ ہنگامۂ نیکی و بدی--- عافیت نابلدی!

قرن در قرن عروج و زوالِ انسانیت کا تذکرہ سات ہزار مصرعوں پر مشتمل میں نے قیامِ انگلستان کے دوران مکمل کر لیا۔

اقتباس از "کہتا ہوں سچ" (دوسرا ایڈیشن)

مطبوعات دار الاشاعت

ذوقِ جہاد / نظریۂ پاکستان / زوالِ ملت، نشاۃِ ثانیہ	سید واجد رضوی
میں نے پاکستان بنتے دیکھا	(کرنل) حامد محمود
ملتِ اسلامیہ کے بارہ درخشندہ ستارے	انجینئر عبدالرحمان
اسلام آباد منزلِ مراد	مولانا محمد اسمٰعیل ذبیح
اجمل و اکمل	محسن احسان
یہ جو سلسلے ہیں کلام کے	نسیم سحر
کرن کرن اندھیرا / آگ کی صلیب	صباحت عاصم
گزرگاہِ خیال	بشیر احمد ضیائی
چہرہ شناسی	(کرنل) نذیر چودھری
احوالِ واقعی / دنیا میرے آگے / برف کب پگھلے گی	طارق مسعود خان
دکھ سکھ (ہندکو)	جہانگیر تبسم
رقصِ صبا.... (وہاڑی)	ریاض ہانس
دشتِ نینوا.... (لیہ)	سلیم اختر ندیم
کہتا ہوں سچ / تراجم منظوم ملٹن، ہومر، ڈانٹے، مارلو، ٹیگور	
خلدِ خیال / یاد آتی ہے راہی کو / شیشۂ ساعت / ذوقِ خامہ	
جل ترنگ / کوئے مغاں / کوئے بتاں / قلم کا قرض	شوکت واسطی
برطانیہ	
محفوظ ہیں سب یادیں / غالب (ترجمہ انگریزی)	بریگیڈیئر طارق محمود
روشنی کا سایہ / مقالات	ڈاکٹر مختار الدین احمد مختا
برف کا روگ	حفیظ جوہر
ظلمِ عظیم	عطا عنبر

کڑی دھوپ کا مسافر	عابد ودود
مٹھا میوہ	بی کے راجس
ایک چراغ اور جلا	محمد نصیب
متاعِ درد	بشیر جاوید
کاغذی پیرہن / موسم سبھی ایک جیسے (ماہیے)	عاصی کاشمیری

ہالینڈ

پروازِ تخیل / سازِ تخیل / شعور کا شعار	احسان سہگل

ڈنمارک

سرمایۂ شعرا	ترغیب بلند

امریکہ

کلیاتِ غالب فارسی.... منظوم اردو ترجمہ	ڈاکٹر خالد حمید
سلسلہ گل بکف شمارے ایک تا سات	

زیرِ طبع

مثنوی مولانا روم کی سبق آموز حکایات (ترجمہ انگریزی)	انجینئر عبد الرحمان
دائرہ ہے کہاں (تیسرا مجموعہ)	صباحت عاصم
زخم زخمہ (ساتواں مجموعہ)	شوکت واسطی
پرانے ادب کا نیا مطالعہ	کرنل حامد محمود
بازگشت	جمیل احمد
تلامذۂ غالب	بشیر احمد ضیائی
اردو / پوٹھوہاری کلام	کاملہ ایاز کامی
سلسلہ گل بکف شمارہ نمبر ۸	

مصنف

صلاح الدین شوکت واسطی ولد سید نعمت علی شاہ

پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء بمقام ملتان چھاؤنی

تلمیذ : سید عبدالحمید عدم